منظّم و موثر مکاتب کے

اصول و آداب



مرتب

مفتی احمد اللہ نثار صاحب قاسمی نقشبندی مجددی

ناظم دار العلوم رشیدیہ حیدرآباد

ناشر دار العلوم رشیدیہ

منظم ومؤثر مکاتب کے اصول وآداب

ترتیب

مفتی احمد اللہ نثار صاحب نقشبندی مجددی
ناظم دارالعلوم رشیدیہ حیدرآباد

ناشر

دارالعلوم رشیدیہ
زیر انتظام: رشیدیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

تفصیلات

نامِ کتاب	:	منظم ومؤثر مکاتب کے اصول وآداب
مرتب	:	مفتی احمد اللہ نثار صاحب قاسمی نقشبندی مجدّدی
اشاعت	:	2025ء
تعدادِ صفحات	:	۲۲۸
ناشر	:	دارالعلوم رشیدیہ حیدرآباد

ملنے کے پتے

(۱) دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد: 8341658711
7253927867
8179076739

(۲) مکتبہ احسان لکھنو

اجمالی فہرست

فہرس

مکتب کے اقسام ۔اہمیت ومقاصد

مکتب کے اساتذۂ کرام کی اہمیت واجمالی ذمہ داریاں

تعلیمِ نسواں وتربیتِ بنات کی مختلف شکلیں

مکتب کے معاونین کی ذمہ داریاں

مکتب پڑھانے کے لئے والدین کی ذمہ داریاں

دعائیہ کلمات

امیر شریعت پیر طریقت عارف باللہ

حضرت مولانا شاہ جمال الرحمن صاحب مفتاحی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا مفتی احمد اللہ نثار قاسمی ناظم دارالعلوم رشیدیہ حیدرآباد نے ”منظم ومؤثر مکاتب کے اصول وآداب“ کے نام سے ایک نہایت مفید کتاب مرتب فرمائی ہے۔ جس میں اساتذہ کی ذمہ داریاں، طلبہ کی نفسیات، طریقۂ تعلیم، اکابر اور بزرگوں کی محنت، اور مقاصدِ مکاتب، مالیہ کی فراہمی، نظام تعلیم کے معیاری اور مفید بنانے سے متعلق ۱۴۰ سے زائد عناوین کے تحت بہت مفید مواد جمع فرمایا ہے، جو آج کی اہم ترین ضرورت ہے، مطالعہ کا موقع تو نہ مل سکا لیکن فہرست دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بڑی محنت سے اس کو ترتیب دیا گیا ہے، اور نہایت مفید ہے، اللہ کرے کہ تمام مکاتب کے قائم کرنے والے اور چلانے والے اس سے بھرپور استفادہ کریں، اور بالخصوص اساتذہ کرام خوب استفادہ کریں، تاکہ ان کے ذریعہ طلبہ کو خوب سے خوب تر نفع ہو۔ اللہ تعالی موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور نافع بنائے۔

حضرت مولانا شاہ (جمال الرحمن) صاحب مفتاحی دامت برکاتہم

۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۴۴ھ مطابق 7/ 19/ 2023ء

تقریظ

حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب

ناظم ادارہ اشرف العلوم حیدر آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ و بہ نستعین

مکتب بچوں کی بنیادی تعلیم کا مرکز ہے، جہاں مسلم بچوں اور بچیوں کو اسلامی عقائد، اسلامی احکام و اقدار کی تعلیم کے ساتھ قرآن مجید کو صحیح پڑھنے کی ترتیب دی جاتی ہے، اس اعتبار سے مکتب مسلمانوں کی سب سے اہم اور بنیادی ضرورت ہے، اسی لئے ہر زمانے میں اور ہر علاقے میں مکاتب کا رواج مسلم سماج کا لازمی حصہ رہا ہے، اور آج بھی ہے ۔

لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ مسلمانوں میں مذہبی شعور کم ہوتا جا رہا ہے اور عقیدہ و عمل کی فکروں میں کوتاہی بڑھتی جا رہی ہے جس کے نتیجے میں بچوں کو مکتب بھیجنے کا رجحان کم ہوگیا ہے اور مکاتب چلانے والے بھی مقاصد کے استحضار کے بغیر رسمِ مکتب کو کافی سمجھنے لگے ہیں، اس لئے جو مکاتب چل رہے ہیں وہ بھی عموماً غیر مؤثر اور غیر منظم چل رہے ہیں ۔ الا ماشاء اللہ ۔

ادھر کچھ عرصے سے اس سلسلے میں علماء اور اہلِ خیر نے نظم و اثر کے ساتھ مکاتب کی طرف توجہ دینی شروع کی اور الحمد للہ ایک اچھا سلسلہ چل پڑا، مگر یہ سلسلہ ضرورت اور تناسب کے اعتبار سے ابھی ناکے درجے ہی میں ہے، ضرورت تھی کہ اس سلسلے کو مضبوط ، مؤثر اور بافیض بنانے کے لئے کام کرنے والوں کی ضروری اور بہتر راہ نمائی کی جائے ۔

مولانا مفتی احمد اللہ نثار صاحب سلمہ کو اللہ تعالی جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس

موضوع کو اپنی تحقیق وتالیف کے لئے منتخب کر کے اس پر قابل لحاظ مواد اکھٹا فرمادیا ہے۔حق تعالیٰ مقبول ونافع بنائیں۔آمین والسلام علی النبی الکریم۔

والسلام

محمد عبد القوی غفرلہ

یکم محرم الحرام/ ۱۴۴۵ھ

تاثرات

مفتی ابو بکر جابر صاحب قاسمی دامت برکاتہم

ناظم کہف الایمان صفدر نگر حیدرآباد

مکتبی نظام مدنی معاشرہ کا اہم حصّہ رہا ہے،مسلم معاشرہ میں اسے کافی اہمیت دی گئی ہے، آج کل کی بے دینی میں اس کی اہمیت کچھ زیادہ ہی ہو چکی ہے، پھیلتا ہوا الحاد، بنتے ہوئے نظامِ تعلیم نے اس بات کا تقاضہ کر دیا ہے کہ دعائیں رٹانے کے ساتھ عقائد سمجھانے پر توجہ زیادہ دی جائے، نئے نئے معمولی تبدیلی کے ساتھ نصاب بنانے سے زیادہ توسیع مکاتب پر توجہ دی جائے،اس میں شک نہیں کہ اساتذہ مکاتب اسلامی سرحد کو سنبھالنے میں حصّہ لے رہے ہیں،واقعۃً شیر سوتا بھی رہے تو جنگل محفوظ رہتا ہے، ایک گاؤں میں ایک معلم کا وجود ہی گاؤں کو عیسائیت،قادیانیت وغیرہ سے بچاتا ہے، استفادہ سے کوئی مستغنی نہیں ہے،ان عظیم قربانی دینے والے اساتذہ کرام کے لئے بار بار تربیتی اجتماع منعقد کر کے انہیں احساس دلانے کی ضرورت ہیکہ وہ کتنا بڑا کام کر رہے ہیں؟ ملک دشمن طاقتیں کیا کر رہی ہیں؟ طلبہ کی نفسیات کیا ہوتی ہیں؟ علاقہ اور گاؤں میں بالغات اور مستورات میں اور کیا کام ہو سکتے ہیں؟انتظامیہ اور تبلیغی جماعت کے افراد کے ساتھ کیسے تعاون کیا جائے؟ایک ہی مقام پر استقامت سے کام کرنے کے کیا فوائد ہیں؟ خلاصہ یہ ہے کہ ان کا قیام زیادہ سے زیادہ مفید کیسے بنیا جائے،اس سلسلہ کے مختلف تجربات انہیں بتائے جائیں۔

ان شاءاللہ مفتی احمد اللہ نثار صاحب قاسمی دامت برکاتہم کا یہ رسالہ اس کام میں معاون بن سکتا ہے،غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے حدود،لڑکےلڑکیوں کے ارتداد کی روک تھام،سودی قرض سے نجات کی اہمیت،اسلام کا نظامِ زراعت،عشر ادا کرنے کی

ذمہ داری ،رسومات و بدعات سے دوری جیسے موضوعات پر ان کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے،تا کہ مکتب کی ذمہ داری مکمل ادا ہو جائے ۔اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ اسکو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنادے ۔(آمین)

ابوبکر جابر قاسمی

۴/ جمادی الاولی/ ۱۴۴۴ھ

29/ 11/ 2022ء

غبارِ خاطر

مکتب کی تعلیم مسلمان نسل کے ایمان کی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے،موجودہ دور کا ہتیار ہے،اخلاص کے ساتھ قاعدہ وناظرہ پڑھانے والا استاذ بغیر اخلاص کے جامعہ میں پڑھانے والے سے بہتر ہوسکتا ہے، اخلاص سے پڑھایا جانے والا قاعدہ جنت میں لے جائے گا، جبکہ ریا سے پڑھائی جانے والی بخاری بھی پکڑ کا سبب بن سکتی ہے، خدمت دین جس صورت میں بھی ہوکمتر نہیں سمجھنا چاہیے، گاڑی کا ہر پرزہ اپنی جگہ مستقل اہمیت رکھتا ہے۔

جس چٹائی پر بیٹھ کرقرآن پڑھایا پڑھایا جاتا ہے،دنیا کی مہنگی گاڑیوں اور بنگلوں سے زیادہ مقدّس ہے،جس پر فرشتہ بھی رشک کرتے ہیں۔حدیث میں خادمِ قرآن کو''اہل اللہ'' کہا گیا۔''أهل القرآن هم أهل الله و خاصته''(۱)تعلیم قرآن حصول ولایت کا اور قربِ الٰہی کا راستہ ہے،خدمت قرآن خواہ مکتب ہی میں کیوں نہ ہو،اخلاص واستقامت ''ربّانی'' بنادیتی ہے۔''وَلٰكِن كُونُواْ رَبَّٰنِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ ٱلْكِتَٰبَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ''(۲)

اپنے کومکتب یاکسی ادارے کا''ملازم'' سمجھنے سے زیادہ ''خادم قرآن'' سمجھنا چاہئے،ایک کلمہ ''لآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ'' کا ساتوں زمین وآسمان مقابلہ نہیں کرسکتیں،تومکمل قرآن مجید کی خدمت کا بدل تنخواہ کیونکر ہوگی ؟محض تنخواہ کی وجہ سے خدمتِ دین سے محروم نہیں رہنا چاہئے، جو کچھ بھی میّسر ہوجاتا ہے وہ بھی ہماری اہلیت یاصلاحیت کی وجہ سے نہیں بلکہ قرآن کی برکت سے ہے،جس کی برکت سے عزت

---

(۱)سنن ابن ماجه، حديث :۲۱۵

(۲)آل عمران - ۷۹

و نعمت ملتی ہو اسے ترک نہیں کرنا چاہئے۔اجرت سے زیادہ اجر کی فکر میں جینا چاہئے۔

یہ غلط فہمی نہ ہو کہ بڑے ادارے اور مدرسہ ہیں، مکاتب کی کیا ضرورت ہے؟ یا آج کل کہاں دینی تعلیم کی قدر ہے، جس کی وجہ سے مکاتب کے قیام کو ضروری نہ سمجھا جائے ، ہر بڑی تعمیر چھوٹے اینٹ اور پتھر سے ہی ہوتی ہے، مکاتب بلند جامعات کے لئے سنگِ بنیاد کی حثییت رکھتے ہیں، ہر بڑی سواری سائیکل چلا کر ہی سیکھی جاتی ہے۔

قرآن مجید ہمیں مکتب کی تعلیم کے وقت غیر متعلق کاموں میں مشغولی مالی خیانت ہونے کا احساس دلاتا ہے ۔ ''وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِينَ'' مفسّرین نے ''تطفیف'' کو عام رکھا ہے۔اللہ کا دھیان پابندی کا عادی بنادیتا ہے۔''أَلَم يَعلَم بِأَنَّ ٱللَّهَ يَرَىٰ'' بچوں کو ترہیب سے زیادہ ترغیب کے ذریعہ تعلیم دینا سنتِ رسول ﷺ ہے، احادیث میں آپ ﷺ نے سوال کے ذریعہ شوق دلایا کہ ''کیا میں تمھیں ایسی سورت نہ سکھاؤں جو قرآن کی سب بڑی سورت ہے، پھر سورۂ فاتحہ سکھائی''۔ بچوں کی حوصلہ افزائی ان کی تعلیمی ترقی کے ساتھ استاذ کی مہارت کا بھی پتہ دیتی ہے، یاد رہے کہ پتھریلی زمین پر پانی رکتا نہیں ہے، اسی طرح سخت استاذ کے پاس طلبہ نہیں رکتے۔موجودہ زمانہ میں اسکول مدرسہ ومکتب کا تقابل کرکے بچوں کو دینی تعلیم گاہوں سے دور کیا جارہا ہے، ایک طرف مدرسہ کے استاذ سر پر لال رومال ڈالے ہاتھ میں عصا لئے کھڑے ہیں جو دیر سے آیا اس کی پٹائی ہو رہی ہے، دوسری طرف اسکول کی ٹیچر ہاتھ میں چاکلیٹ لئے کھڑی ہے، جتنے بچے آرہے ہیں سب کو مسکراتے چہرے سے چاکلیٹ دے کر کلاس میں بھیج رہی ہے، خدام دین کے لئے یہ بہت بڑا سبق ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بن الحکم آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی چھینک پر ''یرحمک اللہ'' کہدیا تو دیگر صحابہ کرامؓ نے اس تیز نظر سے دیکھا کہ نہ چاہتے ہوئے بھی یہ خاموش رہ گئے ، نماز کے بعد آپ ﷺ نے نہ ڈانٹا نہ تنبیہ فرمائی، بلکہ فرمایا: نماز میں عام گفتگو منع ہے۔

بخدا! میں نے آپ ﷺ جیسا معلم نہیں دیکھا۔

”فَبِاَبِیْ وَ اُمِّیْ مَارَاَیْتُ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ تَعْلِیْمًا مِنْهُ فَوَاللّٰهِ مَاكَهَرَنِیْ وَلَا ضَرَبَنِیْ وَلَاشَتَمَنِیْ قَالَ:اِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَایَصْلَحُ فِیْهَا شَیْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ،اِنَّمَا هُوَ التَّسْبِیْحُ وَالتَّكْبِیْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ۔“(۱)

طلبہ کرام خواہ مدرسہ کے ہوں یا مکتب کے مہمانِ رسول ہوتے ہیں ،ان کے ساتھ بھلائی کا حکم ہے۔

”سیأتیکم اقوام یطلبون العلم ،فاذا رائیتموھم ،فقولوا لھم :مرحبا بوصیة رسول اللہ ﷺ، اقنوھم“۔(۲)

موت تک خدمت قرآن کی توفیق مانگتے رہنا اورعملاً مصروفِ خدمت رہنا سعادتمندوں کو ہی نصیب ہوتا ہے، اللہ نے اہل علم کو اہلِ دنیا سے زیادہ صلاحیت دی ہے،کسبِ معاش کے میدان میں ممکن ہے اہلِ دنیا کو مغلوب کردیں،مگر سب جانتے ہیں کہ اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے،قرآن پڑھاتے پڑھاتے موت آجائے یہ بہتر ہے پیسہ کی رٹ لگاتے ہوئے مرنے سے،اورضرورتیں تو اللہ کافروں کی پوری کردیتے ہیں ،خدّامِ دین کی کیونکر نہیں کریں گے۔

مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم (خطباتِ مکاتب کے مصنف) کے والد مولانا سلیمان صاحبؒ پچاس سال مکتب کی خدمت کرتے رہے،جب آخری وقت آیا تو مفتی صاحب کو گھر سے اطلاع دی گئی چوتھے گھنٹے کی رخصت لے کر گھر پہنچے، والد صاحب کو ہوش آیا تو مفتی صاحب کو دیکھ کر گھڑی کی طرف دیکھا اور پوچھنے لگے،اس

---

(۱)مسلم شریف،باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ،حدیث ۱۱۹۹:

(۲)سنن ابن ماجہ،حدیث ۲۴۹ :

وقت یہاں کیسے؟ تمہارا تو تفسیر کا گھنٹہ ہے، میرا تو جی کرتا ہے کہ میری موت کے وقت میں بارڈولی میں بچوں کو ناظرہ پڑھاتے رہوں اور تم ڈھابیل مدرسہ میں تفسیر پڑھاتے رہو۔

”أولئك آبائي فجئني بمثلهم
إذا جمعتنا يا جريرُ المجامعُ“

آپؒ کا حال یہ تھا کہ اگر مکتب کا بچہ غیر حاضر ہوتا پیدل گھر جا کر لا لیتے، بیمار ہوتا دوائی کے ساتھ تیمارداری بھی کرتے، ازخود بچوں سے سلام اور مصافحہ میں پہل کرتے، جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ محلہ کا ہر بچہ سلام ومصافحہ کا عادی بن گیا۔

میاں جی نور محمد صاحبؒ حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے شیخ تیس سال جن کی تکبیر اولی فوت نہیں ہوئی، جب حاجی صاحب کے پہلے شیخ نقشبندی سلسلہ کے فوت ہو گئے تو دوبارہ بیعت ہونے کے لئے آپ ﷺ نے خواب میں آپ ﷺ کا ہاتھ ایک بڑے میاں کے ہاتھ میں دیدیا، تلاش میں تھانہ بھون سے ”لوہاری“ علاقے میں پہنچ کر دیکھا وہی خواب والے صاحب بچوں کو پڑھا رہے، ”قدموں میں گر گئے تو میاں جیؒ نور محمد نے فرمایا: اپنے خواب پر اتنا بھروسہ کہ دیکھتے ہی چلے آئے“ آپؒ مکتب پڑھاتے تھے۔ کہا جاتا ہے جس جگہ آپ بچوں کو پڑھایا کرتے تھے آج بھی وہاں خوشبو محسوس کی جاتی ہے۔ حاصل یہ کہ مکتب کی خدمت کو معمولی خدمت نہ سمجھا جائے، یہ راہِ ولایت ہے۔

خدمت دین میں لگ جانا یہ سب سے بڑی دولت ہے۔ فارغ ہونے والے اپنے آپ کو سونمبری نہ بنائیں، اپنے اکابر سے مستغنی بن کر چلنا بڑے خیر وتجربات اور دعاؤں سے محرومی ہے، حدودِ شریعت کے پابند رہیں تو اللہ ساتھ ہے، اللہ ساتھ ہے تو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں اور اللہ ساتھ نہیں تو پھر کسی سے امید لگانا مفید نہیں ہے، اتنی بات تو طے ہے کہ مخلص تو ہر حال میں فائدہ میں ہی رہے گا، ترقی کا پہلا زینہ ہے کہ شکایت

ومحرومی کے مزاج سے نکل جائیں، اور جتنا کام بھی لیا جارہا ہے اسے بہتر سے بہتر انداز میں کرنے کی فکر کریں، اگر ہمیں کسی مدرسے میں خدمت کا موقع نہ ملے تو پست حوصلہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، خدمت کی شکلیں وصول الی اللہ کے وسائل ہیں، یہ نہیں تو دوسرا وسیلہ مل جائے گا، بالعموم فراغت کے بعد توقعات بڑھ جاتی ہیں کہ آمد بارش کی طرح ہوگی کہ کرائے کا مکان ذاتی مکان بن جائے گا، جلد ترقی کی راہیں فراہم ہوجائیں گی، جب اس راستہ کی آسانیاں و دشواریاں راستہ گذرے حضرات کی زندگیوں سے سمجھ لینا بہتر ہے، خود کو یا مکتب ومدرسہ کو جزیرہ نہ بنائیں بلکہ اڑوس پڑوس سے تعلق بناتے چلیں۔ مکتب کی جڑیں زمین میں نہیں بلکہ عوام کے دلوں میں ہونی چاہیے۔

درسگاہ میں استاذ کی غفلت ایسی ہے جیسے گاڑی چلاتے وقت ڈرائیور کی غفلت، ایک جگہ جان کا خطرہ دوسری جگہ دین کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے، مکتب جائے تعلیم ہے، جائے آرام نہیں، اور پبلک بوتھ نہیں ہے، جو بچے ہمارے معاشرے اور ملک کے مستقبل ہیں، ان کی زندگی اور ان کے مستقبل کا ضائع نہ ہوجائے، کہیں اکثر مقامات پر مکاتب کا وجود نہیں ہے اور جہاں ہے، وہاں بچوں کی آمد ورفت کا کوئی وقت متعین نہیں، بچوں کی حاضری اور غیر حاضری کا کوئی اہتمام نہیں، مکتب کا کوئی مخصوص نصاب نہیں، تربیت کا کوئی انتظام نہیں، بچوں کا کوئی خاص لباس بھی نہیں، اساتذہ کے طریقۂ تعلیم معقولیت نہیں، لاپرواہی اور بے توجہی کی حد نہیں، ان سب خامیوں کی لئے تدریب المعلمین کا نظام بے حد ضروری ہے۔ مکتب کی ناکامی میں حتی الامکان بچوں کا کوئی قصور نہیں ہوتا ہے، بلکہ نظام وطریقۂ تعلیم کا قصور ہوتا ہے۔

طلبہ کی دینی ذہن سازی کرنے کے لئے ان کے ذہن تک اتر کر بات کرنے کا ہنر سیکھنا پڑتا ہے، معلم ومنتظم کے اخلاق ماتحتوں میں منتقل ہوتے ہیں، منتظم، معلم، متعلم ومعاون سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں، سخت مزاجی، ہر چھوٹی چیز پر گرفت

اجتماعیت کو بکھیر دیتا ہے۔

صحبت سے سیکھیں یا نصیحت سے سیکھیں! تجربہ کار سے سیکھیں یا تجربہ کر کے سیکھیں! سالوں کا تجربہ لمحوں میں لے لیں، یا تجربہ کار بننے میں سالوں لگا دیں! راستہ تلاش کرتے ہوئے منزل پر پہنچیں یا رہبر سے پوچھ کر منزل پر پہنچیں! غور کر لیں کونسا کام آسان اور زود فائدہ مند ہے، اور یہ تجربہ ومشاہدہ ہے کہ ”تعلیم کے دو طریقے (۱) حاکمانہ (۲) حکیمانہ میں دوسرا طریقہ پہلے کے مقابلے میں مثبت اور مفید تر ثابت ہوا ہے۔

اپنی کمزوری کی وجہ سے بندہ مکتب کی لائن کا فرد نہیں بن سکا، مگر/ ۱۴ سال سے تدریسی خدمات بفضلہ تعالی میسر ہیں، جو کچھ مواد جمع کیا گیا ہے مختلف اکابرین وماہرین کے تجربات ہیں، جنہوں نے سالوں سے اپنے میدان میں کامیاب خدمات انجام دی ہیں، ان کے مسلّمہ تجربات سے فائدہ اٹھانا زود فائدہ مند ثابت ہوسکتا ہے، بندہ اپنے اکابرین کا شکرگذار ہے جنہوں نے اپنے قیمتی کلمات و دعائیہ جملوں سے نوازا، اللہ ان تمام افراد کو بہتر بدلہ دے جو مکاتب کو منظم ومؤثر بنانے کا جذبہ رکھتے ہیں اور عملی میدان میں بھی سرگرم ہیں، اور اللہ رب العزت اپنے کرم سے ہر فرد کو قبول فرمالے۔

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی نقشبندی مجددی
خادم دارالعلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدرآباد
،2023/04/05
مطابق ۱۳/ رمضان المبارک/ ۱۴۴۴ھ

تدریب المُعلّمین وقت کی اہم ضرورت

معاشرہ کی اصلاح میں معلم کا دخل کتنا ہے؟

''معاشرتی اصلاح'' فرد کی اصلاح پر منحصر ہے اور فرد کی اصلاح کے لیے والدین کے علاوہ سب سے زیادہ دخل ''مدرس و معلم'' کا ہوتا ہے، بلکہ بعض مرتبہ ''معلم'' کا کردار والدین سے بھی بڑھ جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ساری امت کے لئے معلم بھی تھے اور مربی بھی ''إنما بعثت معلما'' (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلم ہی نہیں، ''معلم گر'' اور ''انسان ساز'' تھے کہ ۲۳ سال کے قلیل عرصے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صورت میں ایک عظیم گلدستہ تیار ہوگیا، جنہوں نے ایمان واسلام کو صرف قبول نہیں کیا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ میں رنگتے چلے گئے۔

یہ اُمت بانجھ نہیں

انسان سازی کا یہ جذبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور ''قرناً بعد قرنٍ'' ہر زمانے کے ائمہ وعلماء کو ورثہ میں ملا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف حضرات سابقین و اولین کے فضائل و مناقب نہیں سنائے، بلکہ اپنی اُمت کے آخری طبقہ کو بھی خوشخبری سنائی، ارشاد فرمایا کہ:

''میری اُمت کی مثال بارش کی سی ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا پہلا حصہ زیادہ نفع بخش ہے یا آخری حصہ۔'' ''مَثَلُ أمتي مَثَلُ المطر لا يُدرى أولُه خيرٌ أم آخرُه'' (۲)

گویا اُمت کا آخری طبقہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے کارنامے بے شک سرانجام نہ دے سکے، مگر خیر و رشد سے وہ بھی خالی نہیں، تب ہی تو علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے بارے عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قافلہ جا رہا تھا، یہ بچھڑ کر پیچھے آگئے۔'' جن کے متعلق انگریز نے کہا تھا کہ ''انور شاہ تنہا ایسا شخص ہے کہ اگر انکے ہاتھ میں ہندوستان

---

(۱) ابن ماجة ۲۲۹ في حديث عبد الله بن عمرو، وفي سنده ضعف

(۲) ترمذی، حدیث: ۲۸۶۹

کی حکومت دیدی جائے تو حکومت چلالے گا'' اور بانی تبلیغ حضرت مولانا الیاس کاندہلویؒ کے بارے میں مولانا مظفرحسین صاحب کاندھلوی کی صاجزادی ''امی بی''جو رابعہ سیرت خاتون تھیں اوراپنے زمانہ کی نہایت عابداورزاہداورخدارسیدہ بی بی تھیں آپ کی نانی (امی بی) تھیں ان کو آپ سے انتہائی محبت تھی وہ آپ کو بچپنے ہی میں دیکھ فرماتی تھیں۔''اختر مجھے تجھ سے صحابہ کی خوشبوآتی ہے۔''

مولانا محمود حسن صاحب (شیخ الہندرحمہ اللہ) بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں جب مولوی الیاس کو دیکھتا ہوں تو مجھے صحابہ یادآجاتے ہیں،بعض دفعہ ایسی چیزوں کا اظہار ہوتا تھا کہ عام بچوں کی سطح سے اونچی ہیں،آپ کے ہم عمراور ہم مکتب ریاض السلام صاحب کاندھلوی بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مکتب میں پڑھتے تھے،ایک دن آپ لکڑی لیکرآئے اورکہا آؤ میاں ریاض السلام چلو بے نمازیوں پر جہاد کریں۔

پڑھانا سیکھیں!

سب سے اہم بات جس کا ذہن بنانا ہوگا وہ یہ ہے کہ تدریس خود سیکھنے کا تقاضا کرتی ہے،اس لیے ہر عالم یہ سمجھ لے کہ مجھے ''پڑھانے'' کو سیکھنا ہے، جیسے ہم عصری شعبوں میں دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹراورانجینئر کے لیے بغیر (house surgeon) یاماہر کی زیرِنگرانی(assistant) کی طرح کام کے بغیر آگے بڑھنے کی صورت نہیں ہوتی، اور نہ ہی لوگ اس کے بغیران سے استفادے کے روادار ہوتے ہیں،یونیورسٹی میں پڑھانے کے لیے بی ایڈ(B.Ed) کی ڈگری ضروری ہے تو قرآن و حدیث کی امانت میں تساہل کیسے برداشت کرلیا جائے؟!کیا یہ بات تعجب کی نہیں کہ شعبان تک جو طالب علم تھا وہ دو ماہ بعد مسندِ تدریس پر براجماں ہوجائے بغیر کسی تجربہ ورہنمائی کے، گویا مبتدی طالب علم کو نوآموز مدرس کے لیے تدریس سیکھنے کے لیے تختۂ مشق بنادیا جائے۔

جیسے نئے مدرس کو فوقانی درجے کی کتاب نہیں دی جاسکتی تو ابتدائی سال میں جن میں استعداد بنا کرتی ہے، وہاں مبتدی طلبہ کو نئے استاذ کے آگے تختۂ مشق بنانا بھی محلِ نظر ہے۔

پھر یہ بھی عجیب طرزِ عمل ہے کہ ایک مدرس کے پاس اگر تین سبق ہیں تو وہ تین الگ الگ فنون کے ہیں، وہ بھی اس کے ذوق کی رعایت کے بغیر، نیز وہ اسباق بھی بعض مرتبہ ہر سال بدل رہے ہوتے ہیں یا "بدلوائے" جاتے ہیں، حالاں کہ ایک کتاب کو تین سے چار مرتبہ جب پڑھایا جائے تو اُس وقت گویا خود مدرس کو صحیح معنوں میں وہ کتاب سمجھ میں آنا شروع ہوتی ہے، اس کے بعد ہی تفہیم اور اس کے بعد تسہیل تفہیم کا ملکہ پیدا ہونا شروع ہوتا ہے، اس وقت تو صورت حال یہ بنی ہوئی ہے کہ دو ایک سال ایک کتاب پڑھا کر ابھی مناسبت قائم ہونا شروع ہوئی ہوتی ہے کہ اس کو کسی نئے فن کی کتاب سے دوستی کرنی پڑ جاتی ہے، یا وہ خود چاہت کرنے لگتا ہے۔

بعض حضرات کا خیال تو ایسا ہے کہ جو فن نہیں آتا وہ کتاب پڑھاؤ چند سالوں میں وہ فن آجائے گا، جبکہ یہ نظریہ نامعقول اور علمی خیانت ہے، ہونا تو یہ چاہئے کہ جو فن آتا ہے وہی پڑھاؤ، اور جو فن نہیں آتا وہ کسی کے پاس شاگرد بن کر پڑھلو، بجائے اس کے کہ ہر استاذ متنوع فنون سے نبرد آزما ہو، ذوق واستعداد کے لحاظ سے مختلف مدرسین کو الگ الگ فنون میں سے گزار کر رسوخ پیدا کرا کر تیار کیا جائے، چند سال بھی نہیں گزریں گے کہ انہی نوعمر اساتذہ میں سے، ہر فن کے لیے کہنہ مشق استاذہ مہیا ہو چکے ہوں گے۔(۱)

نوکیا کمپنی جب بکنے لگی اور مائیکروسافٹ اسے لینے کا اعلان کرنے لگا تو اس پریس کانفرنس کے دوران، نوکیا کے سی ای او نے اپنی تقریر کا اختتام یہ کہہ کر کیا: "ہم نے کچھ

(۱) مستفاد از: بینات، محرم الحرام 1440ھ-اکتوبر 2018ء

غلط نہیں کیا، لیکن پھر بھی ہم ہار گئے ۔" اس کے ساتھ ہی، پوری مینجمنٹ ٹیم، بشمول وہ خود سب رو پڑے ۔ نوکیا ایک قابل احترام کمپنی تھی۔ اس نے اپنے کاروبار میں کچھ غلط نہیں کیا لیکن دنیا بہت تیزی سے بدلی اور وہ سیکھنے سے محروم رہے اور وہ تبدیلی سے محروم ہو گئے، اور اس طرح انہوں نے ایک قیمتی موقع ضائع کر دیا جو کہ ایک بڑی کمپنی بننے کا تھا۔ انہوں نے نہ صرف بڑی رقم کمانے کا ایک موقع گنوایا، بلکہ انہوں نے زندہ رہنے کا موقع بھی گنوا دیا! اس کہانی کا پیغام : اگر آپ تبدیل نہیں ہوتے ہیں تو آپ مقابل لوگوں سے ہار جائیں گے اور ماضی کی داستان بن جائیں گے۔ اگر آپ نئی چیزیں نہیں سیکھنا چاہتے اور آپ کے خیالات اور ذہنیت وقت کے ساتھ نہیں بدل رہی تو آپ وقت کے ساتھ ختم ہو جائیں گے! انسان تب تک کامیاب رہتا ہے جب تک وہ سیکھتا ہے، اور اگر اسے لگتا ہے کہ اس نے کافی کچھ سیکھ لیا ہے اور یہ اسکے لیے کافی ہے تو اس نے اپنے آپ کو ناکامی کی طرف دھکیل دیا ہے

تربیتی نظام کو عیب نہ سمجھیں

حضرت مولانا احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں : آج کل پڑھانے کے انداز بھی جگہ جگہ مختلف ہیں اور موجودہ زمانہ تو تحقیقات کا زمانہ ہے، نئی نئی تحقیقات ہو رہی ہیں، کہیں "کاپودا" والا طریقہ جاری ہے، کہیں نورانی قاعدہ والا طریقہ چل رہا ہے، اس لیے میں تو آپ سے کہتا ہوں کہ آپ ان تمام طریقوں سے واقف ہو جائے، اس لیے کہ آپ تو معلم ہیں، آپ کو تو سارے ہی طریقے معلوم ہونے چاہئیں، اور اپنے شاگردوں میں کونسا طریقہ زیادہ مناسب ہے، اس کے مطابق تعلیم دیں، آج تو ان طریقوں کو سکھانے کے لیے اہل علم کو دعوت دی جاتی ہے، تو ان کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان کی غیرت کو چیلنج کیا جا رہا ہے، کہتے ہیں کہ نو سال ہم نے یوں ہی حرام کے

بگاڑ رہے ہیں۔ "إنا للہ و إنا إليه راجعونؒ"

آج کل بڑے بڑے ڈاکٹر اور اپنے فن کے ماہرین بھی اس ضرورت کو سمجھتے ہیں، کوئی آنکھ کا اسپیشلسٹ (Specialist) ہے اور کوئی ہارٹ کا اسپیشلسٹ ہے لیکن آپ اخباروں میں پڑھیں گے کہ اشتہار دیتے ہیں کہ اتنے دنوں کے لئے فلاں کا کلینک (Clinic) بند رہے گا، پوچھتے ہیں۔ کیوں بند رہے گا؟ تو بتایا جاتا ہے کہ وہ مزید علم اور مزید تجربات حاصل کرنے کے لیے امریکہ جارہا ہے، وہ لوگ تو اخباروں میں دے رہے ہیں اور کوئی بھی اس کو اپنی بے عزتی نہیں سمجھتا اور آپ کا نام تو کسی اخبار میں نہیں آرہا ہے، پھر بھی آپ اس کو بے عزتی سمجھتے ہیں، حالاں کہ ایک مومن کو تو ہر وقت علم کا پیاسا ہونا چاہیے۔

ایک کلکٹر صاحب کے ریٹائر ہونے میں صرف چھ مہینے باقی تھے، اتنے میں ان کے لئے سرکاری طور پر ٹریننگ کا وقت آگیا تو خوشی خوشی چلے گئے، اتنا بھی نہیں سوچا کہ میرے ریٹائر ہونے میں صرف چھ ماہ باقی ہیں، اب ٹریننگ کر کے فائدہ کیا ہے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ ہمارے اطراف کے دیہات میں کسی زمانے میں یہ سلسلہ جاری ہوا، اور مدرسین کو تدریب (training) کے لیے پروگرام (program) رکھا گیا تو اس کو انھوں نے اپنی توہین سمجھ کر سارے مدرسین مستعفی ہو گئے، حالاں کہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، ہمیں تو ہر وقت یہ تعلیم دی گئی ہے کہ "كلمة الحكمة ضالة المومن فهو أحق بها حيث وجدها" (۱) حکمت اور دانائی کی بات تو ایک مومن کا گم شدہ خزانہ ہے، جہاں ملے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے، جیسے: ہمارا گم شدہ فون ہو اور وہ ہمیں راستے میں کہیں پڑا دکھائی دے تو کیا ہم لوگوں سے پوچھیں گے کہ اس کو لوں یا نہ لوں؟ بلکہ فوراً ہاتھ بڑھا کر لے لیں گے، کیوں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ فون میرا

(۱) سنن ترمذی: حدیث ۲۶۷۸:

ہے، اگر کوئی روکے گا تو اس سے لڑیں گے کہ یہ تو میرا ہے، اسی طریقے سے مفید بات اور مفید کام بھی ہماری گم شدہ متاع ہے، جہاں بھی مل جائے، اس سلسلہ میں بہت زیادہ متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

آج تربیت کو شرمندگی کا سبب سمجھنے کی وجہ سے بعض ائمہ کرام ایسی نماز پڑھاتے ہیں کہ بعد میں نماز دہرانی پڑتی ہے، مگر وہ لوگوں کی نظر میں قاری القرّاء شمار ہوتے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جب ''مرو'' تشریف لائے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جلالتِ شان، رعب ودبدبہ کی وجہ سے کوئی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو نہیں کرسکتا تھا، حتی کہ آپ کی مجلس میں تعظیم کی بنا پر سانس کی آواز بھی آتی تھی، علامہ اسماعیل بن حسین رحمۃ اللہ علیہ آپؒ کی مجلس میں عبارت پڑھا کرتے تھے، ایک دن علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ ''میرا جی چاہتا ہے کہ'' تم مجھ سے پڑھنے والے طلبہ کے نسب کے بارے میں ایک جامع کتاب لکھ کر مجھے دیدو، تاکہ میں اس کا مطالعہ کروں، کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ ان کے بارے میں لاعلمی کی حالت میں میری موت آجائے'' شیخ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے پوچھا کہ'' آپ نسبوں کا تذکرہ شجرہ کی شکل میں لکھوانا چاہتے ہیں یا مضمون کی شکل میں؟'' حضرت نے فرمایا کہ ''شجرہ کی بات یاد رکھنا مشکل ہے، میں ایسا مضمون چاہتا ہوں جو میں یاد کرسکوں'' موصوف نے حضرت کے حکم کی تعمیل میں ایک کتاب مرتب فرمائی جس کا نام ''الفخری'' رکھا، اور اسے لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب میں داخل ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گدّے سے ہٹ کر چٹائی پر تشریف فرما ہوئے، اور مجھے باصرار ڈانٹ کر اپنے گدّے پر بٹھایا، اس کے بعد میرے سامنے میری لکھی ہوئی کتاب خود پڑھی شروع کی، جو بات سمجھ میں نہیں آتی اس کے متعلق

سوال کرتے جاتے، یہاں تک کہ پوری کتاب ختم کرلی ،اس کے بعد فرمایا کہ’’اب تمھاری مرضی جہاں چاہو بیٹھو، اور یہ وہ علم ہے جس میں تم میرے استاذ ہو،اور میں تم سے استفادہ کرنے والاتمھارا شاگرد ہوں،اور طالبِ علم کے لئے ادب یہی ہے کہ وہ استاذ کے سامنے بیٹھ کر پڑھے‘‘۔

اس واقعہ کے بعد شیخ محمد عوآمہ لکھتے ہیں: واقعہ میں دو باتیں مزید قابل لحاظ ہیں:

(۱) حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا علم کی طلب کا اس قدر شوقین ہونا کہ فرمایا’’میں اس علم سے جاہل ہونے کی حالت میں مرنا نہیں چاہتا‘‘یہ ان کے علمی شغف کی بڑی دلیل ہے۔

(۲) شیخ عزالدینؒ کی عمر اس وقت ۳۴ سال کی تھی جبکہ امام رازی کی عمر ۶۲ سال کی تھی ،یعنی اپنی اولاد کی عمر والے شاگرد سے اپنی جلالتِ شان کے باوجود طلب وتواضع کی مثال قائم کردی۔(۱)

تربیت کے لیئے مرشد ضروری ہے

شوال ۱۴۰۳ھ کے ماہنامہ البلاغ کے مضمون میں شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ لکھتے ہیں:

’’دار العلوم دیوبند اور اس کے فیض یافتہ دوسرے دینی مدارس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہوں نے علم برائے علم کو کبھی مقصد نہیں بنایا، چناں چہ وہاں کے تمام طلبہ درسیات سے فراغت کے فوراً بعد کسی شیخ کامل سے اصلاح وتربیت کا تعلق قائم کرلیتے تھے۔‘‘

آگے تحریر فرماتے ہیں :’’افسوس کہ اب دینی مدارس اوران کے فارغ التحصیل

---

(۱) معالم ارشادیہ: ۲۳۳،بحوالہ: فکر انگیز اور کارآمد باتیں: ۱۴۷

حضرات میں اپنی اصلاح وتربیت کا ذوق ختم ہوتا جارہا ہے، بلکہ بہت سی جگہوں پر سلوک وتصوف اور تربیت وارشاد کو مدفضول سمجھ لیا گیا۔“

البلاغ ہی کے جمادی الثانیہ ۱۴۰۴ھ کے شمارے میں ”دینی مدارس-نصاب ونظام“ کے عنوان کے تحت حضرت لکھتے ہیں :

”کوئی مادہ پرست کہہ سکتا ہے کہ ان باتوں کا مدرسے کے مقاصد پورے ہونے اور اچھے طلبہ کی پیداوار سے کیا تعلق ہے؟ مگر ہم اکابر علماء دیوبند کے نام لیوا ہیں، ان باتوں کو مدرسے کی کامیابی اور ناکامی سے بے تعلق نہیں قرار دے سکتے۔ان مدارس کی بنیاد اخلاص للہیت اور تقویٰ پر ہے الخ۔“

”اس لیے استاذ کا دین وعمل کے میدان میں نمونے بننا از حد ضروری ہے، مگر یہ بات صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ۔اس لیے طلبہ کے لیے نہ سہی، ہر فاضل کو تو اس کی ضرورت محسوس ہونی چاہیے اور نہ ہو تو کرانی چاہیے کہ کسی شیخ سے تعلق قائم کرکے تعلق مع اللہ کے مدارج طے کرنے ہیں“۔(۱)

یہ بچے ہمارے پاس امانت ہیں

حضرت مولانا محمد حنیف عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم اپنی کتاب ”مثالی استاذ“ میں لکھتے ہیں جو بہت ہی چشم کشا اور بصیرت افروز ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

”مسلمانوں کے بچے آپ کے پاس امانت ہیں ...... اس بات کو دل میں اتارنے کے لیے آپ اکیلے میں اپنے آپ کو مخاطب کر کے سمجھائیں کہ امت نے مجھ سے بہت سی امیدیں باندھ رکھیں ہیں، اسی وجہ سے امت نے مجھ پر اعتماد کر کے اپنے لخت جگر ونور نظر کو میرے حوالے کیا ہے، والدین نے اپنی سب سے قیمتی اور اہم

(۱) بینات، محرم الحرام 1440ھ-اکتوبر 2018ء

متاع کی رکھوالی اور نگرانی میرے سپردگی ہے، امت کا سب سے معصوم طبقہ میرے حوالے کردیا گیا ہے، شاہین اذہان کے مالک ہونہار بچے ماں باپ نے میرے پاس بھیج دیئے ہیں، ان میں سے بعض ماں باپ ایسے بھی ہیں، جن کو خود ان بچوں کی خدمت کی ضرورت ہے، لیکن پھر بھی انھوں نے علم کی خاطر اللہ تعالی کو راضی کرنے کے جذبے سے انھیں میرے پاس بھیجا ہے، اب ذمہ داری مجھ پر ہے کہ میں اس امانت کا صحیح حق ادا کرتا ہوں یا نہیں؟ جس اعتماد سے انھوں نے میرے پاس بھیجا ہے، اس کی رعایت رکھ کر ان کے اعتماد کو قائم رکھتا ہوں یا نہیں؟ بچوں کے اوقات کی حفاظت کا انھوں نے مجھے ذمہ دار بنایا ہے، کیا میں اس ذمہ داری کا خیال رکھتا ہوں یا نہیں؟ امت اپنے بچوں کے مستقبل کی باگ ڈور میرے ہاتھ میں دے کر خود اپنے مشاغل میں لگ گئی، کیا میں ان کے اچھے مستقبل کی تعمیر کر رہا ہوں یا نہیں؟ امت کے نونہالوں کا مستقبل محفوظ ہاتھوں میں ہے یا نہیں''؟

قیامت میں ان بچوں سے متعلق سوال کیا جائے گا

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک میرے لیے کافی ہے''کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته''

(۱) تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، یعنی جو بچے میرے پاس حصول علم کے لیے آرہے ہیں، یہ میری رعیت ہیں اور قیامت کے دن ان میں سے ہر ہر بچے کے بارے میں مجھ سے سوال کیا جائے گا، ہر ہر بچے کی تعلیمی قابلیت کو بڑھانے کے لیے میں نے کیا اقدامات کیے؟ اپنی کتنی صلاحیتیں لگائی ہیں؟ کتنے بچوں کی پے در پے کوتاہیوں اور شرارتوں کو صبر کے

(۱) صحیح بخاری، حدیث : ۲۵۵۴

ساتھ برداشت کیا، انھیں لعنت وملامت کرنے اور مارنے پیٹنے کی بہ جائے راتوں کو تہجد میں اٹھ کران کا نام لے کر اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعائیں مانگی ؟

کتنے بچوں کی کند ذہنی کی وجہ سے انھیں اضافی وقت کی قربانی دے کران کی استعداد بڑھانے کی کوشش کی ؟ کتنے بچوں اور بچیوں کے لیے فرض نمازوں کے بعد نام لے کر دعا مانگی ؟ کتنے بچوں کو نماز کے فضائل اتنے یاد کروادیے کہ اب ان کی جماعت سے نماز نہیں چھوٹے گی، والدین کی عزت اور بڑوں کے ادب واحترام پر اتنی ذہن سازی کردی ہے کہ اب بے ادب نہیں بنیں گے۔

ہر طالب علم کے متعلق فکر یہ ہو کہ قیامت کے دن جب طلبہ کے بارے میں پوچھ ہوگی تو کیا جواب ہے آپ کے پاس؟ کیا واقعی آپ وہ کچھ کر رہے ہیں جو آپ کا فرض بنتا ہے؟

ایک طالب علم جو آپ کے سامنے بیٹھا ہے، یہاں تک پہنچنے میں بہت سے لوگوں کی انتھک محنت اور دعاؤں کا نتیجہ اور بہت سے لوگوں کی امیدوں اور تمناؤں کا مرکز رہا ہے، لہٰذا استاذ کو چاہیے کہ وہ ان گزرے ہوئے مراحل کو سوچے اس کی نزاکتوں کا تصور کرے، اور پھر یہ فیصلہ کرے کہ اگر مجھ سے اس تدریس کا حق ادا ہوگیا تو یہ تدریس اللہ تعالی کے خزانوں سے میرے لیے دنیا وآخرت میں انعامات دلوانے کا سبب بنے گی ،اس کی وجہ سے نہ صرف مجھ پر بلکہ میری آل واولاد پر بھی رحم کیا جائے گا، اللہ تعالی کی نورانی مخلوق فرشتے میرے لیے دعا کریں گے، مچھلیاں میرے لیے دعا اور استغفار کریں گی، اور چیونٹیاں میرے لیے دعا کریں گی اور اگر راہ پر چلتے چلتے موت آ گئی اور گناہوں سے بچتا رہا تو اللہ تعالی کے یہاں میرا ایک مقام ہوگا، اور خدا نہ کرے اس خدمت کا حق ادا نہ ہوا، اور امانت میں خیانت ہوئی تو پھر یاد رکھیے کہ پھر یہی خدمت

رحمت کی بہ جائے زحمت اور نعمت کے بہ جائے کلفت بن جاتی ہے۔(۱)

طریقۂ تعلیم سے ناواقفیت کا نتیجہ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الندویؒ فرمایا کرتے تھے کہ: تعلیم کا کام پتّہ مارو کام ہے۔ تعلیم کا فن مہارت چاہتا ہے، معلم اگر بچوں کی نفسیات سے واقف ہو اور سوز جگر کے ساتھ ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کر دے اور ان کو تشویق کے ذریعہ مانوس کرے تو بچوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔''لسان نبوت سے ارشاد فرمودہ یہ نصیحت کہ''بشروا ولاتنفروا''(۲) اولاً تبشیر پیش نظر رہے تو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے، مگر افسوس کہ بہت سے مقامات پر معلمین تعلیم کے کام سے کماحقہ واقف نہ ہونے کے سبب اچھے نتائج حاصل نہیں کر رہے ہیں، جس طرح دنیوی امور میں آسانی کے لیے نت نئے طریقے ایجاد ہو رہے ہیں، نئے نئے تجربات کیے جا رہے ہیں، ضروری ہے کہ حالات کو سامنے رکھ کر صحیح دین عام امت تک آسانی سے پہنچانے کے لیے آسان طریقے اپنائے جائیں۔

مکاتب کے لیے دردمندی کے ساتھ عزم ونظم کی ضرورت ہے

حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا : خدا کے فضل سے ابھی بیسیوں مقامات پر ایسے صاحب عزم وصاحب درد مسلمان موجود ہیں جو اگر اس مہم کو لے کر کھڑے ہو جائیں اور اس کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیں اور اس کو اعلی درجے کی عبادت اور دینی خدمت تصور کریں، جس میں کسی صاحب فہم مسلمان کے نزدیک کسی شے کی گنجائش نہیں تو یہ مسئلہ جو اس وقت لاینحل معلوم ہوتا ہے بہت آسانی کے ساتھ حل ہو جائے گا، لیکن شرط اول عزم اور شرط ثانی نظم ہے، اور ان دونوں کی موجودگی ہر مشکل کو آسان اور ہر ناممکن کو ممکن

---

(۱) مکاتب کی اہمیت، احساس ذمہ داری)

(۲) مسند احمد، ۲۵۲

بنا سکتی ہے۔

اساتذہ میں احساسِ ذمہ داری کا فقدان

والدین کی توجہ اور بچوں کی رغبت کے باوجود تعلیم گاہوں میں آنے کے بعد بھی بچے علم سے محروم رہ جاتے ہیں، اس کی بڑی وجوہات میں سے ایک وجہ اساتذہ کرام کا رویہ اور اپنے فرائض میں کوتاہی بھی ہے، اسلامی رو سے استاذ کی کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ اساتذہ ادارے اور بچوں کے والدین کے امین بھی ہیں، جنہوں نے بچوں کے مستقبل کی باگ دوڑ ان کے ہاتھوں میں تھمادی ہے، استاد کے دل میں دوطرفہ دیانت داری وامانت داری کا احساس پیدا ہونا بہت ضروری ہے، ورنہ یہ علم کے فروغ میں رکاوٹ کے علاوہ امانت کے تقاضے بھی ضائع کرنے کا جرم شمار ہوگا، اساتذہ کو ان کے منصب اور منصب کے تقاضوں سے آگاہی کے لیے قاری صدیق صاحب باندویؒ کی کتاب آداب المعلمین وغیرہ کتابیں پڑھتے رہنا چاہئے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: اگر فرات کے کنارے ایک بکری بھی ناحق مرگئی، تو میرا گمان ہے کہ روز محشر اللہ تعالی مجھ سے اس کے متعلق پوچھے گا۔

"عن داود بن علي قال: قال عمر رضي الله عنه"لو ماتت شاة على شط الفرات ضائعة، لظننت أن الله عز وجل سائلي عنها يوم القيامة"۔(۱)

امانت وذمہ داری کا احساس ہے تو جانور کا بھی خیال آجاتا ہے، ورنہ امت کی نسل کا بھی احساس نہیں پیدا ہوتا، جنگل میں ایک چرواہے سے بکری ذبح کرنے کی درخواست حضرت ابن عمرؓ نے فرمائی اور مالک کے علم کے بغیر فروخت کرنے کا

(۱) محض الصواب فی فضائل أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب: ۲/۶۲۱

بطور امتحان مطالبہ کیا تو جنگل میں چرواہے کو امانت کا احساس ہے تو کہتا ہے ”فأين الله“، بکریوں کا مالک تو نہیں دیکھ رہا ہے، مگر چرواہے کا مالک تو دیکھ رہا ہے، کاش ہمیں مسجد، مکتب اور درسگاہ میں یہ احساس پیدا ہوجائے جو چرواہے کو جنگل میں ہوا تھا۔

☆ مدرس اپنے کام کو رزق کا وسیلہ نہیں بلکہ دینی خدمت تصور کرے۔

☆ معلم کو چاہیے کہ وہ اپنے دل کو صاف رکھے کسی طالب علم سے ناخوش ہو کر کینہ نہ رکھے اس سے دل سیاہ ہوتا ہے۔

☆ ٹیوشن کا سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ شاگرد استاذ کو اپنا نوکر سمجھتا ہے، نیز طالب بن کر دردر گھومنا یہ علم کی توہین ہے۔

☆ جس مدرس کو اپنے کام کا انشراح ہو جاتا ہے، اس کے لیے مکتب کی خدمت اور بچوں کی تعلیم وتربیت کا کام بہت آسان ہو جاتا ہے اس کے لیے کوئی مشکل مشکل نہیں رہتی۔

مکاتب کی تعلیم کمزور ہونے کی وجہ؟

رہنمائے مکاتب میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ اکثر مکاتب میں تعلیم کی بنیاد کمزور ہے اور نصاب کی بھی تکمیل نہیں ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے سات سال مکتب میں حاضری کے باوجود بچوں کا ناظرہ مکمل نہیں ہوتا اور معلمین وقت کی قلت کی شکایت کرتے ہیں، نیز یہ بھی محسوس کیا کہ جس ترتیب سے پڑھایا جا رہا ہے اس کی وجہ سے بچوں کی صلاحیتیں ابھرنے کے بجائے ماند ہو جاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچوں کو پہلے حرفوں کے نام رٹاتے ہیں، پھر زبر، زیر، پیش والی تختیاں یاد کراتے ہیں، پھر جزم، سکون اور تشدید وغیرہ یاد کراتے ہیں، بچوں کے لیے یہ تمام چیز میں اجنبی اور غیر

مانوس ہوتی ہیں، ان کے رٹنے اور یاد کرنے میں بچوں کو دشواری بھی ہوتی ہے اور دیر بھی لگتی ہے اور بسا اوقات وہ ایسے الجھ جاتے ہیں کہ ان کو پڑھنے سے گھبراہٹ ہونے لگتی ہے، ہم اس کو بچے کی شرارت یا کم شوقی سمجھتے ہیں ؛ حالاں کہ یہ فطری بات ہے کہ بے سمجھی چیز سے الجھن ہوتی ہے۔ معلمین حضرات بچے کی فطری صلاحیتوں میں سے صرف قوت حافظہ (یعنی یاد کرنے اور یاد رکھنے کی صلاحیت) کا ہی استعمال کرتے ہیں، دوسری صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا بھی خیال بھی نہیں آتا؛ حالاں کہ کسی کام کے لیے صرف ایک صلاحیت مثلاً قوت حافظہ سے کام لینا پڑے تو وہ بہت مشکل معلوم ہوگا اور اس کے پورا ہونے میں وقت بھی زیادہ صرف ہوگا، لیکن اگر دوسری طاقت مددگار ہو جائے تو سہولت ہو جاتی ہے اور اگر کہیں تیسری طاقت بھی شامل کرلی جائے تو کام بہت آسان ہو جاتا ہے اور اس کے مکمل ہونے میں وقت بھی کم صرف ہوتا ہے۔ مثلاً کسی غیر معروف اور اجنبی زبان جیسے سنسکرت یا چینی زبان کے کچھ الفاظ یاد کرنے پڑیں تو ہم اس کو اپنے حق میں ایک آزمائش تصور کریں گے، ان الفاظ کو یاد کرنا بہت مشکل ہوگا اور یاد رکھنا اس سے زیادہ دشوار ہوگا، اس کے مقابلے میں اپنی جانی پہچانی زبان کے الفاظ یاد کرنے ہوں جن کے معنی ومفہوم ہم سمجھتے ہیں تو ہم اس کو نہایت آسانی سے یاد کر لیں گے، یہ آسانی اس لیے پیدا ہوئی کہ ان معروف الفاظ کے یاد کرنے میں صرف قوت حافظہ سے کام نہیں لیا گیا؛ بلکہ قوت فہم وفکر کی صلاحیت سے بھی مدد لی گئی ہے، دو طاقتوں کے ملنے سے یقیناً کام آسان ہوتا ہے، ان الفاظ کو اگر دو تین مرتبہ لکھ بھی لیں تو اور بھی زیادہ سہولت ہو جاتی ہے ؛ کیوں کہ اس وقت ایک تیسری طاقت ؛ یعنی ہاتھ سے لکھنے کی قوت بھی مل جاتی ہے۔ اس لیے معلمین کوئی ایسی صورت اختیار کریں کہ بچہ پہلے ہی دن سے کچھ مطلب سمجھنے لگے اور اس میں یہ اعتماد پیدا ہو جائے کہ مجھے کچھ آ گیا ہے: یعنی قوت حافظہ کے ساتھ قوت فہم اور خود اعتمادی بھی کام کرنے لگے تو ان سب طاقتوں

کے ملنے سے کام آسان ہوگا اور نصاب مع عمدہ کیفیت وقت سے پہلے مکمل ہوگا،اس کے لئے مکتب کے تعلیمی انتظامی نظام کو قریب سے سمجھنا ہوگا۔(رہنمائے مکاب)

اساتذہ کی کوتاہی کا وبال

سابق ناظم جمعیت علماء ہند حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ فرماتے ہیں : جو کام جس درجہ اہم اور ضروری ہوتا ہے اور جس کی منفعت عام اور ہمہ گیر ہوتی ہے اس کی دائیگی میں اگر سستی اور کوتاہی کی جائے تو اس کا وبال بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے،لہذا اس عظیم الشان بنیادی خدمت میں اگر آپ خدانخواستہ لاپرواہی برت تے ہیں اور اس کوشش کو خانہ پری کے طور پر انجام دیتے ہیں تا کہ آپ کی تنخواہ واجب ہو جائے تو ظاہر ہے کہ آپ نہ صرف اس بچے کے حق میں خیانت کر رہے ہیں بلکہ آپ پوری ملت پوری نوع انسان کے حق میں خیانت کر رہے ہیں بلکہ ساری مخلوق کی نظر میں آپ مجرم بن رہے ہیں اور بہت بڑی تباہی کا بار آپ اپنے سر لے رہے ہیں۔(۱)

اگر مکتب منظم ومؤثر ہوتا تو آج کوئی نوجوان بے دین نہ ہوتا

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: مکاتب اپنے علاقوں میں زمانے سے چل رہے ہیں،جہاں جہاں مکاتب قائم ہیں اگر وہ اصولوں کے ساتھ چلتے،بچوں کے وقت کی حفاظت،ان کی تربیت کی طرف سنجیدہ توجہ کی جاتی تو آج کوئی مسلمان جوان بے دین نہ ہوتا،بہت سے بچے مکتب پڑھنے کے باجود ان بچوں سے بھی بدتر ہیں جو مکتب نہیں پڑھے ہیں،ظاہر ہے یہ مدرس کی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔

---

(۱) مسئلہ تعلیم،طریقۂ تعلیم ۸:

انقلابی تبدیلی کی ضرورت

اس بات کی شدّت سے ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ جزوقتی مکاتب کے پورے نظام کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیاجائے۔ یہاں دی جانے والی تعلیم کے اثرات کا جائزہ لیاجائے اور اصلاح حال کا ایک جامع اور وسیع منصوبہ بنایاجائے۔اس سلسلے کی سب سے پہلی کڑی جزوقتی مکاتب کے اساتذہ کی تربیت کے ایک پروگرام کو بروئے کار لایاجائے، جس میں قرآنی تعلیم کے متعلق روایتی انداز کو بدلا جائے،یہ اہم نہیں کہ ہم جیسا پڑھے ہیں ویسے پڑھائیں ،بلکہ اہم یہ ہے کہ جیسے پڑھانا چاہئے ویسے پڑھائیں گے،اجتماعی وانفرادی قرآنی تعلیم کے مثبت ومفید طریقے کی تربیت دی جائے،کہ وہ معصوم ذہنوں میں بچپن ہی سے اس بات کو راسخ کریں کہ قرآن کتاب ہدایت ہے اور بتدریج اِن بچوں کے سن وسال کے لحاظ سے قرآنی واقعات اور قرآنی احکام ان کے ذہن نشیں کیے جائیں۔اساتذہ کو تعلیم کے جدید طریقوں کی واقفیت دی جائے، بچوں کی نفسیات سے واقف کرایاجائے تاکہ وہ بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق تعلیم و تربیت کا کام انجام دے سکیں اور مکاتب کا نظام تعلیم وتربیت بھی پُرکشش اور دلچسپ بن سکے تو مکاتب میں بچوں کا رجوع بڑھے گا اور وہ ذوق وشوق کے ساتھ ان میں شریک ہوں گے ۔

جزوقتی مکاتب کے معلمین کے ٹریننگ پروگرام کے مقاصد

۱۔ اصول اور طریقہ ہائے تدریس سے واقف کرنا کہ وہ اپنی تدریس کو مؤثر بناسکیں۔

۲۔بچوں کی نفسیات کا علم ہونا تاکہ بچوں کی ذہنی وجسمانی کیفیت وصلاحیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے ساتھ مناسب ومشفقانہ رویہ اور ہمدردانہ رویہ پیدا ہو۔

۳۔طلبہ کی عمر اور ان کی اکتسابی صلاحیت کی بنیاد پر ان کے لحاظ سے مناسب نصاب کی ترتیب دے سکیں۔
۴۔انتظامی امور کے تقاضوں سے اساتذہ کو واقف کرنا۔
۵۔طلبہ کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کی نشو ونما، ان کے اندر اظہار خیال کی صلاحیت پیدا کرنا، ان کے اندر کا خوف دور کرنا، نشت وگفتگو کے آداب سے انھیں واقف کرانا اور انھیں نظم وضبط کا پابند بنانا، طلبہ میں اچھی عادت واطوار نماز کی پابندی اور طہارت ونظافت جیسی خوبیوں کو پروان چڑھانا، سرپرست حضرات، منتظمین اور دوسرے نمایاں افراد کا تعاون حاصل کرنا۔

کامیاب نظام کے چار بنیادی اصول

دنیا بھر میں کامیاب اسکول، کالجز اور یونیورسیٹیوں کا راز معلوم کیا گیا تو پتہ چلا کہ اس میں چار چیزیں بہت اہمیت کے حامل ہیں (۱) نصاب۔Syllabus (طریقہ تعلیم۔۳)TeachingMethod نظام ۴)System) نگرانی Supervision ان رازوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دینیات ایجوکیشنل و چیریٹیبل ٹرسٹ نے علماء، پروفیسران، وکلاء، اور ماہرین تعلیم ونفسیات کی باضابطہ ٹیمیں تشکیل دے کر بڑی عرق ریزی کے بعد اس کو ایک شکل دینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ملک کے تقریباً تمام صوبوں کے ہر اضلاع میں کامیابی کے ساتھ دینیات منظم مکتب چل رہے ہیں۔اسے گاؤں گاؤں تک پہنچانے کی ضرورت ہے مجھے امید ہے کہ آنے والے دنوں میں ''دینیات منظم مکتب'' ہمارے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے ایک بہترین رول ماڈل ثابت ہوگا۔
مذکورہ چار اصول کی روشنی سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دینی تعلیم کے لئے چوبیس گھنٹہ میں صرف ایک گھنٹہ وہ بھی بچے کے اسکول، ٹیوشن، ہوم ورک سے فارغ ہونے

کے بعد اپنے صوابدید کے مطابق صبح ۶ ؍ بجے سے رات ۱۰؍ بجت تک جو اس کے لئے سہولت ہولیا جائے، ۱۵؍ بچوں کا ایک بیچ بنایا جاتا ہے، درسگاہ نہایت صاف ستھرا، فرش پر بچھانے کے لئے نہایت عمدہ قالین کا استعمال ہوتا ہے، بہت خوبصورت تپائیاں لگائی جاتی ہیں، طلبہ کے مقابل میں بہترین بلیک بورڈ اور تعلیمی چارٹ آویزاں ہوتا ہے، معلمین و معلمات کو اپنے سینٹر میں پہلے تربیتی کورس لینا پڑتا ہے، وہ اپنے رہنما اصول کے مطابق باوقار انداز میں درسگاہ میں داخل ہوتے ہیں، مکتب کے طلبہ خوبصورت یونیفارم میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ اپنی اپنی مقررہ نشست پر بیٹھ کر پورے ایک گھنٹہ اپنے استاذ کے ساتھ حصول علم میں مصروف رہتے ہیں۔(۱)

ظاہر بات ہے کہ ان میں حالات وتقاضے کے لحاظ سے تبدیلی ناگزیر ہے تو ہر مدرّس کو اس متعلق آگاہ و باخبر رہنا ضروری ہے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ''ایک بات مزید یہ ہے کہ مکتب کے لیے اجتماعی نظام بھی بہت مؤثر ثابت ہوتا ہے، اس سے کمزور بچوں کو مدد ملتی ہے، اس کے لیے ٹریننگ کا نظام ہونا چاہیے، اور اس میں جدید ماہرین کا تجربہ حاصل کرنا چاہیے۔ ہر سال مکاتب کے اساتذہ کے لیے ٹریننگ بورڈ ہونا چاہیے۔ اس سے تعلیمی نظام بہتر ہوسکتا ہے''۔

ماضی اور حال کے مکاتب کا فرق

ہندوستان میں جہاں مکاتب عقیدہ وعمل کی ترویج و اشاعت کے اہم ذرائع ہیں، وہی دین کی حفاظت کے لئے مضبوط قلعے بھی ہیں، جب تک مکاتب کی نگرانی قابل ناظم اور بہترین معلم تعلیم کا کام کرتے تھے تب تک یہ سونا اگلتے تھے، اور نہایت قابل بچے ہوا کرتے تھے، مکتب کے بچے مدرسوں میں براہ راست یا تو درجہ حفظ میں داخلہ

---

(۱) 15 جنوری 2022، Al Hind)

لیتے تھے یا پھر درجہ عربی فارسی میں، چونکہ مکتب میں ابتدائی تعلیم مثلاً ناظرہ قرآن صحت کے ساتھ پڑھادی جاتی تھی، اردوفرفر پڑھ لیتے اور صحیح املا لکھنے کی استعداد پیدا ہوجاتی تھی، مگراب ایسا نہیں ہے مکتب کے بچوں کو مدرسوں میں جا کرکم ازکم دوسال قرآن ناظرہ اوراردواملا کی مشق کرنی پڑتی ہے تب جا کروہ حفظ یا درجہ عربی فارسی کے اہل قرار دئے جاتے ہیں۔

پہلے اپنی ذات کومتحرک کیجئے،وقت کم کام زیادہ ہے

حضرت مولانا علی میاںؒ نے فرمایا: دینی تعلیمی تحریک کوئی ایسی تحریک نہیں ہے جسے آپ سرسری نظر سے دیکھتے ہوئے گزرجائیں........ تحریک کی کامیابی کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ آپ خود اپنی ذات کومتحرک کریں، اپنے اندر جذبہ اور جوش اپنے ذہن ودماغ میں فکراوراپنے قلب وجگر میں احساس اورتڑپ پیدا کریں، آپ یہ سمجھیں کہ تحریک کے میدان میں جدوجہد کے لیے آپ تنہا ذمہ دار ہیں اوراپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے ہم میں سے ہرایک فردعزم کرے کہ صرف مجھ کوی تحریک چلانی ہے۔کسی منزل میں ایک دوسرے کا انتظار نہ کیجیے۔وقت کافی گذر چکا ہے اوراب وقت کم اورکام زیادہ ہے ایک دوسرے کا ساتھ ڈھونڈھنے کا وقت نہیں ہے۔خوداٹھے اورکام شروع کیجیے اوراس بات کا یقین رکھیے کہ اگرآپ کا مقصد صحیح ہے تو آپ کے ساتھ اللہ کی مدد آئے گی اوررفیق وکارکن خودبخود بہم ہوجائیں گے۔آپ کے ساتھ چلنے والے رفیقوں اورکام کرنے والے کارکنوں کی کمی باقی نہیں رہ سکتی آپ کے جذبے اورآپ کی لگن سے دوسروں کے لیے خودبخودکشش پیدا ہوجائے گی۔(۱)

(۱) تکبیرمسلسل: ۶۱۳

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب کی جوانی کی محنت

حضرت فرماتے ہیں پنجم و ششم کے زمانے سے ہی امامت تھی، مسجد قادریہ سعید آباد میں امامت تھی، فیض العلوم میں تدریس، دارالعلوم حیدرآباد جو پرانی جگہ پر تھا وہاں سائیکل سے حاضری، پھر عصر کی نماز میں سائیکل سے مسجد قادریہ حاضر ہوجاتا تھا، متولی سخت مزاج کے تھے، کتنی دور سے آرہا ہوں یہ بھی نہیں دیکھ رہے تھے، لیکن سائیکل اچھی رکھتا تھا، شکایت کا موقع کم دیتا تھا، پھر حضرت محی السنہؒ تشریف لائے تو خیرت آباد کی قطب شاہی مسجد میں استاذ کی ضرورت تھی مکتب پڑھانے، حضرت نے تبادلہ کردیا کہ خیرت آباد کی قطب شاہی مسجد جاکر پڑھائیں، سعید آباد سے خیرت آباد جانا گرمی کے موسم میں بھی چار بجے نکل کر عصر پڑھانے کے لئے مسجد آجانا، ایک دفعہ حضرت (محی السنہؒ) سے عرض کیا سائیکل پر اتنی دور جانا، آنا بہت مشکل ہورہا ہے تو حضرت نے فرمایا: سائیکل کی پائنڈل پر جب پیر رکھا کر تو سوچ لو کہ اگر ہمارے بڑے بھی ہمت ہارتے تو آج ہم حافظ نہ ہوتے، ہم دیندار نہ ہوتے، ہمارے بڑوں نے ہمت نہ ہاری تو ہمیں بھی ہمت نہیں ہارنی ہے تاکہ بعد کی نسل کو دین ملے، یہ سوچ لو مشکل آسان ہوجائے گی۔

حضرت محی السنہؒ کی محنت

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ''حضرت محی السنہؒ جوانی میں گاؤں گاؤں جاکر محنت کرتے، لوگوں کو دین سمجھاتے ہاتھوں میں چھالے پاؤں میں آبلے ہوگئے، یہ ان لوگوں سے ہم نے سنا جو حضرت کو دیکھے ہیں، اس قربانی کے بعد بدعت ختم ہوکر سنت زندہ ہوئی، حضرت محی السنہؒ فرماتے ہیں کہ ''کبھی کسی پر بوجھ نہیں بنا، کبھی چھنے وغیرہ رکھ لیتا وہی کھالیتا کسی پر دعوت وضیافت کا بھی بوجھ نہیں ڈالا''۔

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا تھا کہ ”اگر اللہ تعالی قیامت کے دن یہ پوچھے کہ کیالائے ہو،تو مولانا ابرار الحق صاحب کو پیش کر دوں گا“۔

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حکیم الامتؒ ابتدائی دور میں اپنی ذاتی رقم سے محنت کرنے لگے،لوگوں نے پھر بھی یہاں تک ستایا کہ آخر ترکِ وطن کرنا پڑا،اعظم گڑھ کی تحصیل پور میں رہنے لگے اور جب مدرسہ قائم کیا تو حضرت کے پاس کچھ نہیں تھا،۸--۱۰ فٹ کا ایک گڑھا کھود کر اس میں بال بچوں کو لے کر رہنے لگے،دوپہر کو اس کے اوپر چٹائی ڈال دیتے،پیشاب پاخانے کے لئے کھیت میں چلے جاتے،جب بارش ہوتی گڑھے میں پانی بھر جاتا تو قصبہ میں جا کر پناہ لیتے،اس طرح ابتدائی دور میں کام ہوا، پھر اللہ نے آپ کے ہاتھ عالمی شخصیات بنایا،ظاہر ہے ابتداء ہی سے قالین نہیں بچھائے جاتے۔(۱)

مولانا یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”میں کبھی سوچتا ہوں کہ خدانخواستہ اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ مجھ پر خدمت دین کے سارے دروازے بند ہو جائیں تو میں کیا کروں گا؟ میں ایسا گاؤں تلاش کروں گا جہاں کی مسجد غیر آباد ہو،وہاں جا کر اپنے پیسوں سے ایک جھاڑو خریدوں گا اور مسجد کو اپنے ہاتھ سے صاف کروں گا،پھر خود اذان دوں گا اور لوگوں کو نماز کی دعوت دوں گا،جب وہ مسجد آباد ہو جائے گی تو دوسری تلاش کروں گا،اور وہاں بھی ایسا ہی کروں گا۔(۲)

(۱) سب کے لئے،ابن غوری: ۲۴

(۲) سب کے لئے،ابن غوری: ۲۶

آج بھی یہ علماء تیار ہیں کہ اگر وہ دن آئے کہ پیٹ پر پتھر باندھنا پڑے تو ضرور باندھیں گے، دوسری سنتوں پر عمل کیا راحت ملی اس سنت پر عمل کریں گے، ہوسکتا ہے قوم کے بچوں کو ہدایت مل جائے، کیونکہ مکاتب کی تعلیم اس ملک میں بچوں نہ صرف ایمان بلکہ جان وعزت کی بھی حفاظت کی ضامن ہے، حضرت نظام الدین اولیاء دسترخوان پر مہمانوں کا پس خوردہ کھایا کرتے تھے، آخری عمر میں کمزوری آگئی خادم عبدالرحیم نے تازہ کھانا لایا مگر آپ نے انکار کردیا، اصرار کرنے پر فرمایا: دلی کی سڑکوں پر کتنی مائیں اپنے بچوں کو بھوکا سلادی ہیں، کھانے کا مجھے بھی من کرتا ہے، مگر نبی کی امت کے فاقہ کو دیکھ کر کھایا نہیں جاتا کہ کل میرے نبی کو کیا منہ دکھاؤں گا، آج کے علماء جو محنت ومجاہدہ کررہے ہیں وہ واقعتہ قابل تعریف ہیں۔ جو کام اہلِ ثروت کو کرنا چاہئے مالی تعاون کو اس کا بوجھ بھی اٹھارہے ہیں اور اپنی ذمہ داری بھی پوری کرکے قوم کے بچوں کے ایمان کی حفاظت کررہے ہیں۔

مکتب کے اقسام۔اہمیت ومقاصد

مکتب کی اہمیت

ہماری محنت کا میدان مکاتب کی خدمت بھی ہے، جو وقت کی اہم جنگ ہے، مکاتب کے مؤثر اور نتیجہ خیز ہونے کے لئے چند آداب کی رعایت ضروری ہے، مکاتب کی اہمیت الگ عنوان ہے(۱) مؤثر مکاتب کے اصول وآداب الگ عنوان ہے، سب سے پہلے اہمیت کا پتہ ہونا چاہئے، یہاں مکاتب کو منظم اور مؤثر بنانے کے اصول وآداب بیان کیے جائیں گے۔

☆ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ فرماتے تھے کہ: "مکاتب دینیہ اور مدارس اسلامیہ امت کے لیے ریڑھ کی ہڈی ہیں، اگر اس میں صحیح تعلیم وتربیت ہوگی تو امت ہر خطرے سے محفوظ رہے گی، ورنہ امت کا ایک بڑا طبقہ اس ملک میں مرتد ہوجائے گا۔" مکتب کو یوں سمجھیں کہ یہ قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہے، اگر آدمی کی ریڑھ کی ہڈی ٹھیک ہوتی ہے تو آدمی ٹھیک ٹھیک چلتا پھرتا ہے اور اگر ریڑھ کی ہڈی میں ذرہ بھی ادھر ادھر ہوجائے تو پھر انسان کا چلنا پھرنا اور بیٹھنا سب مشکل ہوجاتا ہے۔اسی طرح یہ مکتب اور مدرسے ہماری ایمانی زندگی کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔

☆ بقول مولانا شبیر احمد عثمانیؒ جو مقالات عثمانی میں ہے "قرآنی ناظرہ پڑھنے کے بعد بچہ سب کچھ ہوسکتا ہے، لیکن کافر نہیں ہوسکتا ہے"، اگر مکاتب اور مدارس میں صحیح طریقہ سے تعلیم وتربیت کا نظام قائم ہوگا تو امت کی بقا کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہوگا؛ ورنہ امت گمراہیوں میں مبتلا ہوجائے گی، آج مکاتب (خواہ صبیان ہو، بالغان ہو، یا نسوان ہو) نہ ہونے کی وجہ سے بعض علاقوں سے چالیس چالیس ہزار لڑکیاں مرتد ہوچکی ہیں، آئندہ کے احوال کیسے ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) اس پر مرتب کا مستقل رسالہ ہے جس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

☆حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مکاتب میں بچوں کی نفسیات کی رعایت کرتے ہوئے سوزِ جگر کے ساتھ پڑھایا جائے تو یہی مکاتب انقلاب پیدا کرسکتے ہیں، دو وقت کی روٹی بھوک مٹانے کے لئے، کپڑے بدچھپانے کے لئے، چھت رات گذارنے کے لئے جتنا ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ مکاتب کی تعلیم ضروری ہے۔

☆مسلمانوں کے لیے تین ضروری چیزیں: ایک مسلمان جہاں کہیں بھی رہے اور جہاں کہیں بھی رہنے جائے تو اس کو اپنا مکان بنانے سے پہلے تین چیزوں کی فکر کرنی چاہیے: (۱) نماز پڑھنے کے لیے مسجد یا عبادت خانہ۔ (۲) اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے چھوٹا مدرسہ یا مکتب۔ (۳) مرحومین کو دفن کرنے کے لیے قبرستان کا انتظام۔(۱)

☆مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ: حقیقت تو یہی ہے کہ مسلمانوں کے اندر دین کی بقا کا یہی ایک ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جہاں ہمارے اکابر نے بڑے بڑے جامعات قائم کئے وہیں قریہ قریہ مکتب کا نظام قائم کیا۔(۲)

☆اللہ نے قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، جو قرآن کی حفاظت کے لئے محنت کرے گا، قرآن کی برکت سے اس کی جان، مال وعزت کی حفاظت بھی ہوگی۔

مکتب کی تعریف

مکتب اور مدرسہ کا عرفی فرق یہ ہے کہ جہاں کل وقت کے لئے طلبہ کو تعلیم دی جاتی ہو وہ مدرسہ ہے، اور جہاں جز وقت کے لئے تعلیم دی جاتی ہو وہ مکتب ہے، اور جہاں استاذ خود جا کر طالبِ علم کو تعلیم دے وہ مکتب نہیں بلکہ ٹیوشن کہلاتا ہے۔

لفظ مکتب میں چار حروف ہیں (م۔ک۔ت۔ب)

(۱) ماہنامہ البلاغ اشاعتِ خاص بیادِ مفتی حضرت محمد شفیع صاحبؒ بحوالہ شیخ ابولفتاح ابوغدہؒ، ۳۱۶

(۲) ماہنامہ البلاغ اشاعتِ خاص بیادِ مفتی حضرت محمد شفیع صاحبؒ بحوالہ شیخ ابولفتاح ابوغدہؒ، ۳۱۶

م	سے	مدّرس
ک	سے	کمیٹی
ت	سے	تلامذہ
ب	سے	باپ (والدین)

ان میں دوحرف متحرک ہیں اور دو ساکن ۔م۔مدّرس اور ۔ت۔تلمیذ،ان دونوں کومحنت میں لگے رہنا ہے۔ک۔کمیٹی اور۔ب۔والدین کوتعلیمی معاملہ میں زیادہ دخل دیئے بغیرسکون سے معاونت میں لگے رہنا چاہیئے۔

قیامِ مکاتب کا حکم

مکتب کا قیام مدرسہ کے قیام کے مقابلے میں زیادہ ضروری ہے،مکتب کا قیام فرض عین ہے مدرسہ کا فرض کفایہ،چونکہ فرض عین والی تعلیم مکتب میں حاصل ہوجاتی ہے،جس کا حصول فرض ہے اس کے لیے انتظام بھی فرض ہے،فرض کفایہ اہم ہے یا فرض عین؟ یہاں نفس فرض بالیقین فرض کفایہ کے مقابلے میں اہم ہے،بعض وجوہات سے فرض کفایہ کا قیام بھی فرض عین بن جاتا ہے،جب سماج میں کوئی ڈاکٹر نہ ہوتو ڈاکر بننا فرض عین بن جاتا ہے،عام حالات میں فرض کفایہ،بشری ضروریات کا علم،گھر بنانا انسان کی ضرورت ہے،ضروریات اصلیہ میں سواری،گھر اور خادم داخل ہے،ان سب کا قیام فرض کفایہ کے درجے میں ہے،اگر مارکیٹ میں کوئی نہ رہے تو اب ٹیلر بننا فرض ہے،ورنہ بدن چھپانا مشکل ہوگا،مارکیٹ میں کوئی گاڑی بنانے والا نہ رہے تو اپنے گاڑی بنانا فرض۔اب فرض عین میں کیا کیا چیزیں آتے ہیں وہ آگے نصاب میں بتائی جائیں گی،کیونکہ اسباب فرض بھی فرض میں داخل ہے،نماز فرض ہے تو پھر غسل کرنا،وضو کرنا بھی ضروری ہوجائے گا۔

مکاتب کے چھ مقاصد

(۱)صحت عقائد(توحید،رسالت وآخرت ،اوربنیادی عقائد سے واقفیت)یہ بہت بنیادی مقصد ہے، ہربچہ مکتب کے بعد مدرسہ نہیں آتاہے،اسکول وکالج کی زندگی فتنوں سے بھری ہے،مکتب میں ایسی محنت ہوکہ اگر وہ شہوات کے فتنے میں مبتلاہوبھی جائے(نعوذباللہ)مگرشبہات کےفتنوں میں مبتلانہ ہو،کوئی گمراہ نہ کرسکے ،عقائدمحفوظ رہیں۔

(۲)صحت قرآن(تجویدسےقرآن پڑھناجس سےنمازدرست ہوجائے)

(۳)ضروری مسائل(بنیادی مسائل جن کاحاصل کرناشرعاًفرض ہے)

(۴)سیرت پاک(آپ ﷺ کی ذات سے متعلق وہ بنیادی معلومات جس سے رسالت وختم نبوت اورذاتِ پاک ﷺ سےمحبت ہوجائے)(۱)

(۵)اخلاق(تربیت کےوہ واقعات جس سےمسلمان بچوں کےذریعہ اسلامی تربیت کی نمائندگی ہوجائے)جس میں یہ کام کرنے ہوتے ہیں :[۱]نصیحت کریں،[۲]بری عادتوں پر اچھے انداز سے ٹوکے،[۳] بچوں کےلئے دعائیں کریں،[۴]اخلاقی کہانیاں سنائیں،دینیات والوں کے پانچ حصہ ہیں۔[۵]اپنے

(۱)دین کی بڑی باتوں سے جہالت کاعجیب قصہ:ایک مرتبہ ایک بہت بڑی گورنمنٹ سروس کے لیے انٹرویوہورہاتھا،انڈین سیول سروسز،جس سروس کی وجہ سے آدم کلکٹراورایسی او پی پوسٹ پرہوتاہےتوانٹرویومیں ایک مسلمان لڑکی بھی تھی،انٹرویولینے والے ایک صاحب نےان کوپوچھ لیاکہ :بہن!تم مسلمان ہو؛اس لیےتم کویہ سوال کرتاہوں کہ :بتاؤ!معراج کیاچیزہے؟اس لڑکی نے بےدھڑک جواب دیاکہ :معراج یعنی میراراج۔انٹرویولینےوالے نےکہاکہ : جس کواپنے مذہب کی اوراپنے نبی کی بات معلوم نہیں ہےوہ اتنی بڑی سروس اورخدمت کیسےانجام دےسکتی ہے؟لہٰذااس کوناکام(Failed) کردو۔

اخلاق سے متاثر کریں۔[۱]

(۶)محفوظات،متفرقات (کلماتِ اسلام،روزمرہ کی مسنون دعائیں،وظائفِ نماز، حفظِ سورتیں، وحدیثیں اور اذکار یومیہ یاد کروادینا)مگر یہ کام مندرجہ ذیل امور کی رعایت کے ساتھ ہونا ضروری ہے :(۱)حفظ میں پختگی (۲)رفتار دھیمی (۳)الفاظ صحیح (۴)لہجہ عمدہ (۵)اوقاف صحیح (۶)عمل کی ترغیب۔(۲)

(۷)دینی ذہن سازی ۔اس کے لئے بہت مفید طالب ہاشمی صاحب کی ۴۹ حصّوں میں کہانیوں کی کتابیں ،مکتبہ احسان لکھنو سے طبع ہیں،اس کے علاوہ ،مائل خیرآبادی کی ،افضل مرادآبادی کی،اوردینیات مجبیٰ کے پانچ حصّے اخلاقی کہانیوں کے نام سے بھی مفید ہیں۔

بنیادی سیرت وتاریخ سے آگاہ کریں

نبی کریم ﷺ کی سیرت ،صحابہ کرام کی زندگی ،نبی ﷺ کی ذاتِ عالی پراعتراضات کا مثبت انداز میں جواب سمجانا بہت ضروری ہے،اسی طرح مسخ کی

---

(۱)اخلاق کے متعلق ایک قصہ : آج بچوں کو اچھے اخلاق وآداب سکھانا بہت ضروری ہے،وہی کامیاب-استاذ ہوگا جو بچوں کو اچھے اخلاق سکھاوے،میں آپ کو اخلاق کا ایک قصہ سناتا ہوں: ہمارے یہاں مدرسوں میں ایک عام رواج ہے اور بہت اچھا رواج ہے کہ پڑھنے والے بچے استاذ کی چپل سیدھی کرکے رکھتے ہیں،یہ اخلاق کی بات ہے،ایک بڑے مدرسے کی بات میں کرتا ہوں،اس میں گورنمنٹ کے افسر جیسے سی بی آئی والے افسران ہوتے ہیں ایسے افسر مدرسے میں کچھ رپورٹ لینے کے لیے گئے، انھوں نے مدرسے کی آفس کے باہر جوتے نکالے،اب جب بچوں کا گھنٹہ پیریڈ) بدلا تو ایک کلاس سے دوسرے کلاس میں بچے جارہے تھے،بچوں نے آفس کے باہر دیکھا کہ کسی کے جوتے الٹے ہیں،ان کو یہ نہیں معلوم کہ آفس میں کون ہیں؟ان گزرنے والے بچوں ۔نے عادت کے مطابق جوتے ٹھیک کردیے،تو وہ آئی بی افسر نے فوراا پنے رپورٹ لکھی کہ :بس!میں پوچھنے آیا تھا کہ مدرسے میں کیا سکھاتے ہیں؛لیکن مجھے سوال کی کوئی ضرورت نہیں،میں نے عملی طور پر دیکھ لیا کہ ان بچوں کو کتنے اچھے اخلاق اور کتنا بڑا ادب سکھایا گیا،وہ میرپورٹ لکھ کر چلے گئے۔(خطباتِ مکاتب:۹۷)

(۲)خطبات مکاتب:۹۰

جانے والی تاریخ کو مستند انداز یں مثبت طریقہ سے پیش کریں، مثلاً: کسی بڑی تاریخی عمارت پرلے جائیں اور سوال کریں کہ اس کو کس نے بنایا ہے؟ یہ ہمارے فلاں مسلم حکمراں نے بنائی ہے۔

تاریخی لائبریری یا مسجد کے بارے میں سوال کریں کہ یہ کس نے بنایا ہے ؟ مسلم حکمران کے متعلق سوال کریں اور تاریخی کارنامے سنائیں، اس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں میں بڑی بڑی حقیقتیں سمجھا سکتے ہیں۔(۱)

مکاتب کی افادیت

مکاتب کی افادیت مدرسے کی افادیت کے مقابلے میں زیادہ ہے، آسان بھی ہے، عام بھی ہے، مدرسے کے قیام کے لیے عمارت ضروری ہے، اسکے بغیر مدرسہ قائم نہیں ہوتا، مدرسے کا قیام خرچ کے بغیر نہیں ہوسکتا، اور پورے شہر میں کوئی مدرسہ شاید ایسا نہ ہو جہاں پر دو ہزار بچے پڑھتے ہیں، اگر دو ہزار بچے پڑھتے بھی ہوں تو ان بچوں کی تعمیر پر کتنا خرچ ہوگا، ان بچوں کے قیام طعام پر کتنا خرچ ہوگا، اس کے لیے کتنے سفیر رکھے گئے، اس سب کے باوجود اس کا قیام فرض کفایہ ہے اور پورے شہر کی تمام مساجد کا اندازہ لگائیں کتنی ہوسکتی ہیں؟ سو مسجدیں! ہر مسجد میں بیس بچے کم از کم سو کو بیس سے ضرب دیا جائے ہزار بچے، ہزار بچے دین کا علم حاصل کر رہے ہوں اگر چہ ہزار ہمیں دکھتے نہیں ہیں سامنے سے، مگر سیٹلائٹ سے دیکھیں، اوپر سے دیکھیں گے تو ہزار بچے پڑھ رہے ہیں، اور وہ جو علم حاصل ہو رہا ہے فرض عین والا ہے، اس کا حاصل ہونا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

---

(۱) افادات: حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم۔

جائے تعلیم کی قسمیں

(۱)مکتب (۲)مدرسہ (۳)ٹیوشن ۔ہر ایک کی افادیت الگ ہے، ہر ایک کے احکام مختلف ہیں ۔اصطلاحِ عرف میں مدرسہ کہا جاتا ہے جہاں صبح سے شام تک تعلیم ہو اور جہاں صرف جزوقتی تعلیم ہو ایک گھنٹہ دو گھنٹہ اسے مدرسہ مکتب کہا جاتا ہے، اگر چہ کہ اصطلاح لغت میں اسے بھی مدرسہ کہا جاتا ہے، جائے درس مدرسہ، جہاں درس کیا جاتا ہے وہ مدرسہ ہے اگر کوئی گھر میں ایک گھنٹہ پڑھا کر رسید لے کے پھر رہا ہو تو وہ دھوکہ باز ہے۔

مکاتب کی پانچ قسمیں ہیں

(۱)مثالی مکتب ۔جو دوسرے مکاتب کے لئے اپنی تعلیم وتربیت میں نمونہ بن سکے۔
(۲)اعلیٰ مکتب ۔فی نفسہ اپنی تعلیم وتربیت میں کامیاب مگر نمونہ کے قابل نہیں ہے۔
(۳)متوسط مکتب ۔ضرورت کے بقدر تعلیم وتربیت میں صد فیصد کامیاب نہیں ہے۔
(۴)ادنیٰ مکتب ۔بقدرِ ضرورت بھی تعلیم وتربیت قابو میں نہیں ہے۔
(۵)نفس مکتب ۔برائے نام ہے، دونوں (استاذ اور طلبہ) کا وقت برباد جہاں ہوتا ہے۔

مکتب کی دوسری تقسیم

(۱) بچوں کا (۲)لڑکوں کا (۳) بڑوں کا (۴) لڑکیوں اور عورتوں کا۔

تعلیم کی قسمیں

(۱)اجتماعی تعلیم (۲)انفرادی تعلیم (۳) زبانی (۴) بورڈ کے ذریعہ۔

مکتب کے ستون

جس طرح عمارت کے چارستون (pillars) ہوتے ہیں،اسی طرح مکتب کے بھی چارستون ہیں:(۱)معلم،استاذ۔(۲)کمیٹی،معاونین(۳)نصاب(کورس)۔(۴) بچوں کے والدین اور خود بچے ۔مذکورہ چاروں افراد کی محنت کا خلاصہ مکتب ہے،ہرشخص اپنی ذمہ داری پوری کرے تو مکتب کامیاب ہوگا۔

مکاتب میں اجتماعی تعلیم کے فوائد

مکاتب کی تعلیم اجتماعی ہویاانفرادی ہو یہ بھی ایک بنیادی اختلاف ہے،مگر فی زماننا مشاہدہ یہی ہے کہ اجتماعی تعلیم کی اہمیت کافی زیادہ ہے انفرادی کے مقابلے میں:

☆ ہر بچے کاایک ایک منٹ سیکھنے میں صرف ہوگا،اگرایک گھنٹے میں ۲۰/طلبہ انفرادی پڑھتے ہیں تو ہر بچے کواستاذ کے سامنے صرف ۳/منٹ ملیں گے اوراجتماعی تعلیم میں ہر بچے کو ۶۰/منٹ پورے ملیں گے یعنی ۲۰/گناہ زیادہ فائدہ ہوگا۔

☆ ہرمدرسہ واسکول اورکالج میں اجتماعی تعلیم ہوتی ہے؛اس لئے مکتب میں بھی اجتماعی تعلیم ہوناچاہیے۔

☆ دنیامیں بےشمارزبانیں ہیں اورتمام زبانوں کوسیکھنے کے لئے اجتماعی تعلیم کا نظم ہے؛لہذاعربی زبان سکھانے کیلئے بھی اجتماعی تعلیم کاطریقہ کارہوناچاہیے۔

☆اجتماعی تعلیم کے ذریعے استاذ بچوں پر یکساں توجہ دے سکتاہے جس کی وجہ سے بچوں کوشرارت کرنے کاموقع نہیں مل پاتا۔

☆اجتماعی تو تعلیم کی وجہ سے کم دینے والے طلبہ یا جن بچوں کوسبق جلد یادنہیں ہوتاوہ بھی غیرمحسوس طریقے سب سبق یاد کرلیتے ہیں۔

☆اجتماعی تعلیم سے بچوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

☆اجتماعی تعلیم سے بچوں میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور بچوں کی جھجک دور ہوتی ہے۔

☆اجتماعی تعلیم کے ذریعہ بچوں کو تعلیمی ماحول ملتا ہے اور سبق درسگاہ میں یاد ہو جاتا ہے۔

☆اجتماعی تعلیم میں وقت کی بچت ہونے کی وجہ سے نورانی قاعدہ اور قرآن کریم کے علاوہ دین کی ضروری اور بنیادی باتیں بچوں کو پڑھائی جا سکتی ہیں۔(۱)

---

(۱)(طریقۂ تعلیم: ۳۰ بحوالہ مسنون معاشرت

مکتب کے اساتذۂ کرام کی اہمیت واجمالی ذمہ داریاں

مدرّس کا مطلب

لفظ مدرس میں چار حروف ہیں :(م-د-ر-س)

م : محنت کرنے والا۔	م: محبت کرنے والا
د : دردمند۔	د: درس
ر: رہبر۔	ر: روزانہ
س : سلیقہ مند۔	س: سارے (طلبہ کا)

یعنی محنت و درمندی سے پڑھانا اور سیدھے راستے کی رہبری کرنے والا شخص مدرس ہے، اور محبت سے روزانہ سارے طلبہ کو درس دینے والا شخص مدرس ہے۔(١)

مکتب کی مذکورہ تعریف کے لحاظ سے فائدہ ہونے کے لئے چار کام کرنے ضروری ہیں:

(١) بچے کے وقت کو تعلیم کے ساتھ مضبوط کرنا ۔

(٢) ذہنی صلاحیت کو عملی تحصیل کے جوڑے رکھنا، یعنی ذہنی سطح کے لحاظ تعلیم میں تدریج رکھنا۔

(٣) طریقۂ تدریس سے بچوں میں اکتساب کی مقدار کا اندازہ ملحوظ رکھنا۔

(٤) بچوں کی پابندی اور عمدہ کارگردگی یا کوتاہی پر تعریف یا تنبیہ کے نظام کو مضبوط بنانا۔

مکتب کا مدرس قطب زمانہ

اسلام میں اساتذہ کو روحانی ماں باپ کا درجہ اسی لیے دیا گیا ہے کیوں کہ اگر والدین بچے کی ظاہری شخصیت کو سنوارتے ہیں تو اساتذہ ان کے باطن کو نکھارتے ہیں،

(١) مکاتب کے اہم امور:٣٨

آج بھی ایک استاد اپنے طلبہ کے لیے رول ماڈل ہوسکتا ہے، مگر ایک بہترین استاذ وہی ہوتا ہے جو اپنے طلبہ میں جن اوصاف کو وہ دیکھنا چاہتا ہے انھیں اپنی ذات کا حصہ بنالے اور یہی تربیت کی عمدہ مثال ہے۔

قطب عالم حضرت میاں نور محمد جھنجھانوی ؒ ایک اچھے، کامل اور کامیاب استاذ تھے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ اور حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی ؒ کے پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی ؒ، اور حضرت حاجی صاحب ؒ کے پیر حضرت میاں جی نور محمد ؒ ہیں، یوپی میں ''میاں جی'' کسی چھوٹے مدرسہ اور مکتب میں بچوں کو ناظرہ پڑھانے والے کو''میاں جی'' کہتے ہیں، حضرت میاں جی نور محمد ؒ بچوں کو ناظرہ پڑھاتے تھے، لیکن کتنے بڑے ولی اور کتنے بڑے قطب ابدال تھے، اپنے زمانے کے امام الاولیاء تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ فرماتے ہیں کہ: اگر بھارت کی سیاسی راجدھانی دہلی ہے تو روحانی راجدھانی ''جھنجانا'' میں حضرت میاں جی نور محمدی کی قبر مبارک ہے۔

حضرت مفتی محمود صاحب ؒ فرمایا کرتے تھے: کہ جو بچے میاں جی نور محمد جھنجانوی ؒ کے پاس قرآن پڑھتے تھے وہ انہیں بھی صاحب نسبت بنادیتے تھے۔''(۱)

میاں نور محمد جھنجانوی ؒ بے صلاحیت ہونے کی وجہ سے مکتب نہیں پڑھاتے تھے بلکہ اپنے دور کے گہرے علم وتقوی کے مالک اور صاحب تصرّف شخصیت تھے، ایک مجلس میں کوئی شعر پڑھتے ہوئے اونچی آوز میں گنگناتے ہوئے نظم کی شکل اختیار کی تو فوراًیہ کہتے ہوئے منع کردیا کہ''غنا بلا مزامیر کا مسئلہ بھی علماء کے مابین مختلف فیہ ہے، اور لوگ کبھی کبھار مجھے امام بنالیتے ہیں اس لئے میں یہ نہیں سنوں گا۔(۲)

---

(۱) خطبات مکاتب: ۵۹

(۲) خطبات مکاتب :۵۹

ایک مرتبہ پہنچا ہوا سادھو حضرت کی خدمت میں مہمان بنا، جاتے وقت کہنے لگا : ہماری زنبیل میں کچھ اکسیر ہے لے لو، تمھارے پاس دھن کی کمی معلوم ہوتی ہے“، حضرت نے فرمایا: مجھے ضرورت نہیں ہے! دو تین بار اصرار کرنے پر ایک پتھر اٹھا کر سامنے کی دیوار پر مار کر فرمایا: ادھر دیکھو! سادھو نے دیکھا تو ساری دیوار سونے کی بن گئی تھی، کہنے لگا: جس کے پاس اتنا واقعتاً اسے دھن کی کیا ضرورت ہے۔(۱)

ہم کو مکتب میں خدمت کا موقع مل گیا تو اللہ تعالی کا شکر ادا کریں کہ میرا علم عند اللہ مقبول ہے۔ نیز دعا کرتے رہیں کہ اللہ پاک ہماری مکتب کی خدمت کو بھی اپنے فضل سے قبول فرمائے۔ استغفار کو لازم کرلیں کہ کہیں اس خدمت سے محروم نہ کردیا جائے، مکتب کی خدمت بدرجۂ مجبوری ادا نہیں کرنی چاہئے۔

ولی بننے کے لئے شیخ الحدیث بننا ضروری نہیں ہے، فقیہ العصر بننا ضروری ہے، مکتب کا استاذ ولیوں کا کا شیخ ہوسکتا ہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندویؒ فرماتے ہیں: بہت سے قاعدہ پڑھانے والے کل قیامت کے روز امام بنے ہوں گے اور آگے آگے چل رہے ہوں گے، اور بخاری شریف پڑھانے والے کل پریشان ہوں گے اور ناظر پڑھانے والوں کا دامن پکڑے ہوں گے، اصل چیز تو اخلاص ہے، سچ کہتا ہوں کہ اخلاص کی بناء پر قاعدۂ بغدادی پڑھانے والا بخاری پڑھانے والوں سے بڑھ سکتا ہے۔(۲)

عارف باللہ حضرت شاہ جمال الرحمن صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ: بخاری پڑھنے والے کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر مکتب کا استاذ ”الف، ب“ نہ پڑھاتا تو بخاری

---

(۱) خطبات مکاتب :۶۰

(۲) تذکرۃ الصدیق: ۲/ ۲۹

پڑھنے کے قابل نہ بنتے، مکتب کے استاذ احسان کبھی نہ بھولے، زندگی بھر پڑھنے والے ہر حرف میں مکتب کے استاذ کے لئے اجر برابر رہتا ہے، اور پڑھانے والے استاذ کی نگاہ بھی اجر پر رہتی ہے، اجرت پر نہیں رہتی۔

مکتب کے اساتذہ اپنے آپ کو معمولی نہ سمجھیں

مکتب کا استاذ اپنے آپ کو بھی حقیر اور معمولی نہ سمجھیں، اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں:

"ولکن کونوا ربیین بما کنتم تعلمون الکتب وبما کنتم تعلمون الکتاب"

ترجمہ: تم جو اللہ تعالی کی کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور تم خود بھی (اللہ تعالی کی کتاب) پڑھتے ہو اس کی برکت سے تم اللہ والے بن جاؤ۔ قرآن مجید پڑھنا پڑھانا، قرآن مجید سیکھنا سکھانا، یہ اللہ والا بننے کا بہترین طریقہ ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی فرماتے ہیں "ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ: دارالعلوم میں بڑی بڑی کتابیں پڑھانے والوں کو بڑے اونچے مقام والا سمجھتے ہیں، سمجھنا بھی چاہیے اور اکرام کرنا چاہیے، لیکن جو بچے دارالعلوم میں آتے ہیں وہ پہلے مکتب کی تعلیم پوری کر کے آتے ہیں، جب استاذ ان کو مکتب میں تیار کرتے ہیں تب جا کر وہ دارالعلوم میں پڑھنے کے قابل اور لائق ہوتے ہیں؛ اس لیے مکتب کے استاذ کی تعلیم تو بنیادی اور اصل تعلیم ہوئی۔

ہمارے بعض اساتذہ کو یہ کہنے میں شرم آتی ہے کہ "میں مکتب پڑھاتا ہوں یا ناظرہ پڑھاتا ہوں"، ان کو بھی کوئی پوچھتا ہے کہ: آپ کیا پڑھاتے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ: جلالین شریف کا متن پڑھاتا ہوں، بیضاوی شریف کا متن پڑھاتا ہوں۔ اللہ کا شکر ادا کر کے یہ کہو کہ: الحمد للہ! میں ناظرہ پڑھاتا ہوں، الحمد للہ! میں قرآن پڑھاتا ہوں، الحمد للہ! میں حضرت نبی کریم ﷺ کی مبارک زبان سے اس دنیا میں سب سے اچھا انسان

ہوں۔حضرت نبی کریم ﷺ کاارشاد ہے: خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ‘‘(۱)
’’إنما بعثت معلماً‘‘(میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں)ایک معاشرے میں استاذ کے مقام کی اہمیت اور کردارکو آں حضرت ﷺ کے اس فرمان سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے؛ بلکہ نظام تعلیم کے پورے ڈھانچے میں استاذکو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہوتی ہے،کوئی بھی نظام تعلیم استاذ کی اچھی کارکردگی کے بغیر کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوسکتا،استاذ تعلیم وتربیت کا وہ بنیادی عنصر ہے جس کے بغیر تعلیم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا؛گویا استاذ ہی معاشرے کا وہ بنیادی مرکزومحور ہے جس کے گرد تمام تعلیمی سرگرمیاں گھومتی ہیں۔

اسلام نے بھی معلم کو بہت بلند مقام عطافرمایا ہے،آپ ﷺ نے فرمایا : دنیااور جو کچھ دنیامیں ہے وہ سب ملعون ہے؛سوائے اللہ تعالی کے ذکر کے اور معلم خیر اور تعلم کے۔

ألا إن الدنيا مَلعُونة، مَلعُونٌ ما فيها، إلا ذكرَ الله تعالى، وما وَالاهُ، وعالما ومُتَعَلِّمَا۔(۲)

دارالعلوم کے استاذ اور مکتب کے استاذ کی محنت کا تقابل

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی فرماتے ہیں :دیکھیے!حدیث پڑھانے والے اساتذہ،تفسیر پڑھانے والے اساتذہ،اورفقہ کی کتاب پڑھانے والے اساتذہ رات میں کتنی محنت اورمطالعہ کرتے ہیں؟کتنی شروحات دیکھتے ہیں؟پھر صبح سبق پڑھاتے ہیں۔

سب نےکسی نہ کسی دارالعلوم سے دورۂ حدیث شریف تک پڑھاہے،یایہ کہ بہت سوں نے افتاء بھی کیا ہوگا، واساتذہ کرام نے دیر دیر تک محنت کرکے بڑی بڑی علمی بحثیں آپ کے سامنے پیش کیں اس میں سے کتنی باتیں آپ کواس وقت یاد ہیں؟دورۂ حدیث شریف ہو گیا،بھولنا بھی شروع ہوگیا؛بلکہ دورہ پڑھتے وقت بھی یادنہیں رہتا،سالانہ امتحان کے لیے

(۱) صحیح ترمذی :حدیث :۲۹۰۷
(۲)سنن ترمذی،حدیث:۲۳۲۲

محنت سے ساری بحثوں کو یاد رکھنا پڑتا ہے اور پھر دورہ کے بعد درسیات کا سلسلہ نہیں رہا، پھر تو ساری بحثیں ادھر ادھر کے کاموں کی وجہ سے ذہن سے نکل جاتی ہیں۔

اس کے مقابلے میں آپ کے مکتب کے استاذ نے ناظرہ پڑھاتے وقت آپ کو جو قرآن کریم پڑھایا تھا، آپ کو جو سورتیں یاد کرائی تھیں، نماز سکھائی تھی، مسنون دعائیں یاد کرائی تھیں، وہ سب کی سب آپ کو یاد ہے اور آپ زندگی بھر ان کو پڑھتے ہیں اور ان باتوں پر عمل کرتے ہیں۔اب تقابل (compare) کریں کہ: ثواب اور ثمرات کے اعتبار سے کون زیادہ کامیاب ہے؟ شیخ الحدیث تفسیر اور فقہ کے اساتذہ اتنی محنت کرتے ہیں، اتنی جید و جہد کرتے ہیں اور مکتب کے اساتذہ کو ماشاء اللہ! اس میں سے دسواں حصہ بھی محنت نہیں کرنی پڑتی لیکن ان کا ثواب اور ان کا صدقہ جاریہ، اسی طرح بچے مدرسوں میں جا کر تجوید و قرات پڑھیں گے، سبعہ وعشرہ پڑھیں گے، تو سوال یہ ہے کہ انھوں نے جو تجوید پڑھی، سبعہ عشرہ پڑھا یہ کب پڑھا؟ مکتب میں ناظرہ پڑھنے کے بعد پڑھا، اصل تو محنت ناظرہ پڑھانے والوں کی ہے"۔(۱)

مکتب کی تدریس کی حیثیت

(۱) مفتی احمد خان پوری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ "حدیث پاک "بلّغوا عنی ولو آیة"(۲) کے تحت ہم میں سے ہر عالم وحافظ پر تبلیغ آیات کی ذمہ داری چوبیس گھنٹے عائد تھی، خواہ مکتب سے منسلک نہ بھی ہوتا، جس طرح ایک فوجی پر چوبیس گھنٹے ملک کی سرحد کی حفاظت عائد ہوتی ہے، مگر جب ہم نے کسی کمیٹی وغیرہ سے خدمت کا معاہدہ کرلیا جس کے عوض مالی خدمات فراہم ہوں گی تو تبلیغ آیات کی ذمہ

---

(۱) مستفاد از: رہنمائے مکاتب

(۲) صحیح بخاری: ۳۴۶۱

داری ''دیانۃً یعنی شرعاًوقضاءً''واجب ہو جاتی ہے۔(۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن حبیب سُلمیؒ تابعی اجلؒ تابعی اورقاری القرّاء ہیں ''خیر کم من تعلم القرآن وعلمه'' حدیث پرعمل کرتے ہوئے حضرت عثمانؓ کے دورسے حجّاج بن یوسف کےزمانۂ عہدتک تدریس قرآن کی خدمت انجام دیتے رہے، حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ ''خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے پہلے سال سے حجاج بن یوسف کے آخری سال تک ۷۲/سال ہوتے ہیں، اورحضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری سال سے حجاج بن یوسف کی امارت کے پہلے سال تک ۳۸/سال ہوتے ہیں، تو گویاان کی خدمت کا عرصہ ۳۸/ سے ۷۲/سال کے درمیانی ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ اتنے سال کیسے استقامت سے تعلیم دیتے رہے؟ فرمایا: اس حدیث نے مجھے یہاں تعلیم کے لئے بٹھایا ہے۔(۲)

(۳) ''إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا ٱلذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ'' مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اگر پوری دنیاکے انسان مل کربھی حفاظتِ قرآن کا کوئی نظام بناتے تو بھی قرآن اتنامحفوظ نہ رہتاجتنا کہ اللہ رب العزت نےخود اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، یہی وجہ ہےکہ عہدِمسعود سے لے کرآج تک قرآن کریم ہرزمانہ میں محفوظ رہاہے''۔اوراس کی حفاظت کے لئے اسباب کے درجہ میں اللہ جن بندوں کومنتخب فرمالیں وہ بھی مسعود ہیں، اورجب قرآن محفوظ تو اس کی حفاظت کرنے والے محافظین وحافظین بھی محفوظ رہیں گے، معلمین کتاب کواس نعمت کی بہت قدرکرنی چاہئے، اللہ کا ہم پراحسان ہے کہ ہمیں اس خدمت کے لئے منتخب کیا، ہمارکوئی احسان نہ اللہ پر ہے اورنہ کتاب اللہ پر۔

''يَمُنُّونَ عَلَيۡكَ أَنۡ أَسۡلَمُواْ قُل لَّا تَمُنُّواْ عَلَيَّ إِسۡلَٰمَكُم بَلِ ٱللَّهُ

---

(۱)مستفاد: خطبات نور۲۴:

(۲)محمود المواعظ:۵/۵۶

يَمُنُّ عَلَيۡكُمۡ أَنۡ هَدَىٰكُمۡ لِلۡإِيمَٰنِ إِن كُنتُمۡ صَٰدِقِينَ"(۱)

مکتب کی تدریس کا معیار

ہم قرآن پاک خود صحت کے ساتھ پڑھتے ہیں یہی صحت اپنے پاس پڑھنے والے بچوں میں منتقل کرنے کی مکمل کوشش ہو۔(۲) حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں کوفہ (جوآپؓ ہی کا آباد کردہ شہر ہے) والوں کی تعلیم کے لئے حضرت ابن مسعودؓ کو بھیجتے ہوئے لکھا کہ"میں ابن مسعودؓ کے علم کا تم سے زیادہ محتاج ہوں،لیکن میں اپنے مقابلہ میں تمھیں ترجیح دیتا ہوں تا کہ تم فائدہ حاصل کرو"بخاری شریف میں ہے کہ"ابن مسعودؓ کوفہ میں قرآنِ مجید سکھلاتے ہوئے ایک بڑی جماعت کو تیار کردیا، ایک بار دورانِ تعلیم حضرت خباب ابن الارت رضی اللہ عنہ تشریف لائے،نوجوانوں کو پڑھتے دیکھ کر پوچھا: کیا یہ سب ویسے ہی قرآن پڑھتے ہیں جیسے آپ رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں؟ ابن مسعودؓ نے فرمایا: اگرآپ چاہیں تو ان میں سے کسی کا قرآن سنوادیں؟ حضرت خباب نے قرآن سن کرفرمایا: بہت خوب! آپ جس طرح پڑھتے ہیں یہ سب بھی ایسے ہی پڑھتے ہیں۔(۳)معلوم ہوا کہ شاگردکواستاذ اپنے رنگ میں ڈھال لے،اپنے جیسی قرأپ کا مالک بنادے۔

معلمین کی تین قسمیں

(۱)متحرک جس سے تعلیمی ترقی ہوتی رہتی ہے،اس کے لئے مدرس میں تین چیزیں ضروری ہیں: (۱) اپنی تصحیح ہو۔(۲) پڑھانے کی ترتیب سے واقف ہوں۔

---

(۱)الحجرات:۱۷

(۲)مستفاد از: رہنمائے مکاتب: ۳۰۔۴۳

(۳) صحیح بخاری،حدیث:۴۳۹۱

(۳) اہل اللہ کی صحبت ہو۔ آپ اپنا مکتب مثالی بنائیں، مکتب مثالی بنانے کے لیے استاذ کا مثالی بننا ضروری ہے۔

(۲) محافظ۔ تعلیمی ترقی حسبِ حال بحال، نہ ترقی نہ زوال۔

(۳) منجمد جو تعلیم کی گراوٹ کا باعث بنتا ہے۔ یعنی ایک بگڑی ہوئی جماعت کو بناتا ہے اور ایک بنی ہوئی جماعت کی حفاظت کرتا ہے، اگرچہ آگے ترقی نہیں دے سکتا، اور ایک منجمد جو بنی ہوئی جماعت کو خراب کر دیتا ہے۔

تیسری قسم کے معلم منجمد کو متحرک کرنے کے لئے مدرس کی تبدیلی کے قائل نہیں ہونا چاہئے، ہاں! مدرس میں تبدیلی لانے کے قائل ہونا چاہئے۔ اس کے لئے بہترین معیار یہ ہے کہ تدریسی تجربات کے اعتبار سے جس مدرس کے دو سال یکساں ہوں وہ خسارے میں ہیں جس کے دو مہینے، دو ہفتے اور دو دن یکساں ہوں وہ بھی خسارے میں ہیں۔ جمود ختم کرنے کی شروعات اس سے کرے کہ مدرس خاص طور پر یہ دھیان رکھے کہ بچے کی کمزوری دور کرنے کے لئے یا اس میں خاص قسم کی ترقی کے لیے محنت کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے کتنا کب اور کتنے وقت میں فائدہ حاصل ہوا۔(۱)

مکتب کے قیام کی فکر معلم کی دینی ذمہ داری ہے

بچوں کی فکر کرنا اساتذہ کی ذمے داری ہے آپ جس بستی اور محلے میں پڑھاتے ہیں وہاں کا سروے رپورٹ آپ کے پاس ہونا چاہیے، جتنے بھی ایمان والوں کے گھر ہیں، ہر گھر میں سے بچہ، بچی مدرسہ میں پڑھنے کے لیے آوے، اگر کسی گھر سے بچے نہیں آتے ہیں تو آپ خود جا کر ملاقات کیجیے اور ان سے پوچھیں کہ آپ کے گھر سے بچے کیوں نہیں آتے ہیں؟ کیا تکلیف اور رکاوٹ ہے؟ پھر جو رکاوٹ اور تکلیف ہو اس کو دور کرنا یہ

---

(۱) مستفاد از: رہنمائے مکاتب ۳۰۔ ۴۳

بھی استاذ کی ذمے داری ہے، وہی استاذ کامیاب ہوگا جو پڑھنے آنے والے بچوں کی خود فکر رکھے۔

استاذ ہمیشہ ی فکر میں رہیں کہ میرے پاس آنے والے بچے میں کیا کمی ہے اور اس کمی کی تلافی کی کوشش کریں، کمزور بچوں پر زیادہ دھیان دیں اور آہستہ آہستہ ان کو درست کرنے کی کوشش کریں۔

مکتب کے قیام کی شکلیں

۱۔مسجد میں مکتب کا قیام۔
۲۔اسکول کے بعد اسکولی بچوں کے لئے مکتب کا نظام۔
۳۔اسکولی نظام میں ایک گھنٹہ مکتبی نظام کا اہتمام۔
۴۔گھر پر مکتب کا نظام

مکتب میں سبق پڑھانے کے اصول

ہر نیا سبق شروع کرنے سے پہلے بچوں کو ترغیبی بات کریں، اچھے نام سے، اچھے کام کی تعریف سے شوق پیدا کر کے تیار کریں۔

کمزور بچوں کو سامنے رکھ کر اور سامنے بٹھا کر سبق پڑھائیں۔انفرادی وصول یابی بہت ضروری ہے، اس سے معلوم ہوگا کہ بچے سبق سمجھے ہیں یا نہیں۔

خوش مزاجی سے سبق پڑھائیں۔حروف کی غلط ادائیگی پر شفقت کے ساتھ روک ٹوک کرتے رہیں۔

سبق سے پہلے سبق کے درمیان اور سبق کے بعد سوالات خوب کریں۔ایک بات کی تکرار بار بار کریں؛ تاکہ سبق اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

قاعدہ وناظرہ کا نصاب مکمل کرنے کی فکر کریں۔

اوقات مفید بنانے اور مشغول رکھنے کی بھرپور کوشش کریں، جیسے سبق سکھانا سبق کی وصول یابی کرنا اور حلقوں میں مشق کرانا۔

بچوں میں صلاحیت پیدا کرنا (جس کے لئے board پر سمجھانا، بچوں سے board پر کام لینا، حلقوں میں مشق کرانا۔)

بچوں کے اوقات مفید بنائیں۔ (معلم ایسا نظام اور پروگرام بنائے بچوں کا کوئی لمحہ فائدہ سے خالی نہ ہو) بچے کا سب سے قیمتی سرمایہ اس کا وقت ہے اس کے لمحہ کو کارآمد بنانا مدرس کے فرائض میں سے ہے۔

ایک مکتب میں تین قسم کے بچے ہوتے ہیں، اعلی، متوسط، ادنی۔ بچوں سے دو کام لو تعلیم کا تدریب کا۔

روزانہ پانچ منٹ نکال کر اخلاق کی نصیحت کریں۔

کلاس میں باوضو، باوقار اور باادب رہیں۔

زیادہ بلند آواز سے نہ بولیں۔ اپنے مکتب کا صبح وشام کا ایک وقت آمد ورفت کا طے کرلیں اور خود اس پر جم جائیں تا کہ بچے بھی پابندی کریں۔

پہلے دن سے صحت کے ساتھ پڑھانے کا مزاج بنائیں۔

اپنی کلاس میں ایسا نظام بنائیں کہ آپ کی ذات سے ہر جماعت کے ہر بچے کو فیض اور نفع پہنچے۔ کسی بچے کو کمزور نہ سمجھیں؛ بلکہ کمزوروں پر آپ کی خصوصی توجہ ہو۔

قاعدہ پڑھانے والے اساتذہ کی تعلیمی ذمہ داریاں

(۱) ہر مہینہ کے اخیر میں ماہانہ تفصیلی جانچ لیں اور تعلیمی رپوٹ پیش کریں۔

(۲) روزانہ مکتب میں اساتذہ کی طرف سے مطالبہ پر رخصت لکھیں اور مکتب میں تاخیر سے آنے پر تاخیر کا وقت لکھیں۔

(۳) ہر استاذ اپنی کلاس کے طلبہ کی کتابوں میں کے سبق کی تاریخ ڈالیں۔

(۴) کلاس کے اوقات میں ٹوپی نکال کر یا پیر پھیلا کر نہ بیٹھیں کہ اس سے طلبہ میں بے وقعتی پیدا ہوتی ہے۔

(۵) سوتے ہوئے نہ پائے جائے۔

(۶) سبق کی غلطی پر پنسل سے نشان لگائیں اور اس کی اصلاح کی فکر کریں۔

(۷) کلاس میں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے طلباء کی حاضری لیں۔

(۸) اگر کوئی طالب علم مکتب میں موجود نہ ہو تو استاد اپنے شعبے کے ذمہ دار والدین کو اطلاع دیں۔

(۹) اساتذہ کلاس میں ادب کے ساتھ بیٹھیں، بچوں کو بیٹھنے کا طریقہ سکھائیں۔

(۱۰) استاد اپنے بچوں کو جو سبق آئندہ کا دیا جا رہا ہے خود اس کو ایک دو مرتبہ پڑھا کر مشق کرائیں۔

(۱۱) اساتذہ دعاؤں میں بھی صحت الفاظ کا لحاظ رکھتے ہوئے پڑھائیں بچوں کا سبق خود استاد سنیں بچوں سے نہ سنوائیں۔

(۱۲) ہر وقت کی دعائیں مثلا : سونے جاگنے، مسجد جانے و نکلنے، بیت الخلا جانے و نکلنے کی سنتیں یاد کرائی جائیں، ایسے ہی نماز اور وضو کی سنتیں، فرائض وضو، مستحبات و مکروہات عضو واجبات نماز مکروہات نماز وغیرہ شروع ہی سے یاد کرانے کا اہتمام کیا جائے علم کا ادب کتابوں کا ادب کاغذ کا ادب غرض یہ کہ علم اور تعلقات علم کے آداب بھی بچوں کو ذہن نشین کرائے جائیں، بلکہ اس پر عمل کی بھی برابر ہدایت کی جائے تا کہ علم کی عظمت ان کے قلوب میں بیٹھے۔

(۱۳) قرآن مجید اور پاروں کے ادب میں کوتاہی پر تنبیہ بھی کی جائے۔

(۱۴) تعلیم کے وقت کوئی دوسرا کام نہ کرے، کیونکہ اس سے بچوں میں انتشار شور وشغف اور بدشوقی پیدا ہوتی ہے۔

(۱۵) مار پیٹ اور بہت ڈانٹ ڈپٹ سے بچے نڈر ہو جاتے ہیں۔

(۱۶) صرف نظر کی تیزی اور معمولی ڈانٹ سے کام لینے کی کوشش کرے، پھر بھی باز نہ آئے تو غصے کے وقت نہیں بلکہ سوچ کر دوسرے وقت ماریں. زیادہ زور سے اور بے جا نہ مارے۔

(۱۷) سزا کے بعد دوسرے وقت شفقت سے سمجھا بھی دیں، کہ ایسا نہیں کرتے ۔

(۱۸) تعلیم سے پہلے متعلقہ ہدایات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں تا کہ سزا اور خفگی کی نوبت نہ آئے۔

(۱۹) شاباش کہہ دینا ہی کافی ہو جائے گا اسی طرح معلمین دیانتدار اور متحمل مزاج بھی ہوں خود غرض اور ترش رو نہ ہوں ورنہ بچے کی عمر اور آپ کی محنت ضائع ہو جائے گی ۔

(۲۰) محنت اور دل سوزی سے کو پڑھائیں۔

(۲۱) عمر کی پونجی ضائع ہونے سے بچائیں عمر کا ضائع کرنا جرم عظیم ہے، بچہ بے اصولی سے بدشوق نہ ہونے پائے۔

شعبۂ ناظرہ پڑھانے والے اساتذہ کی تعلیمی ذمہ داریاں

ناظرہ قرآن پڑھانے کے دو طریقے ہیں :(۱) اجتماعی (۲) انفرادی۔

(۱) جس استاد کو جو طریقہ پسند ہو اس طریقے سے وہ پڑھا سکتا ہے شرط یہ ہے کہ نصاب پورا ہو، البتہ چھوٹے بچوں کو کم از کم ''عم پارہ تک'' اجتماعی طریقے سے board پر لکھ کر پڑھانا مفید ثابت ہوا ہے۔

(۲) نصف طلباء کو سبق یاد ہونے کے بعد بقیہ نصفہ کے ساتھ جوڑیاں بنا کر یاد کرانا آسان ہے۔

(۲) شعبہ حفظ اپنے تعلیمی اوقات کی قدر ہو اس طرح کے کوئی لمحہ رائیگاں نہ ہونے پائے۔

(۳) طلبہ کرام قوم کی امانت ہیں. اور ہمارے اوقات ان کی خدمت کے لیے وقف ہو گئے ہیں لہذا خوب دلچسپی سے خدمت کریں۔

(۴) طلباء کے وقت کا خیال نہ کرنا ان کی تعلیم و تربیت پر خاطر خواہ توجہ نہ دینا، بہت نقصاندہ ہے۔

(۵) استغناء اور لاپرواہی برتنا ان کے ساتھ خیانت ہوگی، جس کی روز محشر پوچھ ہوگی، کسی بچے کا حفظ کرنا جیسے خود کے لیے اور اس کے والدین کے لیے سعادت عظمٰی ہے اسی طرح استاد کے لیے بھی نعمت عظمٰی ہے، اس نعمت کی قدر دانی کرنی چاہیے۔

(۶) ذرائع علم کا ادب و احترام مثلا کتاب چاہے، نورانی قاعدہ ہو یا قرآن مجید ہو یا کوئی اور کتاب ہو اور اساتذہ اساتذہ منتظمین اور ملازمین اور مدرسے کا خصوصا درس گاہ کا اور رحل جزدان تپائی کاغذ پین. اور قلم وغیرہ کا حد درجہ ادب طلباء کے دلوں میں بٹھایا جائے۔

(۷) درس گاہ اور اس کے فرش کی صفائی کی اہمیت بتلائی جائے۔

(۸) بوقت درس درجات میں طلباء کی صفیں بالکل سیدھی ہوں، صفائی کا لحاظ رکھا جائے، طلباء کے بیٹھنے ہی میں ادب اور سلیقہ کا اعلانیہ طور پر اظہار ہو۔

(۹) دوران درس ایام تعلیم و تعطیل میں کسی بھی طالب علم سے کوئی ہدیہ نہ لیں۔

(۱۰) استاد وقتاً فوقتاً ختم پارہ ایک ماہ میں دو پارے، نیز تجوید کے ساتھ عمدہ پڑھنے میں اپنی طرف سے طالب علم کو انعام دے، اگرچہ چھوٹی چیز ہی کیوں نہ ہو. اس سے طالب علم کو پڑھنے میں دلچسپی اور رغبت ہوگی۔

(۱۱) مکتب کے اوقات میں ہرگز سیل فون نہ رکھیں، نہ بند نہ خاموش، کیوں کہ اس

سے حرج اور ذہنی انتشار رہے گا، جوکہ تدریس کے لیے نقصان دہ ہے۔

(۱۲) باوضو رہنے کی عادت ڈالیں، بالخصوص درسی اوقات میں باوضو۔ ہی رہیں بعض اساتذہ کو دیکھا گیا کہ درس گاہ میں بے وضو رہتے ہیں طلبہ سے قرآن مجید کے اوراق الٹواتے ہیں یہ بہت نازیبا حرکت ہے قرآن مجید کی بے ادبی ہے نیز طلباء پر اس کا برا اثر پڑے گا۔

(۱۳) معلمین کم از کم قاعدہ میں درج کی ہوئی ہدایت کے ماہر ہوں، اس بات کی تعمیل نہ ہوسکتی، ہو یا آپ نہ کرا سکتے ہوں، اس کو زبان سے ہی نہ نکالیں، کیونکہ اس سے بچے نافرمان ہو جاتے ہیں۔

اساتذہ سے سرزد ہونے والی غلطیاں

درس وتدریس سے بہتر کوئی مشغلہ نہیں اور استاد سے بہتر کسی کا مرتبہ نہیں ہے، لیکن ضروری ہے کہ استاد مخلص ہو، باعمل ہو، بااخلاق اور باکردار ہو، معصوم تو نہیں لیکن غلطیوں اور گناہوں سے دور رہنے والا ہو، اس لیے کہ اگر استاد میں خامی اور غلطی ہوگی تو بچوں کی تربیت پر اس کا بڑا گہرا اثر پڑے گا، بعض اساتذہ مندرجہ ذیل غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں، جن کی اصلاح ضروری ہے۔

۱۔ سستی سے پڑھانا۔

۲۔ مکتب میں لیٹ جانا، اور وقت سے پہلے مکتب کی چھٹی کر دینا۔

۳۔ تعلیم چھوڑ کر کلاس میں موبائل استعمال کرنا، مطالعہ کرنا، اخبار چاٹنا، سونا، مضمون یا مسیج لکھنا یا پڑھنا وغیرہ۔

۴۔ بچوں کے سوالات کا جواب نہ دینا، یا سوال کرنے پر ناراض ہونا۔

۵۔ انصاف نہ کرنا کسی طالب کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا۔

۶۔طلبہ کی حاضری نہ لینا۔
۷۔مارنے میں اعتدال نہ برتنا، جانوروں کی طرح پیٹنا۔
۸۔اسباق صحیح سے نہ سننا۔
۹۔طلبہ کو گالی دینا، اور بدزبانی و بدکلامی سے پیش کرنا
۱۰۔غریب، یتیم کمزور سمجھ کر کسی کو حقیر سمجھنا۔
۱۱۔نام بگاڑنا، برے القاب سے پکارنا۔
۱۲۔مکتب میں داخل ہوتے وقت سلام نہ کرنا الٹا بچوں کو بطور استقبال کھڑے کرانا۔
۱۳۔مہینہ کا نصاب طے نہ کرنا۔
۱۴۔طلبہ سے مشکل کام کرانا۔
۱۵۔مکتب کے اصول وضوابط کی پابندی نہ کرنا۔
۱۶۔مکتب سے غائب رہنا، اپنا زیادہ وقت تقریر اور تبلیغ، مشوروں میں لگانا۔
۱۷۔بچوں میں برائی دیکھنے کے باوجود خاموش رہنا۔
۱۸۔بچوں کی مکتب کی تعلیم پر زیادہ توجہ نہ دینا اور باہر ٹیوشن خوب شوق سے پڑھانا۔
۱۹۔صفائی کا خیال نہ رکھنا، گندے خراب کپڑے پہن کر کلاس میں پڑھانے آنا۔
۲۰۔بچوں سے محبت کرنے میں غلو کرنا۔
۲۱۔مختلف بہانوں سے بچوں سے پیسے کھانا۔
۲۲۔بچوں کے سامنے تمباکو، بیڑی سگریٹ کا استعمال کرنا۔
۲۳۔داڑھی چھیلنا کترنا یا کاٹنا اور غیر شرعی وضع قطع اختیار کرنا
یہ چھوٹی بڑی غلطیاں عام طور پر اساتذہ سے سرزد ہوتی ہیں، اساتذہ کو چاہیے کہ ان

غلطیوں سے بچنے کی کوشش کریں، اساتذہ طلبہ کے لیے آئیڈیل اور نمونہ بنیں، خوش اخلاق بنیں، اس لیے کہ طلبہ اپنے اساتذہ کو دیکھ کر بہت کچھ سیکھتے ہیں اور اپنے اساتذہ کی نقالی کرتے ہیں۔

جزوقتی مکاتب کے اس پورے نظام کو ملت کے بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے ایک وسیع نیٹ ورک کے طور پر قائم کیا جائے تاکہ ملت کا کوئی بچہ ابتدائی دینی تعلیم وتربیت سے محروم نہ ہو، اور اس کے پورے نظام کو بچے کے لیے پُرکشش اور دلچسپ بنایا جائے تاکہ ان میں بچوں کا رجوع بڑھے اور سرپرست بھی اس کی اہمیت کو محسوس کرسکیں۔

مکتب کا قیام واستحکام

نیت درست ہو

اصول وآداب میں سے پہلی بات: قیام مکتب سے پہلے مکتب قائم کرنے والے استاذ کی نیت درست ہو، نیت دوطرح کی ہے۔فاسد نیت، صحیح نیت، فاسد نیت کیا ہوسکتی ہے؟ نمبر ایک شوق پورا کرنا،نمبر دو صلاحیت دکھانا،نمبر تین کسی سے الگ ہونے کے بعد ضد پر مکتب قائم کرنا،نمبر چار ذریعہ معاش بنانا، جس مسجد میں امامت ہے، وہاں کی committee کی طرف سے ضابطہ ہے کہ آپ کو نماز بھی پڑھانا مکتب بھی چلانا، مؤذن نہیں ہے تو اذان بھی دینا، جھاڑو پونچھا کرنے والا نہیں ہے تو صفائی کرلینا، یہ سب ضابطے میں داخل ہے اور ہم خالی ہیں، مکتب کے ذریعہ ٹائم گزرجائے گا۔

صلاحیت دکھانا کہ فلاں committee فلاں تنظیم فلاں لوگ مکتب چلا رہے ہیں ہم بھی چلا کے دکھا سکتے ہیں، مکتب چلانے کی صلاحیت ہمارے اندر بھی ہے، کسی کے ماتحت رہ کر مکتب چلا رہے تھے، بعد میں اختلاف ہوگیا تو ہم نے اپنا الگ مکتب قائم کرلیا کہ ہم بھی چلا سکتے ہیں، یہ چاروں چیزیں فاسد ہیں، پانچویں چیز ہے نسل کی دینی خدمت کے جذبے ہوں، جب نسل کی دینی خدمت مقصود ہوگی تو اب کونسی جہت دین کی خدمت میں آئے گی اور کونسی جہت دین کی خدمت میں نہیں آئے گی، وہ آدمی کے طریقۂ کار اور جذبات پر موقوف ہے، وہ طریقہ اپناؤں جس سے محسوس ہو کہ دین کی خدمت ہورہی ہے، مکتب چلانے میں مکتب پڑھانے میں جو جو حالات آئیں گے ان کو برداشت کریں گے چونکہ مجھے اس نسل کی خدمتِ دین مقصود ہے۔

کامیاب مدرس واستاذ کا مخلص ہونا ضروری ہے اور اخلاص کی علامت یہ ہے کہ اس کے اندر جذبہ ہو کہ میرے شاگرد کو پیشِ نظر کتاب مجھ سے بہتر آجائے اور جیسے صلبی اولاد سے باپ کو حسد نہیں ہوتا، بلکہ اس کی ترقی کو اپنے لیے خوشی وافتخار سمجھتا ہے، یہی حال ایک مخلص استاذ و مربی کا ہوتا ہے۔

قاعدہ پڑھانے کی نیت کیا ہو؟

ہر نیا سبق شروع کرنے سے پہلے یہ نیت کریں کہ : یا اللہ! آج میں اپنے بچوں کو تیرے کلام پاک کے ساتھ تعلق،محبت اور جوڑنے کی محنت کرتا ہوں،میرے لیے آسان فرمایئے،قبول فرمایئے اور میری رہبری فرمائے۔

قیامِ مکتب کا مشورہ کرلیں!

مکتب قائم کرنے کے سلسلے میں مشورہ کرلیں: مشورہ کس سے لیں؟ دو شخصیتوں سے مشورہ لیں! ایک صاحب دل انسان سے،دوسرے تجربہ کار عالم دین سے،تجربات کبھی عمر کے ساتھ ہوتے ہیں اور کبھی عقل کے ساتھ،یعنی کبھی بڑی عمر آنے کے بعد تجربے کار بنتا ہے اور کبھی آدمی زیادہ ممارست کی وجہ سے بھی تجربہ کار بن جاتا ہے،تجربہ کا رہونے کے لیے بوڑھا ہونا ضروری نہیں ہے،کئی واقعات دیکھ چکا ہے؟کس متعلق مشورہ لیں گے؟ دو باتوں سے متعلق مشورہ لیں گے!ایک انتظامی امور سے متعلق دوسرا تعلیمی امور سے متعلق! مشورہ لینے کے بعد مشورے کے پابند رہیں گے،انتظامی امور مکتب کا ٹائم،مکتب کی جگہ،مکتب کی تنخواہ،مکتب کی تپائی ،لباس (dress) ،فیس وغیرہ،تعلیمی امور : مکتب میں کونسی کتاب،کونسا نصاب ہو کتنی دیر پڑھائی جائے۔

کسی کی سرپرستی میں کام کیا جائے

اپنے مکتب کا ان صاحب دل بزرگ یا تجربہ کار عالم دین کو سرپرست تسلیم کیا جائے،سرپرستی بھی ایسی تسلیم کہ سرپرست خود بھی تسلیم کرے کہ ہاں فلاں ہمارے مشورے سے چلتے ہیں،صرف ہمارا تسلیم کرنا کافی نہیں ہے اور سرپرست ایسے ہوں کہ وہ وقت بھی دیں،جائزہ لیں،جن کو نہ احوال سنا سکتے ہیں اور نہ رابطہ وتوجہ ہے تو اس سے

سر پرستی نہیں صرف اپنی شہرت پرستی ہے،ٹرسٹ اور کمیٹی میں ہمیشہ ایسے اللہ والوں کو سر پرست بنانا چاہیے جوعلاقے اور ملک کے بڑے ہیں جو تعلق صاحب نسبت بھی ہوں اور طویل تجربہ کار بھی۔

مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ سے کسی نے پوچھا: حضرت آپ فرماتے ہیں کہ اپنا کسی کو شیخ ورہبر بنالینا چاہئے، مجھے تو کسی کو رہبر بنانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ؟ حضرت نے فرمایا: رہبر کی ضرورت اس کو ہوتی جو راستہ چلنا چاہتا ہے، بیٹھنے رہنے والے کو رہبر کی ضرورت نہیں ہوتی''، سچی بات ہے کہ مکتب کے ذریعہ نسل کی خدمت کا سفر، رضائے الہی کا سفر، کرنا ہے تو رہبر کی ضرورت محسوس ہوگی، منزل کا پتہ راہ رو و پوچھتا ہے، لوکیشن کو فالو رمنزل کی فکر والا کرتا ہے۔

قاری امیر الحسن صاحبؒ ستر سال مدرسہ اشرف العلوم ہردوئی میں گذار دیا آخیر عمر میں یہی فرماتے تھے کہ ہم نے عافیت ماتحت بن کر جینے میں دیکھی ہے، سر پرست کو ہر ایک کی سننا پڑتا ہے جبکہ ماتحت کو صرف سر پرست کی سننا پڑتا ہے۔

منظم ومؤثر مکاتب کا دورہ کریں

اپنے محلے، بستی، شہر، ضلع، صوبہ، ملک میں موجودہ مکاتب براہ راست دیکھنے کے لیے دورہ کیا جائے کون اچھے مکاتب چلا رہا ہیں؟ درجہ بدرجہ آس پاس کے لوگوں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کے لیے سفر کریں، بینگلو ر، ممبئی، مہاراشٹر، گجرات، ایک دن دو دن تین دن وہاں رہ کر مکاتب کیسے چلا رہے ہیں؟ اس کا معاینہ کریں۔

معائنہ کرنے کے لیے جب جائیں تو تنہا نہ جائیں، گاڑی کے ہر ٹائر میں ہوا برابر ہوتو گاڑی تیز چلے گی، مکتب کی committee اگر آپ نے بنائی ہے تو committee کے افراد کو لیں Committee نہیں بنائی تو معاونین کو لیں،

اجتماعی یاانفرادی معاونین ،مکتب کے اساتذہ کولیں ،معاونین وہاں چلنے والے مکتب کا انتظام دیکھیں گے،اساتذہ وہاں تعلیم کا نظام دیکھیں گے،بعض مکاتب میں سولہ مضامین پڑھائے جاتے ہیں کیسے قابومیں کئے ہوں گے یہ بات دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے،اپنے پاس صرف قاعدہ قابومیں نہیں ہے۔

معائنہ میں (۱)تعلیم کا طریقہ،اجتماعی ہے یاانفرادی

(۲) تادیب کا طریقہ دیکھیں،بچہ غیر حاضر ہورہا ہو،سبق نہیں سنارہا ہوتو اسے کیسے قابومیں کیاجاتاہے،مار سے یاپیار سے یاانعام سے؟

(۳)امتحانات کا طریقہ دیکھیں:ایک تختی ختم ہوگئی تو اگلی تختی کا سبق کیسے ہوتاہے؟ امتحان کے بعد یابغیرامتحان کے؟نورانی قاعدہ ختم ہواتوپارہ کیسےشروع کرتے ہیں؟

(۴)مکتب کی محنت کااظہار کیسے ہوتاہے:جب مکتب کامیاب چل رہاہےتوان بچوں کی محنت کوقوم کے سامنے کیسے پیش کرناہے؟ایک صاحب مکتب چلائے پچیس تیس بچے مکتب میں پڑھتے ہیں مکتب کا جلسہ رکھ کرایک صاحب کوکلکتہ سے بلائے، مکتب کےجلسے کی محنت کے اظہار کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپے خرچ کئے،کتنے بچے پڑھ رہے ہیں؟پچیس بچے !پچیس بچوں کے مکتب کا جلسہ ہورہاہےاورخرچ کتنا ہورہاہے ڈیڑھ لاکھ!کیایہ اسراف نہیں ہے؟

کیایہ!اس سےکلکتہ کے بچےمکتب میں حصہ لیں گے،اس میں سوائے اس کے کہ ایک مشہورخطیب کے نیچےہمارابھی نام آجائے گا،فلاں نے بلوایاہے، اپنے شہر کےعلماء کی قدرکریں،ان کودعوت دیں،سرپرست کوبلوائیں۔

(۵)مکتب کےبچوں کے ماں باپ سے ربط کیساہے؟ہمارے پاس مکتب میں اِس کے بچے آرہے ہیں اس کے بچے آرہے ہیں،کس بچے کاباپ کون ہے؟معلوم ہی نہیں،جس کی وجہ سے والدین میں مکتب کی تعلیم کی قدرہی نہیں ہے،مکتب

کے ذریعہ پورے گھرانے کو اپنا بنالیں،اس کی برکت سے مکتب کے بچے کے والدین استاد سے جڑے رہتے ہیں،آپ ان کی ذہن سازی کر سکتے ہیں،ان کی بے دینی کوختم کرنے کی کوشش ممکن ہے۔

اس طرح مدرسے میں داخلہ ہوتا ہے، فارغ ہونے تک والدین کا ادارے سے تعلق ہی نہیں،جبکہ تمام طلبہ کے والدین سے گہرا تعلق ہوتا تو وہی ادارے بہترین معاون ثابت ہو سکتے ہیں،داخلے کے وقت میں parents کا آنا ضروری ہے،ایسے ہی مکتب کے داخلے کے وقت ہونا ضروری ہے۔

معاونین کوانتظامی امور دیکھا جائے گا،مکتب کے اساتذہ کی تنخواہیں کیا ہیں؟ تنخواہوں کا معیار دیکھیں (۲) طلبہ کے لیے کیا سہولتیں ہیں ،تپائی ،لباس ،انعامات وغیرہ۔

(۳) فیس رکھی گئی یا نہیں۔یہ تین چیزیں معاونین دیکھیں گے۔

یہ دیکھنے کیوں جانا ہے؟ دیکھے بغیر موثر ومنظم بنا نہیں سکتے،کیونکہ اب تک کے مکاتب کا حال ہم بخوبی جانتے ہیں،دیکھنے سے کام کے جذبے پیدا ہوں گے، ملک میں اس کام کو کس قدر اہمیت سے کیا جارہا ہے،اورہم اس کو کتنا معمولی سمجھ رہے ہیں، اس سے کیسے انقلاب لایا جاسکتا ہے ہمیں اس کا احساس نہیں ہے۔

نیز یا تو کسی تجربہ کار کی صحبت سے سیکھیں یا تجربہ کرتے ہوئے سیکھیں،دوسرے معنی میں یا تو تجربے کار لوگوں سے فائدہ اٹھالیں یا خود تجربہ کر کے فائدہ اٹھائیں،تجربہ کر کے فائدہ اٹھانے کے مقابلے میں تجربے کار سے فائدہ اٹھانا بہتر ہے،تجربہ کار سے فائدہ اٹھانے میں چالیس چالیس سال کا تجربہ چار گھنٹوں میں مل جاتا ہے،چالیس سال مرحلہ وار آزما کر کسی منزل تک پہنچنے کے بجائے چار گھنٹوں میں وہ تجربہ کسی کی صحبت میں بیٹھ نے سے مل جاتا ہے، اس واسطے مکاتب کا معائنہ کرنے کے لیے دورہ کرنا

ضروری ہے۔

محلے وبستی کے احباب کی ذہن سازی

۱۔مکتب شروع کرنے سے قبل محلّہ کے امام صاحب جمعہ کے بیان اورجلسہ کی ذریعہ مکتب کی اہمیت کو بیان کریں۔

۲۔دعوت وتبلیغ کے ساتھیوں کے ذریعہ یانوجوانوں کے ذریعہ محلّہ میں گشت کرکے ہربچہ کی تعلیم کے لئے تشکیل کی جائے،انفرادی ترغیب کا کام لیا جائے۔بچوں کا بھی چندہ کرنا چاہیے جیسے مال کا چندہ ہوتا ہے۔

۳۔مسجد کی کمیٹی،سربرآوردہ احباب،اسکول کے ذمہ داران وغیرہ کے ساتھ خصوصی نشست رکھی جائے۔

۴۔دعوت وتبلیغ میں لگے احباب کے بچوں کی پہلے تشکیل کی جائے۔

۵۔خواتین کا خصوصی جلسہ رکھ کر انہیں اولاد کی دینی تعلیم کی اہمیت پر پرمغز بیان کرکے بچوں کی تعلیم کے لئے تیار کیا جائے۔

مکتب کی جگہ کا انتخاب بہتر ہو

مکتب کی جگہ کا انتخاب : مکتب کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب ہونا چاہئے کہ جہاں کے حالات موافق ہو،ایسی مسجد کا یا ایسے علاقے کا یا ایسی کمیٹی کے ذمہ داروں کا ہرگز انتخاب نہیں ہونا چاہیے جو مدرسہ پسند نہ ہو علم پرور نہیں ہو یعنی قیام مکتب کی اہمیت اورضرورت کا انہیں اندازہ ہی نہ ہو،بلکہ پہلے اہمیت پیدا کریں۔

چار جگہیں ہوسکتی ہیں مسجد،اسکول خارجی اوقات میں،گھر،یہ تین جگہیں ہیں پہلے درجے میں مسجد کو ترجیح دیں،اگر نہ ہوسکے تو جو اسکول مسلمانوں کا ہے،ساڑھے آٹھ بجے شروع ہوتا اورساڑھے چار بجے ختم ہوجاتا ہے،مکتب فجر سے آٹھ بجے تک ختم ہوجائے گا،پھر

عصر سے عشاء تک چلے گا، تو ان اوقات میں اسکول کا استعمال کریں، اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ الگ الگ کلاس لگانے میں سہولت ہوگی، جبکہ آپ کو free میں بھی استعمال میں آجائے گی، اور اس اسکول کے بچے بھی مل جائیں گے۔ تیسرے درجہ میں اسکول میں ہی مکتبی گھنٹہ متعین کرلیں کہ اسکول کے بچوں کو دینی تعلیم دیں گے۔

چوتھے درجے میں گھر کا استعمال، جب مسجد میں اجازت نہ ملے یا اسکول کی سہولت نہ ہو تو، بہر صورت مکتب چلے گا جیسے بھی اسباب میسر ہو جائیں۔

بہترین استاذ کا انتخاب کریں

کسی نے خوب کہا کہ: جس قوم کی نظر میں معلم کی قدر ایک معمولی مزدور جتنی بھی نہیں، اس قوم کو ذلت وادبار سے کوئی نہیں بچا سکتا، معلم ہی تعلیمی ڈھانچے کا اہم ترین عنصر اور وہ عظیم ہستی ہے جس کے کاندھوں پر نئی نسل، جو مستقبل کی معمار اور صورت گر ہیں، تعلیم وتربیت کی نازک ذمے داریاں ان پر ڈالی گئی ہیں، اساتذہ ہی آنے والی نسلوں کے امین اور رکھوالے ہیں۔

جتنی بھی مشہور اور بڑی شخصیات کے حالات اٹھا کر دیکھیں، یہ بات سب میں مشترک نظر آئے گی، کہ ان کو بڑا آدمی بنانے میں ان کے اساتذہ کا کردار سب سے اہم اور کلیدی تھا، اس کا اعتراف بھی ہمیں ان کے اقوال وافعال میں نظر آئے گا، آخر کوئی تو بات تھی، کہ جب علامہ محمد اقبال کو حکومت کی جانب سے ''سر، علامہ'' کا خطاب دیا جانے لگا، تو انھوں نے یہ خطاب قبول کرنے کی یہ شرط لگائی، کہ یہی خطاب ان کے اولین استاد سید میر حسن کو بھی دیا جائے، انہوں نے کیا کیا؟ کہنے لگے: انہوں نے ہی مجھے آج کا اقبال بنایا ہے۔

مکتب کے استاذ کیسے ہوں؟

پڑھانے والا استاد صاحب دل ہو(کسی شیخ سے منسلک) یا صاحب دین (متبع شریعت ظاہراً) یا صاحب صفات ہو(ظاہری اخلاق اچھے ہوں) صاحب دل تو ہر جگہ نہیں ملتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ میں سترہ صفات لکھے ہیں، چندصفات یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

جیسے(۱)استاذ مخلص ہو: صاحبِ صفات استاد اپنے پیشے کے ساتھ مخلص ہوتا ہے، اپنے پیشے کے ساتھ جس قدر بےلوث ہوگا،اس کی دلچسپی اسی قدر بڑھتی جائے گی،اس کی راہ میں حائل رکاوٹیں اتنی ہی کم ہوتی چلی جائیں گی۔

(۲)صاحبِ تقوی ہو: خشیت الہی کا مدار علم کو قرار دیا گیا ہے،استاد کے دل میں جتنی خدا خوفی ہوتی ہے اس کی زبان میں اسی قدر تاثیر ہوتی ہے۔(۳)نرم روی ، سخت مزاجی طلبہ کے حق میں موجودہ زمانے میں کافی نقصاندہ ہے۔ولو كنت فضاً غليظ القلب لانفضوا من حولك‘‘(۴)اچھی صحبت والا ہو : استاد کی بیٹھک اچھے لوگوں کے ساتھ ہو،حدیث کے مطابق اسے عطار کے مانند ہونا چاہیے۔(۵) زہد اور بے رغبتی والا ہو: جس میں کمال درجے کا زہد ہو،اس کی نظر اپنے شاگردوں کے مال پر نہ ہو، وہ مادی مفادات سے بالاتر ہوکر تعلیم وتربیت کے فریضے میں منہمک ہو،ورنہ وہ شاگرد کی نظر میں بے حیثیت صفر ہو جاتا ہے۔(۶)عفو درگزر اور وسعتِ قلبی ہو: ہر معمولی بات پر پکڑ کرنے والا کامیاب مدرس نہیں بن سکتا ’’مار نہیں پیار ہو‘‘ وہ اپنے شاگردوں کے درمیان ایک جلاد کے طور پر نہیں ایک حلیم وشفیق ہستی کے طور پر اپنا تعارف پیدا کرنے کی کوشش کرے۔(۷)مایوس نہ ہو: صاحب صفات استاد کبھی مایوس نہیں ہوتا،اس کی مثال اس پھل بیچنے والے کی سی ہے، جو اپنے گاہک کے سامنے پھل کی ایسی تعریف کرے کہ وہ تھوڑے کے بجائے زیادہ لینے پر مجبور

ہوجائے اور اگر خدانخواستہ وہ اس طرح کے جملے دہرانے لگے: جناب! بس کیلے کا تو موسم ہی نہیں رہا، اس کا گاہک بھی آج کل ڈھونڈے نہیں ملتا، یہ دیکھیے پڑے پڑے کیلے کالے ہونے لگے ہیں، شکر ہے کوئی تو آیا...... یہ سن کر کوئی بے وقوف ہی اس سے سودا خریدے گا، افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم جس علم کو فروغ دے رہے ہیں اس کی قدر خود ہمارے دل میں بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استاد کے ذریعے شاگروں میں مایوسی منتقل ہورہی ہے۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کا استاد بھی، تعمیر کردار وسیرت کے بجائے محض حرف خوانی کو اپنی ذمے داری سمجھتا ہے، جس کی وجہ سے استاذ تعلیم یافتہ تو ہے مگر تربیت یافتہ نہیں ہے، پڑھ کر فارغ ہونے والے تعلیم یافتہ لوگ تو ہر طرف نظر آتے ہیں، لیکن تربیت یافتہ ڈھونڈے سے نہیں ملتے، اگر ہم مکتب چلاتے ہیں تو صاحب صفات استاذ کا انتخاب کریں یا ہم خود پڑھاتے ہیں تو مذکورہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

ایک تمثیلی واقعہ

ایک استاد صاحب نے کلاس میں موجود جسمانی طور پر ایک مضبوط بچے کو بُلا یا اُسے اپنے سامنے کھڑا کیا، اپنا ہاتھ اُس کے کندھے پر رکھا اور بولے تگڑا ہو جا، پھر اُسے نیچے کی طرف دھکیلنا اور دبانا شروع کر دیا، وہ بچہ تگڑا تھا وہ اکڑ کر کھڑا رہا، استاد محترم نے اپنا پورا زور لگانا شروع کر دیا، بچہ دبنے لگا اور بلآخر آہستہ آہستہ نیچے بیٹھتا چلا گیا، استاد محترم بھی اُسے دبانے کے لئے نیچے ہوتا چلا گیا، وہ لڑکا آخر میں تقریباً گر گیا اور اُس سے تھوڑا کم استاد محترم بھی زمین پر تھے، اُستاد صاحب نے اِس کے بعد اُسے اٹھایا اور کلاس سے مخاطب ہوئے: "آپ نے دیکھا مجھے اِس بچے کو نیچے گرانے کے لئے کتنا زور لگانا پڑا؟ دوسرا یہ جیسے جیسے نیچے کی طرف جا رہا تھا، میں بھی اِس کے ساتھ ساتھ نیچے جا رہا تھا،

یہاں تک کہ ہم دونوں زمین کی سطح تک پہنچ گئے۔" استادِ محترم اُس کے بعد رکے لمبی سانس لی اور بولے؛" یاد رکھئے! ہم جب بھی زندگی میں کسی شخص کو نیچے گرانے یا دبانے کی کوشش کرتے ہیں تو صرف ہمارا ہدف ہی نیچے نہیں جاتا ہم بھی اُس کے ساتھ زمین کی سطح تک آجاتے ہیں، مطلب انسانیت سے گر جاتے ہیں، جب کہ اِس کے برعکس ہم جب کسی شخص کو نیچے سے اٹھاتے ہیں تو صرف وہ شخص اوپر نہیں آتا، ہم بھی اوپر اٹھتے چلے جاتے ہیں ہمارا درجہ، ہمارا مقام بھی بلند ہو جاتا ہے، اُستاد صاحب اِس کے بعد رکے اور بولے باکمال انسان کبھی کسی کو نیچے نہیں گراتا، وہ ہمیشہ گرے ہوؤں کو اٹھاتا ہے، اور اُن کے ساتھ ساتھ خود بھی اوپر اٹھتا چلا جاتا ہے، وہ بلند ہوتا رہتا ہے۔

دوسرا تمثیلی واقعہ۔تم یہ نہیں کرسکتے!

ایک گاؤں میں دو بچے رہتے تھے، ایک کی عمر دس سال اور دوسرے کی چھے سال تھی، دونوں لنگوٹیے یار تھے۔ایک دن کھیلتے کھیلتے گاوں سے تھوڑا باہر آگئے، گاوں سے باہر کھیلتے ہوئے دس سال کا بچہ کنویں میں گرگیا، اور چیخنے چلانے لگا چھے سال کے بچے نے ادھر ادھر دیکھا، کوئی مدد کا امکان نظر نہ آیا تو اس نے کنویں پر رسی سے بندھا ڈول (بالٹی) نیچے پھینک دیا اور دوست کو کہا :اسے پکڑ کر رکھو.......... اور خود پوری جان لگا کر کھینچنا شروع کر دیا چھے سالہ بچہ اس وقت تک کھینچتا رہا تھا جب اس ڈول سے چمٹا اس کا دوست کنویں سے باہر نہ آ گیا۔۔دونوں دوست ایک دوسرے سے مل کر رو رہے تھے، خوش ہو رہے تھے اور ڈر رہے تھے کہ گاوں میں جا کر اگر بتائیں گے کہ ہم گاوں سے باہر گئے تھے اور بڑا دوست کنویں میں گر گیا تھا تو بہت ڈانٹ ڈپٹ ہو گی مار پڑے گی۔۔۔۔۔لیکن سب کچھ اس کے برخلاف ہوا گاوں میں کسی نے ان کی بات کا یقین نہ کیا اور سب یہی کہتے رہے کہ چھے سال کے بچے میں اتنا زور کہاں کہ وہ دس

سال کے بچے کو کنویں سے باہر کھینچ لے پورے گاوں میں ایک ہی دانا شخص رحیم چاچا تھا جس نے بچوں کی بات کا یقین کیا.......... سب گاوں والے مل کر رحیم چاچا کے پاس گئے اور پوچھا کہ آپ کو ان پر یقین ہے؟ انھوں نے کیسے کیا ہوگا؟ رحیم چاچا نے جواب دیا : بچے بتا تو رہے ہیں کہ کیسے کیا.......... بڑا کنویں میں گرا، چھوٹے نے اسے ڈول کی مدد سے کھینچ لیا۔گاوں والے خاموشی سے رحیم چاچا کا چہرہ تکتے رہ گئے۔رحیم چاچا دوبارہ گویا ہوئے: سوال یہ نہیں ہے کہ وہ چھوٹا سا بچہ یہ کیسے کر پایا؟ سوال یہ ہے کہ وہ یہ کیوں کر پایا؟.......... اس کے اندر اتنی طاقت کہاں سے آئی؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے۔صرف ایک جواب! وہ یہ کہ جس وقت اس بچے نے یہ کیا اس ٹائم اور اس جگہ دور دور تک کوئی نہیں تھا اس بچے کو یہ بتانے والا کہ: تم یہ نہیں کر سکتے.......!!!! منقول

مکاتب کے لئے اساتذہ کی فراہمی

گلی گلی، مسجد مسجد مکتب کا قیام، ہر گاؤں اور دیہات میں مکتب کا قیام ضروری ہے، مگر ہر جگہ بہترین استاذ کی فراہمی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے، اس لئے (۱) مدارس میں تجوید سے صرف ناظرۂ قرآن پڑھ کر جو طلبہ چھوڑ دئے ہیں، ان کی ذہن سازی کرکے ان کی تھوڑی بہت تصحیح کرادی جائے اور انہیں مکتب کا استاذ بنایا جائے، وہ اپنی مصروفیات کے ساتھ صبح وشام کا مکتب بھی پڑھالیں گے، جس سے مکتب کی ضرورت بھی پوری ہوجائے گی، اور وہ بھی دینی ماحول سے جڑے رہیں گے۔

(۲) مدارس کے وہ طلبہ جو کچھ پارے حفظ کرکے چھوڑ دئے، یا مکمل حفظ کرنے کے بعد اسکولی تعلیم میں لگ گئے انہیں بھی ترغیب دے کر مکتب کی تعلیم پر آمادہ کیا جائے۔

(۳) عوام میں مکاتب بالغان وبزرگان کا نظام چلائیں، ان کو مکتب کی تدریس

کے قابل بنائیں، ان شکلوں میں ہر جگہ استاذ کی فراہمی کے علاوہ معلم کی تنخواہ کا مسئلہ بھی نہیں رہے گا، چونکہ یہ حضرات خود کفیل ہوتے ہیں، بغیر تنخواہ کے پڑھانے پر بخوشی راضی ہو جائیں گے، اور جو مکاتب رضا کارانہ چلتے ہیں وہ قوم کے حق میں بہت مفید ہوتے ہیں بمقابل ان مکاتب کے جو پیشہ ورانہ طور پر چلتے ہیں۔

تدرب المعلمین کا اہتمام کریں

[٦] معلمین کی تدریب کا اہتمام ہمارے مدارس میں ہے نہ مکاتب میں، اسکول میں ٹیچر ٹریننگ کے بغیر کسی کا تقرر نہیں ہوتا، ڈاکٹر کورس ساڑھے پانچ سال پڑھیں لیکن ایک سال کسی ماہر ڈاکٹر کے پاس رہ ہاؤس سرجن بننا پڑتا ہے، بلکہ بانڈ ہوتا ہے کہ تین سال کے بعد دو سال اپنی ہی ہسپتال میں کام کرنا ہوگا، تبھی آپ مارکیٹ میں کام کر سکتے ہیں، اگر نہیں کرو گے تو پھر آپ کو بیس لاکھ روپے دینا پڑتا ہے، پچاس لاکھ روپے دینا پڑتا ہے، اس سے ٹریننگ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے استاد کیسے بچے کو پڑھائے؟ کبھی کسی نے سیکھا نہیں یا سکھایا نہیں گیا۔

ہمارے پاس تقرری کا معیار کیا ہے؟ کہاں سے فارغ ہے اور کیا نمبر سے پڑھا؟ ہماری اپنی کمزوریاں اپنے مابین بولنے میں حرج نہیں، کوئی بریلوی کا نہیں ہے جو دیوبندیوں کے خلاف بول رہا ہو یہ اس لیے کہ اس کی اصلاح حتی الامکان ہو سکے، تجربے کرتے کرتے آدمی جس مرحلے پر پہنچتا ہے اس کے تجربوں کی تحقیر شروع ہو جاتی ہے، مدارس میں کوئی کتاب مختصر، میبذی دو سال پڑھایا تیسرے سال نکال لئے، کتاب بدل گئی، طلبہ ہر سال تختۂ مشق بن رہے ہیں، جو پندرہ سال سے پڑھا رہے ہیں ان سے کتنے نوجوان طریقۂ تدریس سیکھنے آتے ہیں؟

[ا] تدریب کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ استاد ایک ڈھانچہ اور سانچے کی حیثیت رکھتا ہے وہ اگر ڈھلا ہوا ہوگا تو طلبہ بھی صحیح نہج کے ہوں گے، اس کی مثال جیسے

امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدی ہی فاسد ہوگی مقتدی کی فاسد ہوگی تو ایمان کی نہیں ہوگی، مکتب کا استاد امام کی حیثیت رکھتا ہے، یہ بنا ہوا ہے تو بچے بھی بنیں گے۔

مکتب کے استاد صاحب داڑھی کاٹ رہے ہیں، پاجامہ ٹخنے سے نیچے پہنے ہیں، تین تین انگوٹھیاں پہنے ہوئے ہیں، فون کا رنگ ٹون گانے و میوزک کا ہے، جو بچہ اس کے نزدیک پڑھ رہا ہے اس کی اخلاقی کیفیت کیا بنے گی؟ تدریب میں یہ چیزیں آتی ہیں کہ استاد کا ظاہر کیسے ہونا چاہیے؟ وضع قطع کیسی ہونی چاہیے؟

[۲] انداز تدریس: نورانی قاعدہ کیسے پڑھانا ہے، اجراء کیسے کروانا ہے، قواعد کیسے یاد دلوانا ہے، لوگ قاعدہ پڑھانے کو معمولی سمجھتے ہیں، یہ قرآن کی بنیاد ہے، نحو، صرف کافیہ پڑھائیں تو مشکل، آسان نحو پڑھانا آسان؟ بنیادی فن ہمیشہ مشکل ہے، خواہ کسی زبان میں پڑھاؤ۔

[۳] نفسیاتی تربیت: تعلیم وتربیت کی تاریخ میں اسلام کے ظہور کا زمانہ سب سے زیادہ درخشندہ ہے نبی کریم ﷺ نے معلم اعظم بن کر صدیوں کے بگڑے جس پر اسلام بجا طور پر فخر کرسکتا ہے، ایسے لوگ جو تہذیب تمدن سے یکسر نا آشنا تھے ان کی سیرت اور کردار میں ایسی حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ انسانی فطرت کو سب سے زیادہ سمجھتے تھے اور اپنی امت کو تعلیم دیتے وقت ان ہی اصولوں کام لیا کرتے تھے، اسی وجہ سے آپ ﷺ کی تعلیم ہمیشہ کے لئے دل میں اتر گئی اور اخلاق واطوار کی ایسی بلندی پیدا کرگئی جس کی معراج تک پہنچنا اور کسی معلم کو نصیب نہ ہوا، معلوم ہوا کہ ایک کامیاب معلم کے لئے مضمون کی واقفیت اور عمدہ طریقوں کے علاوہ بچوں کی شخصیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی شخصیت کو سمجھے بغیر کوئی معلم اپنے طریقہ تدریس میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ جب تک بچوں کی نفسیات، فطری صلاحیت اور ذہنی استعداد جذباتی اور معاشرتی زندگی

کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا تعلیم کا عمل ہمیشہ ادھورا رہے گا۔ اسلئے ایک مدرس کو تعلیمی نفسیات کے طریقوں کو جاننا اور اس کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

یہاں نفسیاتی چند امور ذہن میں رکھیں، ان کی مدد سے آپ بچوں کی نفسیات اور اس کے طریقے نیز ان کی فطری صلاحیتیں ملحوظ رکھ کر تعلیمی پروگرام بنائیں، پھر دیکھیں کہ آپ کی تعلیم کیا رنگ لاتی ہے۔

مکتب میں آنے والے بچے پچیس تیس سال کے نہیں ہوتے ہیں، چھوٹی عمر کے ہوتے ہیں، ہر بچے کا مزاج الگ ہوتا ہے، کسی بچے کو گھوریں گے تو ڈر جاتا ہے، کسی بچے کو آواز سے بلائیں تو ڈر جاتا ہے، کسی بچے کو ماریں تو بھی نہیں ڈرتا، ہر ایک کی نفسیات الگ ہیں، سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا شروع کر دیتے ہیں، بچے کی نفسیات کا سمجھنا مستقل فن ہے، عصری درسگاہوں میں نفسیات کا ایک کورس سکھایا جاتا ہے، کون سا بچہ کیسے چل رہا ہے تو اس کا مزاج کیا ہوگا، کون بچہ کیسے دیکھ رہا ہے تو اس کا مزاج کیا ہوگا، کون سا بچہ کتنی آواز سے بات کرتا ہے تو اس کا مزاج کیا ہوگا، مزاج شناسی کا علم مستقل فن، عصری درسگاہوں میں بھی تربیت یافتہ ہی پڑھاتے ہیں، بلکہ آپ کو تعجب ہوگا ہمارے پاس بڑی درسگاہوں کو پڑھانے کے لیے بڑے اساتذہ عصری درسگاہوں میں چھوٹی درس گاہوں کو پڑھانے کے لیے بھی بڑے اساتذہ ہوتے ہیں ،خیر نظریہ الگ الگ ہوسکتا ہے، جو چیز بہتر ہو لے لینا چاہئے۔

[۴] بچے کے ساتھ پیش آنے کا طریقہ: ایک ہے پڑھانے کی حد تک ہمارا بچے سے تعلق، اس کے علاوہ بچے کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا ہو؟ بچے پر ہمارا رعب رہے یا اسکے دل میں ہماری محبت؟ اسے بلانے کا طریقہ کیسا ہے؟ حیدرآباد میں حضرت مولانا عبیدالرحمن اطہر صاحب کا ادارہ امداد العلوم ایک مدرسہ ہے، ان کا اصول ہے کہ استاد اپنے بچے کو تم سے نیچے اتر کر نہیں بات کرے گا، تم سے نیچے ''تو'' بولنا ''ارے'' بولنا منع

ہے۔

بچے کو عزت دو، بچہ بھی ہمیں بھی عزت دے گا، اس کی زبان بھی عزت والی بنے گی،''ارے، تو'' کی زبان ہمارے مدارس میں بہت عام ہے، فارغ ہونے کے بعد بھی دوستوں میں آپس میں بے تکلفی الگ چیز ہے، ہمارے اپنے ادارے (دارالعلوم رشیدیہ) میں ایک آدمی ہے مکینک اپنے بچے کو چھوڑنے آیا ہے، اپنے ادارے میں میں قانون ہے کہ تم سے نیچے نہیں اترنا، ایک استاذ نے ''تو'' سے بات کر لئے تو کہنے لگا، ہم جاہلوں کی زبان اچھی ہے آپ لوگ کیسے ایسی زبان استعمال کرتے ہو۔

یہ شرعی حکم بھی ہے ایک تو مہمانِ رسول کی تعظیم میں داخل ہے اور حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ دور دور سے تمہارے پاس علم دین سیکھنے کے لیے آئیں گے تم ان کی عظمت کرو۔''فاستوصوا به خیراً'' گدھے، پاگل، سوّر، یہ سب چیزیں تکیہ کلام ہیں، اس کی وجہ سے بچے کی نفسیات پر برا اثر پڑتا ہے وہ اندر سے ٹوٹ جاتا ہے۔

[۵] سزا سے پہلے جزاء یعنی آج بچہ سبق اچھا سنایا، کل سبق اچھا نہیں سنایا تو کیا کرتے ہیں؟ ڈانٹیں گے، غصہ کریں گے یا پھر یاد کرنے بھیجیں گے، پرسوں پھر غلط سنایا تو ماریں گے۔

مدارس میں فعل مضارع کے متعلق پڑھے ہیں کہ اس میں تجدد اور استمرار پایا جاتا ہے جیسے:

أو كلما وردت عكاظ قبيلة　　بعثوا الی عریفهم یتوسم

مثلاً یضرب میں تجدد اور استمرار ہوتا ہے، وہ فارغ ہو کر مکتب میں آنے کے بعد بھی باقی ہے، بدل بدل کے مارنا اور مارتے رہنا، جب بچہ سنایا تو آپ کی طرف سے جزا کا کچھ معاملہ نہیں ہوا؟ اور جب نہیں سنایا تو سزا کا معاملہ ہوا یہ دوہری پالیسی کیوں؟

بے عملی پر سزا ہے، عمل پر جزا نہیں ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ بچے کی محنت کی قدر کیوں نہیں کرتے، جس دن اچھا سنایا اس دن ہماری زبان سے ماشاء اللہ، شاہ باش کا کوئی لفظ نہیں نکلا، چاکلیٹ دینا، انعام دینا یا تعریف کرنا تو ہمارے خواب وخیال میں بھی نہیں، وہ ایک عنقاء ہے، یعنی ایسی کلی جس کی کوئی جزئی نہیں پائی جاتی، لیکن سزا کے معاملے میں جب غلطی ہوئی تو ہم فورا سزا دیدیتے ہیں، حسن سلوک میں سزا سے پہلے جزاء کا معاملہ ہو۔

مکاتب کا نصاب جامع ہو

[۱۰] نصاب اور نظام کوئی آسمانی چیز نہیں ہے، زمانہ اور ضروریات کے اعتبار سے اس میں تجدد وتنوع ہوسکتا ہے، اصل چیز نتیجہ ہے، نصاب ونظام پر مزید صلاحیتیں لگانے سے زیادہ ''مکاتبِ بنات ونسواں'' کی توسیع زیادہ سے زیادہ علاقوں تک ہو، نئے نئے علاقوں کا سروے کرکے باہمی تفہیم کے بعد ذمہ داریاں اوڑھ لی جائیں، یہی کام خدام دین کے لئے اتنا زیادہ ہے کہ ہزاروں لوگوں کی عمریں ناکافی ہیں۔

ایک غلطی جو ازل سے یعنی جب سے مکاتب کی ابتدا ہوئی ہے اس وقت سے اب تک وہ یہ ہے کہ مکاتب میں صرف نورانی قاعدہ، ناظرہ قرآن، یہ بنیادی غلطی جس کی وجہ سے مکتب میں پڑھنے والے بچے کا ذہن اسلامی ذہن نہیں بن رہا؟ بنیادی مضامین میں (۱) نورانی قاعدہ، اس کے بعد ناظرہ ہوتا ہے پھر حفظ مع تجوید (۲) محفوظات: حفظ احادیث وصبح شام کی دعائیں (۳) اردو زبان (۴) عقائد کی تعلیم (۶) اخلاقیات کی تعلیم (۷) سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

روزانہ سب کی تعلیم ہوگی یا دن تقسیم ہوگا؟ یہ استاذ کی صواب دید پر ہے۔

نصاب کی کتابیں

۱۔نصاب اردو دینیات دارالعلوم دیوبند۔یہ کل پانچ سالہ نصاب ہے۔جس میں نورانی قاعدہ سے شروع ہوکر،اردو کی پہلی،دینی تعلیم کارسالہ مکمل،جغرافیہ،حساب،ناظرہ قرآن مجید،تاریخ اسلام،فارسی کی پہلی،بوستان تک کانصاب ہے۔

۲۔نصابِ تعلیم شعبہ دینیات جامعہ اشاعۃ العلوم اکل کوا۔یہ تین سالہ نصاب ہے،آٹھ مضامین پر مشتمل جواشاعتی احسن القواعد سے شروع ہوکر ناظرہ ،مسائل ،تعلیم الاسلام، وغیرہ پر مکمل ہوتا ہے۔

۳۔پانچ سالہ نصابِ دینیات بمبئی۔پرائمری کورس۔ثانوی نصاب۔اضافی نصاب ۔بالغان ۔بالغات عالمیت کورس ۔مومنہ کورس بچیوں کے لئے تین سالہ۔شعبہ حفظ جزوقتی ۔اس سے لاکھوں طلبہ فائدہ اٹھارہے ہیں۔اورنگ آباد میں فیض عالمگیر کے نام سے ادراہ ہے جس کے تحت میں ۱۶ ہزار بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں،سات سال کا عرصہ ہوا،جس میں تیس طلبہ مکتب سے ہی حافظ بھی ہوئے ۔کافی منظم نظام دیکھنے کے قابل ہے۔ان حضرات سے مکاتب کانظام دیکھنے بندہ کاجانا ہوا،نصاب ممبئی کا ہے البتہ طریقۂ تعلیم نورانی مکاتب والوں کا ہے،مکاتب کوضون میں ضون کوحلقوں میں تقسیم کرکے مقابلہ ہوتا ہے چوتھے راؤنڈ میں پہلے نمبر پر آنے والے بچہ اوراستاذ کوعمرہ کا ٹکٹ ملتا ہے،ہرسال کم ازکم چاراساتذہ وطلبہ مکتب کی طرف سے عمرہ کرتے ہیں۔

۴۔دینی تعلیمی بورڈ جمعیۃ علماءہند کے ذیلی ادارے کا نصاب ،بورڈ کے تحت صوبائی مکاتب کی تعداد ۳۸۷۰۱ ہزار ہے،جن میں ۱۶۰۹۲۵۷،لاکھ بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں،مرکز کے تحت ۲۶۹ مکاتب چلتے ہیں ،جن میں ۱۲۰۶۰ بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں،ایک مکتب کا ماہانہ خرچ ۸۲۵۰ روپیہ آتا ہے،دس صوبوں میں ۸۰۷۲

مکاتب منظم چل رہے ہیں۔(۱)

۵۔نورانی مکاتب گجرات کا نصاب۔تعلیم الدین کے پانچ حصوں میں مکمل نصاب کو بہت مؤثر وکامیاب انداز میں ۳۲ سالہ تجربات کی روشنی میں کامیاب چل رہا ہے۔

۶۔تربیتی نصاب۔مفتی رفیع عثمانی صاحبؒ کی نگرانی میں مکاتب کے لئے منظم انداز میں تین سالہ نصاب تیار کیا گیا جو وہاں کامیاب چل رہا ہے،جس میں تربیتی نصاب ابتدائیہ ناظرہ۔اول ناظرہ۔دوم ناظرہ،تربیتی نصاب حفظ ابتدائیہ۔اول،دوم۔

۷۔کیرلا کا نصاب۔ان کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ احباب نصاب مکاتب کو مفت میں فراہم کرتے ہیں خواہ کتنے ہیں طلبہ کیوں نہ ہو۔

۸۔وفاق المکاتب بینگلور کا نصاب۔

۹۔وفاق المکاتب حیدرآباد کا نصاب۔

۱۰۔اس کےعلاوہ جزوی نصابات بھی بنے ہیں جیسے۔۔مولانا منیر صاحب دامت برکاتہم کالینا کا نصاب۔مفتی شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کا لکھا نصاب۔

نوٹ: مزید نصابات میں اپنی محنت صرف کرنے کےبجائے انہیں میں سے انتخاب ہو،نصاب میں نورانی قاعدہ ،اشاعتی احسن القاعدہ ،علم القرآن ،نورانی قاعدہ بترتیب جدید پلمنیر کے مفتی عبد الرحیم صاحب دامت برکاتہم کا بنایا ہوا ہے،کتاب سے زیادہ تعلیمِ کتاب کا سلیقہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے افادیت کےسلسلہ میں ، جو ایک ایک ہفتہ ان اداروں میں تربیتی پروگرام میں شریک ہو کر سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ یہ تمام نصابات تقریباً اجتماعی تعلیم سے پڑھائے جاتے ہیں،انفرادی تعلیم سےنہیں پڑھائے جاتے۔

---

(۱) جمعیۃ علماء ہند،ملی ورفاہی خدمات کی رپورٹ 2022-2023،باب دوم

مکتب کا نصاب طے نہ کرنے کے نقصان

مکتب میں مختلف مضامین نہ ہونے کا نقصان یہ ہوا کہ سماج میں ایک بات مشہور ہے کہ بچہ مکتب پڑھنے گیا تو بولتے ہیں کہ عربی پڑھنے گیا ہے، عربی پڑھانے کے واسطے پیسے دینا؟ اسکول میں حساب پڑھاتے ہیں، زبان پڑھاتے ہیں، سائنس پڑھاتے ہیں، جبکہ ہمارے نزدیک ہر فن علیحدہ اہمیت کو چاہتا ہے، لیکن اس کو فن سمجھا نہیں گیا ،نہ وہ سمجھے نہ ہم، اس واسطے عربی پڑھانے کے واسطے پیسے دینے کا سوال ہورہا ہے۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ بچے کو اور بچے کے والدین کو نقد فائدہ نہیں دکھ رہا ہے، بچے کو الف، ب یاد کرنے کا فی الحال فائدہ محسوس نہیں ہورہا ہے، بعد میں نماز میں کام آئے گا، مگر ہم اسے کبھی سمجھائے نہیں تو بچے کے ذہن میں اسکا احساس نہیں ہے، اور مکتب میں پڑھ کے جانے کے بعد اگر بچہ گھر پر گالیاں دیا، ماں بہن سے لڑ لیا، تو بولتے ہیں کہ عربی پڑھنے جارہا ہے ایسا کررہا ہے، کیا استاذ تجھے یہی سکھاتے ہیں، حالانکہ استاذ یہ سب سکھانے کی ذمہ داری نہیں لیا ہے، لیکن ان کے دماغ میں ہے کہ استاذ یہ سب سکھائے۔

تیسرا نقصان بچہ مکتب میں چند سورہ حفظ کر کے نکل رہا ہے مگر اسے بنیادی عقیدوں کا علم نہیں ہے جس کی وجہ سے کوئی بھی فرقہ اس پر محنت کرے تو عقیدہ بدل جارہا ہے، کوئی غیر مقلد ہورہا ہے، کوئی انہیں قادیانی بنارہا ہے، انہیں عیسائی بنارہا ہے، کم از کم پکا مسلمان تو باقی نہیں رہتا، کیوں کہ اس کے عقیدوں کی درستگی ہوئی ہی نہیں ہے اور نہ دینی مزاج پیدا ہورہا ہے۔

مدارس میں حفظ پڑھنے والے بچوں کے لیے کونسی کتاب عقائد کی پڑھاتے ہیں؟ حفظ تو دور عالمیت میں پورے درس نظامی میں عقائد کی کونسی کتاب سلیقے کی

ہے جسے سمجھ کر ہم پڑھ کے آئے ہوں، شرح عقائد علم کلام کی تو بخاری ہے مگر اس میں عقیدے کے علاوہ پوری بحثیں مل جائیں گی، جس طرح مختصر المعانی میں بلاغت کے علاوہ پورے فنون مل جائیں گے، عقیدۃ الطحاوی کس درجہ اہمیت سے پڑھائی جاتی ہے، عرب مما لک کے درس نظامی اور ایشیاء کے درس نظامی کی جو کمزوریاں ہیں ان کمزوریوں کے تقابل کے ساتھ یہ بات کہی جارہی ہے، عقائد پر جس قدر محنت عرب مما لک میں ہوتی ہے اسی قدر غفلت وہ فقہ سے کرتے ہیں اور ہمارے پاس جس قدر فقہ پر محنت کرتے ہیں اسی قدر غفلت عقائد میں کرتے ہیں، پورے درس نظامی میں صرف ایک کتاب پڑھائی جائے گی، جب عقیدے میں اتنی کوتاہی ہوگی تو سماج کے جتنے بھی فرقے ہیں بنیادی طور پر عقیدوں پر حملہ آور ہیں، اس لئے مکاتب میں عقائد کی بھی تعلیم ہو۔

بہت سے لوگوں نے مختلف نصاب بنائے ہیں دینیات ممبئی والوں کا، بنگلوروالوں کا، کیرلا کا، بھٹکل کاوغیرہ کا، آپ حضرات کا اختیار ہے چاہے تو اجتماعی طور پر طے کرلیجیے یا انفرادی طور پر۔لیکن کیجیے!

البتہ نصاب میں ایک بات یاد رکھیں! تفافروالی کیفیت پیدا نہ ہو جائے، ہمارے پاس دیوبند کا نصاب ہے، ان کے پاس ندوہ کا نصاب ہے، جو مدرسوں میں ہو رہا ہے یہ مکاتب میں نہ کریں۔

نصاب کی تکمیل کی مدت متعین کریں

نصاب کی تکمیل کے لیے وقت کی تحدید کریں، نورانی قاعدہ کتنے دن میں ختم ہونا؟ پارہ کتنے دن میں ختم ہونا؟ ورنہ دو سال سے بچہ مکتب میں نورانی قاعدہ پڑھ رہا ہے، رمضان کی چھٹی میں آیا تو پھر شوال سے قاعدہ شروع کرلیا، بقرعید کی چھٹی میں گیا نورانی قاعدہ پھاڑ کرنیا شروع کیا، غنیمت مکاتب میں ششماہی کا نظام نہیں ہے،

نصاب کی تحدید نہ ہونے کی وجہ سے دو دو سال، تین تین سال مکتب میں گزر رہے ہیں نہ قاعدہ مکمل نہ کچھ دعائیں یاد ہوئیں، ماں باپ کو شکایت ہے کہ مکتب میں کچھ تعلیم نہیں ہوتی، وہاں سے نکال کر ٹیوشن پڑھوا رہے ہیں، اب تو آن لائن ٹیوشن لے رہے ہیں، اس سے اجتماعی تعلیم کا نقصان ہو رہا ہے۔

مکتب کی فیس لینے کا نظام

فیس لے کر پڑھانا یا free پڑھانا، یہ علاقے کی نوعیت پر موقوف ہے بعض علاقوں میں فیس لے کر پڑھاتے ہیں، بعض علاقوں میں فیس لینے سے بچے نہیں آتے، بعض علاقوں میں پڑھانے کے بعد فیس شروع کرتے ہیں، بعض علاقوں میں غریب طبقہ رہتا ہے زیادہ فیس نہیں دے سکتا، بعض علاقوں میں مالدار قسم کے بچے رہتے ہیں، وہاں فیس کے بغیر پڑھائیں تو بچے نہیں آتے، اس لئے اس پر کوئی اصول بنایا نہیں جاتا، آپ جس جس علاقے میں کام کرتے ہیں، وہاں کی نوعیت دیکھیں، البتہ مجموعی طور پر ایک بات کہی جاسکتی ہے کہ فیس کا رواج رکھنا چاہیے، کم ہو یا زیادہ، کیوں کہ نہ رکھنے کے نقصانات زیادہ ہیں فوائد کم ہیں، خلاصے کے طور پر ایک نقصان یہ کہ فیس نہیں رکھی جائے تو اس تعلیم کی ضرورت مالدار کے بچوں کو بھی ہے اور غریب کے بچوں کو بھی، غریب کے بچے کو فیس دینا بھاری ہے مگر امیر کے بچے کو فیس کے بغیر پڑھنا عیب ہے، مگر دونوں کے نزدیک اس کی عظمت نہیں ہے، غریبوں میں بھی تعلیم کی قدر نہیں ہے، اس لئے پچاس روپے، بیس روپے، دس روپے جو بھی ہو رکھیں، البتہ مجموعی طور پر ذہن سازی ہونی چاہیے، اس کے لئے خدمت کریں اور خدمت کی اہمیت بتائیں ۔علاقے کے اعتبار سے فیس کا اعلان کرے، ایسی فیس متعین کرے جس کا ادا کرنا سب کے لئے آسان ہو، صرف مال دینے سے مدرسہ نہیں چلا کرتا۔

مکاتب خودکفیل اور معیاری ہوں

حضرت علی میاں ندویؒ فرماتے ہیں کہ ”مکاتب خودکفیل، آزاد اور معیاری ہوں“ حضرت مفتی سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ”تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ باہر کی مدد سے مکتب یا مدرسہ چلایا جائے تو اس کا فائدہ دیرپا و دورس نہیں ہوگا، مکتب ومدرسہ تبھی چلے گا جب مقامی افراد کا تعاون اس کے ساتھ شامل ہو، مقامی افراد کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئے، اپنی اولاد کی روزی روٹی کی طرح دینی کی بھی ذمہ داری ہے، کمزور معاشی آبادی میں احساس دلایا گیا تو بہترین نظام چل جاتا ہے، یہی اکابر طریقہ ہے، مٹھی فنڈ، صدقہ کے ڈبے وغیرہ سے جو برکت ہوتی ہے لاکھوں سے نہیں حاصل ہوتی۔

اہلِ کوہ کن کا کارنامہ

مفتی سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: ”کوہ کن مارشٹر کا ساحلی علاقہ ہے، وہاں شافعی حضرات زیادہ ہیں، جو اکابرِ دیوبند سے بہت عقیدت مند ہیں، وہاں ایک انجمن قائم کی گئی ”انجمن تعلیم وترقی“ اس انجمن کی طرف سے ہر گھر میں چھوٹے چھوٹے صدقے کے ڈبے رکھے جاتے ہیں، مطالبہ یہ ہے کہ جتنے بھی افراد گھر میں ہیں روزانہ ایک روپیہ ڈبہّ میں ڈالے، ہوا یہ کہ اسکول کے بچے اس وقت تک اسکول نہیں جاتے جب تک اپنا ایک روپیہ ڈبہّ میں نہیں ڈالتے، ہوتے ہوتے ایک سال میں ساڑھے تین کروڑ روپیہ ہوگیا، سمجھدار قوم خرچ کرنے میں آگے ہے، پیسہ کام سے آگے نہیں ہے، کام پیسہ سے آگے ہیں یعنی کام مخدوم ہے پیسہ خادم ہے، اور مخدوم آگے رہتا ہے خادم پیچھے رہتا ہے، آگے بڑھتے جائیں، خادم پیچھے آئے گا، البتہ جہاں مرتدزدہ علاقہ ہو وہاں کی بات الگ ہے، جمعیت کا سالانہ پچاس لاکھ روپیہ مکاتب پر

خرچ ہوتا ہے، مگر خود کفیل مکاتب ہی کامیاب ہوتے ہیں‘‘۔

ممبئی میں اس محلہّ میں محنت کی گئی جہاں کی عورتیں شراب نشہ اور بدکاری کی عادی تھیں، پہلے خرچ کر کے تبدیلی لائی گئی بعد میں ان عورتوں میں بھی تبدیلی آئی اور وہ مکاتب بھی خود کفیل بن گئے، یعنی بدکار عورتیں خرچ کر سکتی ہیں، عام سماج خرچ کیسے خرچ نہیں کرے گا؟۔

مالیہ فراہمی کا نظام کا طریقۂ کار

مالیہ کے بغیر مکاتب کو منظم، مؤثر اور مستحکم کرنا مشکل ہے، کوئی نظام مالیہ کے بغیر چلنا دشوار ہے، بعض مقامات پر فیس سے نظام قابو میں آنا بھی آسان نہیں ہوتا ہے، اس کے لئے کچھ ایسی مناسب شکلیں طے کریں جس سے بسہولت مالیہ کی فراہمی ہے:

۱۔کسانوں سے پیداوار کا چالیسواں حصہ یا سواں حصہ اناج کی شکل میں مکاتب کے معلّمین کے لئے یا اس جمع شدہ کو فروخت کر کے رقم کی شکل میں بنایا جائے۔

۲۔ملازمت پیشہ افراد کی تنخواہ سے چالیسواں حصہ یا سواں حصہ (سو میں سے ایک روپیہ) ماہانہ جمع کرنے کی ترتیب بنائی جائے۔

۳۔مٹھی فنڈ کا نظام بنایا جائے کہ گھر کی خواتین کھانا بنانے سے پہلے ایک مٹھی مکتب کے ڈبہّ میں ڈالدیں، مہینہ مکمل ہونے پر وہ مکتب میں جمع کر دیا جائے۔

۴۔صدقہ کا ڈبہّ: گھر کے تمام افراد اپنی طرف سے روزانہ ایک روپیہ ہی کیوں نہ سہی ڈالنے کا اہتمام کریں، مہینہ مکمل ہونے پر صدقہ کا ڈبہّ مکتب کی انتظامیہ کے حوالے کر دیا جائے۔

۵۔ردّی سامان کا نظام: گھر کا وہ سامان جو قابل استعمال نہیں ہے مثلاً اخباری کاغذ، پلاسٹک سامان، لوہا، پرانے کپڑے، وغیرہ موقع بموقع وصول کیا جائے، اور انہیں فروخت کر کے مالیہ کا نظام درست کیا جائے۔

۶۔تاجروں ،ڈاکٹروں کے کاؤنٹر پر مکتب کا ڈبّہ رکھا جائے،واردین جو ہوسکے ڈال کر جائیں گے،ہوسکے تو دوکاندار اپنوں کو مکتب کے ڈبّہ کا تعارف کرادے،ہر ماہ جمع شدہ رقم مکتب کی انتظامیہ وصول کرلے۔

۷۔مکتب میں پڑھنے والے بچوں کے والدین خواہ کسی بھی پیشہ سے ہوں،اپنے بچے کے لئے روزانہ ایک روپیہ ہی کیوں نہ ہو جمع کرنے کا اہتمام کریں۔

۸۔محلہ وگاؤں کی مساجد میں مہینہ کا کوئی ایک جمعہ مکتب کے اخرجات کے اعلان کے لئے متعین کردیا جائے

۹۔اوقاف کی آمدنی کا چالیسواں حصہ یا سواں حصہ مکتب کے لئے فارغ کردیا جائے۔

۱۰۔مدارس کی آمدنی دسواں حصہ مکاتب کے لئے طے کردیا جائے۔

۱۱۔مکاتبِ صبیان کے ساتھ مکاتبِ بالغان وبزرگان کا بھی بہترین نظام بنایا جائے ،اوران بالغان میں کوئی ڈاکٹر ،کوئی انجینئر ہوں گے ،کوئی تاجر ہوگا ،ان سے مکاتب کفالت کا نظام بنایا جائے۔

نوٹ:اسلام نے حسن اخلاق کے ساتھ ،اجتماعی مال میں بہت احتیاط کرتے ہوئے،خیانت سے اجتناب کرتے ہوئے،عزت نفس کا خون اور عظمت دین کو مجروح کئے بغیر سرکاری اور شرعی اصول کی رعایت کے ساتھ اغنیاء سے زیادہ متوسط لوگوں سے تعاون لینے کی فکر ہو،عمومی تعاون کی اپیل بھی ہو،مگر یاد رہے کہ تعارف کے بعد تعاون لینے میں اعتماد ہوتا ہے۔

ماہانہ تعلیمی رپورٹ کا اہتمام کریں

[۱۴] مکتب کی تعلیم کی ماہانہ رپورٹ تیار کریں،کہ اس مہینے میں فلاں بچہ کہاں تک پڑھا،فلاں بچہ کونسی تختی میں ہے،حفظ میں جس طرح معیار ہوتا ہے کہ مہینے میں ایک

پارہ کم از کم حفظ کر لینا ہے ویسے مکتب میں بھی طے کریں،مہینہ میں اتنی تختیاں پڑھ لینا ہے،ہر ماہ کا نصاب پورا ہونے پر اس کی رپورٹ تعاون کرنے والوں،والدین کمیٹی وغیرہ کے سامنے پیش کریں، ان کو اپنی محنت دکھائیں،یہ بچے مہینے میں اتنا پڑھ لئے ہیں،تو ان کے تعاون کا جذبہ بڑھے گا،والدین میں تعلیمی دلچسپی پیدا ہوگی۔

مہینے کا نصاب مکمل ہونے پر بچے اور استاذ کی ہمت افزائی کریں،ایک مہینے میں ایک پارہ پڑھ لیا دو پارے پڑھ لیا،آپ کے معیار سے زیادہ آگے بڑھ کر کچھ کام کر لیا تو اس بچے کی ہمت افزائی کریں،ہمت شکنی یا ہمت افزائی نہ کرنے والا نظام ہمارے مکاتب میں بھی ہے اور ہمارے مدارس میں بھی ہے،سال میں ایک مرتبہ انعامی جلسہ ہوگا بس۔

ہر مہینہ بچوں کی ہمت افزائی کریں،غیر حاضری نہیں کیا،مہینے میں چھبیس دن پابندی سے آیا اور چھبیس دن پورے سبق سنایا،معیار اور مقدار پوری کیا تو استاذ یا نگران کی طرف سے ہمت افزائی ہو۔

اپنے پیسے سے انعام دینا شروع کریں،دس روپے کی کوئی چیز،بیس روپے کی کوئی چیز دیدیں بچے کے parents کو بلائیں،معاونین کو بلائیں،محلے کے سنجیدہ لوگوں کو بلائیں، رپورٹ پیش کرکے انعام دیں ،اللہ خود بخود ان کے دلوں میں ڈالدے گا وہ معاون بن جائیں گے،بلکہ وہ آپ کے بھی معاون بنیں گے،ہمارے پاس اساتذہ کو بعض والدین ،کپڑے،کبھی میٹھائی ،کبھی گھر پر دعوت، کبھی رقم ہدیہ دیتے ہیں،آپ محنت کریں ،اور اظہار بھی کریں تو آپ کی محنت کی قدر کرنے والے پیدا ہوں گے،مچھلی پکڑنے کے لیے جس طرح گل میں کیڑا لگا کر ڈالتے ہیں ویسے ہی دس،بیس روپے کی حیثیت سے ہے۔

اشاعت العلوم اکل کوّا میں بچہ وقت کی حفاظت کرتے ہوئے جلد حفظ مکمل کرلے

تو بچے کو بچے کے ماں باپ کو اور بچے کے پڑھانے والے استاد کو انتظامیہ کی طرف سے عمرے کا ٹکٹ free دیدیا جاہے۔

ہمارے پاس ہمت افزائی نہ کرنے کی عادت ہے، اپنا کوئی ساتھی اچھا مضمون لکھدے تو تعریف کے بجائے اس کی طالبِ علمانہ زندگی کے نقص بیان کریں گے، کوئی اچھی تقریر کردے تو کتاب الٰہی حسنِ ظاہری و باطنی کے ترازوں میں تولیں گے، کس کی کاپی مار رہا ہے، کیا غلط بول رہا ہے، یہودیوں میں ہمت افزائی کی بڑی اہمیت ہے، nobel prize لینے والے مسلمانوں میں صرف آٹھ لوگ ہیں اوران میں تسلیمہ نسرین جیسے بھی ہیں، یہودیوں میں نوبل پرائز پانے والوں کی تعداد دوسو چار ہے، ان کے پاس ہمت افزائی والا کام بہت زیادہ ہوتا ہے، اپنے پاس کوئی ادارہ اچھا کام کرلے، کوئی استاذ بہترین کارنامہ انجام دے، بہترین کتاب لکھدے تو شاید برداشت کرلیں۔

مکتب کی تنخواہ معیاری ہو

معیاری تنخواہ کا اہتمام: مکتب کی تعلیم جب ایسے منظم طریقے سے ہونی ہے تو مکتب کے معاونین یا committee آپ بنائیں گے ان کی ذہن سازی ہو کہ مکتب کے استاذ کی تنخواہ اچھی رکھی جائے، موجودہ دور میں مکتب کی مناسب تنخواہ چار ہزار ہے، لیکن یہ ان کے لیے جو مذکورہ اصول کے ساتھ خدمت کریں گے، پڑھانے والے استاد کے سامنے قناعت، زہد، استغناء پر گفتگو کرنا حماقت و نادانی ہے، اساتذہ کے سامنے سادگی، توکل کے موضوعات پر بات کرنا محنت کی توہین اور تحقیر ہے، آپ کی ذمہ داری محنت کی قدردانی ہے وہ آپ پوری کریں، البتہ اساتذہ سے کہا جائے گا آپ اپنے وقت کو اتنا قیمتی مت سمجھیں کہ ہر لمحے کے بدلے پیسہ ملے، کچھ کام اپنے ایسے رہیں کہ جس کا عوض صرف اللہ ہو، دونوں اپنی اپنی ذمہ داری پوری کریں تو بیلنسنگ

رہے گی، یہ دینے پرآمادہ رہیں، وہ نہ مانگنے پرآمادہ رہیں، اگر ایک ہی طرف بولا جائے کہ ماں باپ کے حقوق وعظمت پر بیان ہو اورصرف ماں ہی فضیلت میں آرہی ہے، باپ انتظار میں ہے کہ میری باری کب آئے گی، یا سوچے کہ کاش میں باپ ہونے کے بجائے ماں بن جاتا، یا حقوق والدین پر ہی بیان ہو اورحقوق اولاد پر کبھی نہ ہو، ایک طرفہ شریعت سنانے کی وجہ سے بچے ماں کی طرف داری میں باپ سے لڑ رہے ہیں، ایسے ہی شوہر کے حقوق اس قدر بیان ہوئے کہ بیوی پریشان ہے کہ میری کوئی حیثیت نہیں ہے، عورتیں اپنے آپ کو مظلوم سمجھ رہی ہیں ،معاشرتی عناوین میں ترجیح بلا مرجح کی وجہ سے معاشرتی نقصانات جنم لے رہے ہیں۔

معلّم کی اجرت کا حکم

واضح رہے کہ قرآن کریم کی تعلیم سے دوسروں کو فائدہ ہوتا ہے اور یہ متعدی عبادت ہے،لہذا قرآن کریم پڑھانے پر اجرت لینا جائز ہے؛ کیونکہ وہ بھی قرآن کو دوسروں تک پہنچا رہا ہے جیسے کہ قرآن کریم لکھنے پرنٹ کرنے کی اجرت لینا جائز ہے،امام حاکم کا قول ہے "لم اسمع احدا کرہ اجر المعلم" میں سے کسی (عالم) شخص نے یہ نہیں سنا کہ معلّم کی اجرت کو اس نے ناپسند کیا ہو،حسن بصریؒ نے (معلّم کو) دس درہم اجرت کے دیے، "واعطی الحسن دراھم عشرہ"

امام ابن العربی المالکی (المتوفی ۵۴۳ھ) سیدنا ابوسعید الخدری رض کی روایت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس حدیث سے قرآن پر اجرت لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور اس کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں کتاب اللہ سب سے زیادہ مستحق ہے کہ تم اس پر اجرت حاصل کرو۔"

جواز اخذ الاجرۃ علی القرآن وقف اتبعہ بقولہ فی الصحیح

ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ“(۱)

عرب کے مختلف قبیلوں سے آنے والے وفود کے ساتھ بچے بھی ہوتے تھے جو خدمت نبوی میں قیام کر کے علم دین حاصل کرتے تھے اور ان کے کھانے پینے کا بندوبست مقامی صحابۂ کرام کیا کرتے تھے، جس میں انہوں نے بے مثال ایثار و بے لوثی کا ثبوت دیا-(۲)

تنخواہ کو تعلیم کے ساتھ نہ جوڑیں!

آپ کو جو تنخواہ ملتی ہے وہ آپ کی محنت کا بدلہ نہیں ہے؛ اس لیے کہ آپ ”لا الہ الا اللہ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم“ بچوں کو یاد کرا دو تو ساری دنیا کی دولت بھی۔ اس کا بدلا نہیں ہو سکتی، تنخواہ تو آپ جو وقت دیتے ہیں اس کا کچھ بدلہ مل رہا ہے۔ جو وقت آپ مکتب میں دیتے ہیں وہ اگر دنیا کے کسی کاروبار میں دیتے تو ضرور زیادہ نفع کما لیتے لیکن آپ نے اللہ کی کتاب کے لیے وقت دیا ہے تو ان شاء اللہ! اس کا بدلہ اللہ تعالی ہی عطا فرمائیں گے؛ اس لیے کبھی بھی اپنے پڑھانے کو اپنی تنخواہ کے ساتھ مت جوڑو، اللہ سے اجر لینا ہے۔

آپ کی حیثیت وہ نہیں جو دنیوی تعلیم کے معلمین کی ہے کہ وقت دیا، پیسہ لیا اور بس! اس لیے کہ ان کا اور ان کی تعلیم کا مقصد دنیا ہی ہوتی ہے، لیکن ہماری محنت کا اصل ثمرہ اللہ تعالی کی رضا ہے اور جو کچھ یہاں بندوں کی طرف سے مل رہا ہے اس کی حیثیت آخرت میں ملنے والے ثواب کے مقابلے میں سمندر کے مقابلے میں قطرے کی بھی نہیں ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ہماری محنت کا مقصد بھی اَجر ہو اجرت نہ ہو۔(۳)

(۲) معلم کی نسبت تعلیمِ کتاب سے ہے، اس نسبت کی عظمت کا استحضار رہے،

---

(۱) عارضۃ الاحوذی بشرح صحیح الترمذی ۸ / ۱۶۸ ط دار الکتب العلمیۃ بیروت

(۲) حیاۃ الصحابہ جلد/۱، باب النصرۃ

(۳) مستفاد از: رہنمائے مکاتب

نیز خدمتِ کتاب پر کبھی مالی تنگی نہیں ہوگی بشرطیکہ اخلاص واستقامت اور دردمندی سے تعلیم دی جائے۔

(۳) یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدمتِ دین کا حقیقی اجر تو اللہ ہی دیں گے، دنیا اور اہلِ دنیا ایک ''سبحان اللہ'' کی قیمت ادا نہیں کر سکتے، اس لئے مکتب کی خدمت کو رزق کا وسیلہ نہیں بلکہ نجات کا ذریعہ سمجھے، قاضی اطہر مبارک پوری ؒ فرماتے ہیں کہ ''یہ حقیقت یاد رکھنی چاہئے کہ دنیا تنخواہ ملنے کی جگہ ہے، (بدن کو جتنے کی ضرورت ہے) من خواہ ملنے کی جگہ نہیں ہے، پیسے کی ترازوں میں علم کو تولنے والا استاذ اپنے علم کی تذلیل کر رہا ہے۔(۱)

(۴) مفتی احمد خان نپوری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ: ہماری مشکلات کا حل تن خواہ کا اضافہ نہیں ہے، سب جانتے ہیں کہ پرائمری اسکولوں کی تنخواہیں بڑے مدرسے کے شیخ الحدیث کی تنخواہ سے زیادہ ہوتی ہیں، پھر بھی وہ دوسرے کے مقروض رہتے ہیں، بعض تو مولویوں سے ہی قرضہ لیتے ہیں، مولوی کی تنخواہ ان کی تنخواہ سے زیادہ تو نہیں پھر کیوں ؟ حقیقت یہ ہے کہ تنخواہ کا بڑھ جانا مسائل کا حل نہیں ہے، فرض منصبی پورا کرنے پر ضرورتوں کا پورا ہو جانا ہی کافی ہے، یہی اصل برکت ہے، پچاس ہزار میں کسی کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتی، جبکہ دس ہزار میں سے کچھ بچ بھی جاتے ہیں۔(۲)

(۵) مفتی احمد خان نپوری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ: سوچ بدل جانے سے روّیہ بھی بدل جاتا ہے، پہلے ہر شخص اس کو خدمت سمجھتا تھا اور آج نوکر وملازمت سمجھتا ہے، نتیجۃً ہر گھنٹہ کی قیمت لگانے کا مزاج پیدا ہو گیا، کچھ بھی زاید کام کرنے میں اپنائیت باقی نہیں رہی، اس لئے آج دینی کاموں سے بھی نور واخلاص ختم ہوتے جارہا ہے۔

---

(۱) کتاب الأحوال: ۲۲۶۱

(۲) مستفاد: محمود المواعظ: ۵/ ۲۲۹

(۶) بعض نادانوں کی سوچ ہے کہ پیسہ لے کر کام کرنا خدمتِ دین نہیں، ہم اپنی جان ومال سے کام کرتے ہیں اور یہ دین کے کام پر پیسہ لے تے ہیں، اس نظریہ کی وجہ خواہ کچھ ہو مگر ہے یہ غلط نظریہ، حضرت جی مولانا الیاس صاحب ؒ مظاہر العلوم میں پڑھاتے ہوئے تنخواہ لیتے تھے، حضرت کے شیخ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ بھی تنخواہ لیتے تھے، یاد رہے تنخواہ لینا نہ جرم ہے اور نہ اخلاص کے منافی ہے، اور مفت میں کام کرنا اخلاص نہیں، ورنہ سخی، شہید، عالم جو جہنم میں دالے جائیں گے وہ مفت میں کام کئے تھے مگر اندر ریا تھا، پتہ چلا تنخواہ لینا والا مخلص اور مفت میں کام کرنے والا ریا کار ہوسکتا ہے۔

(۷) استاذ خود کو معاوضہ حاصل کرنے والا فرد نہ سمجھ کر ایک مثالی معلم کا کردار ادا کرے۔ اپنی محنت نتیجہ خیز وبافیض بنانے کا بدلہ یہ ساری کائنات نہیں ہوسکتی، اصل معاوضہ اپنی محنت سے تیار ہونے والے تعلیم یافتہ دیندار طلبہ، حفاظ، علماء، امانت دار وسچّا تاجر، قابل تعریف مسلمان ہی محنت کا ثمرہ ہے، اور وہ ملنا بھی کیا ملنا جو موت پر ساتھ نہ دے۔

(۸) ایک استاذ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لا رہے تھے، راستہ میں شاگرد ملا، اصرار کرکے گٹھا اپنے سر پر لے لیا، تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک مسئلہ پوچھا تو استاذ نے اس کو روک کر فوراً وہ گٹھا واپس لے لیا اور کہا کہ اب مسئلہ پوچھو، شاگرد کی حیرانی دور کرتے ہوئے انہوں نے وضاحت کی کہ اگر میں اسی وقت جواب دیتا تو یہ علم کا معاوضہ شمار ہوتا جو جائز نہیں ہے (کیونکہ ایک مسئلہ بتانے کا کیا کیسا معاوضہ؟)۔

تعلیمی اداروں میں سزا کا اسلامی تصور

مکاتب اور مدارس میں تعلیم کے ذمہ داروں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ سخت مار کے بغیر بچے تعلیم حاصل نہیں کرسکتے ہیں، یہ بالکل ایک غلط تصور ہے جس

سے بچے کو تعلیم سے نفرت بھی ہوسکتی ہے اور تعلیمی سلسلے کو ادھورا چھوڑ کر بھاگ بھی جاتے ہیں، درس وتدریس کے سلسلے میں قرآنی تعلیمات تو یہ ہیں کہ آپ نرم خوئی اور رحم دلی سے کام لیں اور سخت مزاجی سے گریز کریں۔

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ، وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔"(۱)

تعلیم کو مار سے نہیں، بلکہ پیار سے عام کرنے کی ضرورت ہے، المیہ یہ ہے کہ بعض اساتذہ بچوں کو بڑی بے رحمی سے مارتے ہیں، جب چھڑی اٹھاتے ہیں تو پھر روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیتے ہیں، کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ چھڑی بچے کے جسم پر کہاں لگ رہی ہے، اس سے نقصان کا کس قدر اندیشہ ہے، بعض اساتذہ کو دیکھا گیا ہے کہ وہ بچوں کی ہڈی پر زور زور سے چھڑیاں مارتے ہیں، بچوں کو تھپڑ، مکے، گھونسے اور لاتیں مارتے ہیں، بچوں کے ہاتھ پاؤں کو بے دردی سے مروڑتے ہیں، یہ سب چیزیں قرآن وسنت، خلف وسلف کے افکار اور فقہ اسلامی کے سراسر خلاف ہیں۔

جن قیدیوں کے پاس تاوان بھرنے کی گنجائش نہیں تھی مگر وہ پڑھنا لکھنا جانتے تھے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔

مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے قیدیوں میں کچھ ایسے بھی تھے جو فدیہ دینے کی گنجائش نہیں رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا فدیہ یہ مقرر فرمایا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ ایک دن ایک بچہ روتا ہوا اپنے باپ کے پاس آیا۔ باپ نے پوچھا: تجھے کیا ہوا؟ بچہ کہنے لگا: مجھے میرے استاد (قیدی) نے مارا ہے۔ باپ کہنے لگا: "وہ خبیث بدر کے بدلے لیتا ہے! اللہ کی

---

(۱) آل عمران: ۱۵۹

قسم! تو کبھی اس کے پاس نہیں جائے گا''۔(۱)

سزا اور جدید تعلیمی نفسیات کی تحقیق

جدید تعلیمی نفسیات کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ طلبہ کو اخلاقی جرائم پر سزا دی جاسکتی ہے، اس کے علاوہ جسمانی سزا طلبہ کے تعلیمی عمل پر بُرا اثر ڈالتی ہے، لہٰذا حتیٰ الامکان جسمانی سزا سے معلم گریز کرے۔ سزا طالب علم کی عزتِ نفس اور خودداری مجروح کرتی ہے، استاد کے خلاف نفرت پیدا کرتی ہے اور بسا اوقات طالب علم سلسلۂ تعلیم ہی ختم کر دیتا ہے، لہٰذا استاد کو بچوں کی نفسیات سے پوری طرح واقف ہونا چاہیے، امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ : تدریس کے دوران استاد کو طالب علم کی نفسیات کے مطابق اپنے تدریسی امور سرانجام دینے چاہئیں۔

۱۔۔۔۔ابن خلدونؒ فرماتے ہیں کہ: خوب یاد رکھیے! تعلیم کے سلسلے میں بے جا مار پیٹ اور ڈانٹ ڈپٹ مضر ہے، خصوصاً چھوٹے بچوں کے حق میں، کیونکہ یہ استاد کی نااہلی اور غلط تربیت کی نشانی ہے۔ جن کی نشو ونما ڈانٹ ڈپٹ اور قہر وتشدد سے ہوتی ہے، خواہ وہ پڑھنے والے بچے ہوں یا لونڈی غلام یا نوکر چاکر، ان کے دل ودماغ پر استاد کا قہر ہی چھایا ہوتا ہے۔ بے چاروں کی طبیعت بجھ کر رہ جاتی ہے، امنگ وحوصلہ پست ہو جاتا ہے، شوق ودلچسپی جاتی رہتی ہے اور طبیعت میں مستی پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ بعض اوقات تو دماغ معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ تشدد سے جھوٹ اور بدباطنی پیدا ہوتی ہے اور خودداری سلب ہو جاتی ہے، گویا جبر وتشدد بچوں کو مکر وفریب اور دغابازی کی تعلیم دیتا ہے۔

---

(۱) مسند أحمد، تحقیق أحمد شاکر، حدیث:۲۲۱۶، احمد شاکر نے کہا : اس روایت کی سند صحیح ہے، اس کی سند میں علی بن عاصم بن صہیب واسطی ہے۔ یہ امام احمد کا استاذ ہے۔ یہ صدوق) نہایت سچا تو ہے لیکن غلطی کرتا ہے، پھر اس پر ڈٹ جاتا ہے۔ محدث شاکر نے اس امر کی ترجیح دی کہ وہ ثقہ ہے، دیکھیے : مسند أحمد تحقیق أحمد شاکر: ۱/ ۳۰۳)

۲...... امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :استاذ کو بچوں کی بدسلوکی پر نصیحت کرنا چاہیے، لیکن سزا کے معاملے میں اُسے کھلے عام اور طوالت سے پرہیز کرنا ہوگا، کیونکہ اس سے طالب علم اور استاذ کے درمیان احترام کا پردہ ہٹ جاتا ہے۔

۳...... ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ :استاذ کو کڑی سزا دینے کا حق نہیں، تاوقتیکہ وہ اس کے والد یا سرپرست سے اجازت نہیں لے لیتا۔

۴...... معلم تیونس Al.Qalishi استاد صاحب ناراض ہو تو اس حالت میں اس کو مارنا نہیں چاہیے، کیونکہ ایسے موقع پر اس کے ذاتی احساسات حالات کو مسخ کرسکتے ہیں، اسی معلم نے ایک اور اصول پر زور دیا ہے، وہ یہ ہے کہ استاذ کو ذاتی وجوہات کی بنا پر سزا نہیں دینی چاہیے۔(۱)

اب مارنے کا زمانہ باقی نہیں رہا

ایک وقت تھا کہ معلم کی مار پر طلبہ فخر کیا کرتے تھے؛ اس لیے کہ وہ مار شفائے غیظ کی آمیزش سے پاک ہوتی تھی، اب نہ ایسے معلمین رہے، نیت، متعلمین، الا ماشاء اللہ! اس سلسلہ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ایک دل چسپ واقعہ ملاحظہ کیجیے! حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب نوراللہ مرقدہ رقم طراز ہیں، فتنۂ قادیانیت ہی کے سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت شاہ صاحب کے جلال کا بھی سن لیجیے :دورۂ حدیث کے ہمارے ہم سبق طلبہ میں ضلع اعظم گڑھ کے بھی چند حضرات تھے، اس زمانے میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک صاحب، جو قادیانی تھے، سہارنپور میں حکومت کے کسی بڑے عہدہ پر آگئے، وہ ایک دن اپنے ہم ضلع اعظم گڑھی طالبہ سے ملنے کے لیے (لیکن فی الحقیقت ان کو جال میں پھانسنے کے لیے دارالعلوم آئے ان طلبہ نے ان کی اچھی خاطر مدارات

(۱) مقدمہ ابن خلدون، حصہ دوم، ص ۴۶۵:۔ ۹:۔۔۔۔اردو ترجمہ اسلامک سسٹم آف ایجوکیشن ، ط: مجید بک ڈپو، لاہور، ص ۴۲۳: تا ۴۲۴

کی، وہ شکار کے بہانے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ بھی لے گئے، جو رات کو دارالعلوم واپس آئے، حضرت شاہ صاحب کوکسی طرح اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی، حضرت کو ان طلبہ کی اس دینی بے سمیتی سے سخت قلبی اذیت ہوئی، ان طلبہ کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے ایک سعادت مند طالب علم غالباً معافی مانگنے کے لیے حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے، حضرت پر جلال کی کیفیت طاری تھی، قریب میں چھڑی رکھی تھی، اس سے ان کی خوب پٹائی کی، (یہ فاروقی شدت فی امر اللہ کا ظہور تھا) ہمارے دو ہم سبق طالب علم بڑے خوش اور مسرور تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ایک غلطی پر حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ سے پیٹنے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی، جو حضرت کے ہزاروں شاگردوں میں سے غالباً کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی؛ کیوں کہ حضرت فطری طور پر بہت نرم مزاج تھے، ہم نے بھی ان کو غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔(الفرقان)

امیر تاج الدین یلدوز (۱۲ویں عیسوی) امیر سلطان شہاب الدن غوری کے امراء میں سے تھے، انہوں نے اپنے لڑکے کی تعلیم کے لئے ایک معلّم مقرر کیا تھا، ایک دن لڑکے نے سبق یاد نہ کیا یا کوئی شرارت کی تو استاذ نے بچے کو کوڑا مارا، اتفاق سے پیشانی پر لگا اور وہ مرگیا، استاذ بہت پریشان ہوگئے، امیر کو اس کی خبر ہوئی، امیر نے بلا کر ساری بات سنی، امیر نے صرف اتنا کہا: اس سے پہلے کہ بچے کی ماں کو اس کی موت کی خبر ہو آپ یہاں سے چلے جائیں"۔ اور جاتے ہوئے امیر نے استاذ کو سفر خرچ بھی دیا۔(۱)

حضرت اقدس تھانویؒ نے فرمایا: میں نے اپنے مدرسہ کے معلموں کو بچوں کو مارنے سے منع کردیا ہے؛ کیوں کہ یہ لوگ حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں اور شفائے غیظ (اپنا غصہ نکالنے) کے لیے مارتے ہیں، ایسا زدوکوب کی اگر ولی اجازت بھی دے۔

---

(۱) سب کے لئے، ابن غوری: ۴۱

دے تو بھی درست نہیں۔

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ اپنے استاذ کا قصہ سناتے ہیں ہیں کہ ’’ایک طالبِ علم ان کے پاس حفظ کرتا تھا، وہ گنگوہ سے پنجاب بھاگ گیا تو آپؒ بھی پنجاب جا کر تلاش کر کے لے آئے، آپ کی عادت یہ تھی کہ اگر کسی بچے کو ایک چھڑی مارتے تو اپنے آپ کو بھی ایک چھڑی مار لیتے، گویا یہ بتلاتا تھا کہ میں یہ بدرجۂ مجبوری مار رہا ہوں، مجھے سزا دینے کا شوق نہیں ہے، اور مجھے تمھاری تکلیف کا احساس ہے۔ کیسا تعلق شاگرد سے رہا ہوگا۔(۱)

فقہ اسلامی میں بچوں کی سزا کا معیار

طلباء کرام کو جرائم پر نیز علم وادب سکھانے کے لیے بقدرِ ضرورت سزا کی اجازت ہے، مگر اس کے لئے شریعت نے حد مقرر کی ہے، باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بچوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے مارے حدیث کے مطابق بچوں کو سات سال کی عمر میں کہنا چاہیے کہ وہ نماز پڑھیں اور دس سال کی عمر میں انہیں مارنے کا بھی حق ہے، شارحین حدیث نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بچوں کو تعلیمی اداروں میں مارنا اسلامی تعلیمات سے روگردانی نہیں ہے، البتہ کڑی سزا اور بچوں کو مرعوب کرنے کے لیے موقع بہ موقع ڈنڈا چلانا مضر اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

فقہ اسلامی میں یہ تصریح موجود ہے کہ اساتذہ کو بوقت ضرورت بقدرِ ضرورت سزا دینے کی بھی گنجائش ہے، مگر سزا دینے میں چند باتوں کی احتیاط کی جائے :

۱۔ اتنا نہ مارا جائے کہ جسم پر کوئی گہرا نشان ہو جائے، علامہ حصفکیؒ فرماتے ہیں :

’’إذا ضرب المعلم الصبی ضربًا فاحشًا فإنه یعزر و یضمنه

(۱) محمود المواعظ: ۵/ ۱۴۷

لو مات۔"(۱)

"جب استاد بچے کو سخت مارے تو اس استاد کو تعزیر کی جائے گی، اگر بچہ مر گیا تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔" علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں :

" ليس له أن يضربها فى التأديب ضربًا فاحشًا وهو الذى يكسر العظم أو يحرق الجلد أو يسوّده۔"(۲)

"استاد کے لیے یہ جائز نہیں کہ شاگرد کو ادب دلانے کے لیے سخت مارے، سخت مارنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ہڈی ٹوٹے، کھال اُکھڑے یا کھال سیاہ ہو جائے۔"

۲۔سزا بچے کے تحمل سے زیادہ نہ ہو، نبی کریم ﷺ نے ایک معلم سے فرمایا :

"إيّاک أن تضرب فوق الثلاث فإنک إذا ضربتَ فوق الثالث اقتص اللّٰہ منک۔"(۳)

"تین ضرب سے زیادہ مت مارو، اگر تم تین ضرب سے زیادہ مارو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے قصاص لے گا۔"

۳۔ چہرے پر نہ مارا جائے، رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ : چہرے پر مارنے کی ممانعت اس وجہ سے ہوئی ہے کہ یہ اعظم الاعضاء ہے اور اجزاء شریفہ اور لطیفہ پر مشتمل ہے، اگر کسی نے چہرے پر تھپڑ مارا تو اس پر ضمان لازم ہے، جیسا کہ علامہ ابن عابدینؒ نے اس بات پر تصریح کی ہے :'

' فلو ضربهٗ على الوجه أو علٰى المذاكير يجب الضمان

(۱)الدر المختار، ج ۴: ص: ۷۹، دار الفکر بیروت

(۲)رد المحتار، ج ۴: ص: ۷۹

(۳)رد المحتار، ج ۶ : ص: ۴۲۶

بلاخلاف۔‘‘(۱)

’’اگرکسی کو چہرے پر مارا یا اندامِ مخصوصہ پرتو اس پر بغیر کسی خلاف کے ضمان واجب ہوگی۔‘‘

۴۔بلاقصور نہ مارا جائے، اگر کسی استاد نے بلاقصور بچے کو مارا تو یہی استاذ سزا پانے کے قابل ہے، شامی میں ہے: ’’إذا ضربها بغير حق وجب عليه التعزير وإن لم يكن فاحشا۔‘‘(۲)

’’جب (بچے) کو بغیر قصور مارا تو اس پر تعزیر واجب ہوگی، اگر چہ اس نے سخت نہیں مارا ہو۔‘‘ درمختار کے اس قول ’’لهٗ إكراه طفله على تعليم القرآن وأدب وعلم‘‘ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدتمیزی کرنا اور سبق میں کوتاہی کرنا دونوں قصور ہیں جن کی وجہ سے بچوں کو سزا دینا جائز ہے۔

۵۔سزا ضربِ معتاد سے زیادہ نہ ہو خواہ کیفاً ہو (جیسے بچے کو الٹا مارنا) خواہ کماً ہو (جیسے تین ضربوں سے زیادہ مارنا) خواہ محلاً ہو (جیسے چہرے اور اندامِ مخصوصہ پر مارنا) شامی میں ہے کہ اگر کسی نے ضربِ معتاد سے زیادہ مارا تو اس پر ضمان واجب ہوگا۔(۳)

سزا کا طریقہ

[۹] استاذ و شاگرد کا رشتہ ادب و احترام کے ساتھ شفقت کا بھی متقاضی ہے۔ اساتذہ کو اس قدر نرم دل ہونا چاہیے کہ طلبہ ان سے با آسانی بنا کسی ہچکچاہٹ کے کسی بھی علمی و ذاتی موضوع پر گفتگو کر سکیں۔

اساتذہ کی ذات کو اتنا ہی سخت گیر ہونا چاہیے کہ طلبہ کے لیے اساتذہ کے ساتھ کسی بھی قسم کی نازیبا گفتگو یا بے ادبی کا تصور بھی محال ہو۔

---

(۱) ردالمحتار، ج۶: ص: ۵۶۶

(۲) فتاویٰ شامی، ج۴: ص: ۷۹

(۳) بینات: محرم الحرام 1437ھ-نومبر 2015ء

بچوں پر محنت کرنا بڑوں کی تعلیم دینے سے زیادہ محنت طلب وصبر آزما کام ہے،اس لئے بے صبری سے ہرگز کام نہ لے۔

سزا کو بطور محرک بہت کم استعمال کرنا چاہئے کیونکہ اس کی تاثیر نہایت محدود ہے سزا صرف اس وقت مفید ثابت ہوگی جب اس کے تمام ممکن نقصانات پر غور کر کے اس کی ضرورت کو محسوس کیا جائے اور پھر سزا کے طریقے اور اس کی مقدار کو منتخب کیا جائے ،سزا کے دو طریقے ہیں: تعمیری ۔وجسمانی۔

تعمیری سزا: تعمیری سزا یہ ہے کہ پانچ دس الفاظ کو دس دس مرتبہ لکھنے کا مکلف بنایا جائے اس تعمیری سزا کا اثر جسمانی سزا کی بنسبت زیادہ رہے گی جسمانی سزا کا اثر تو چند منٹ یا صرف اس پریڈ تک رہے گا ماہرین نفسیات موجودہ زمانہ میں جسمانی سزا کے قائل نہیں ہیں ۔خاص کر کے مکاتب میں اس سے احتراز بہت ضروری ہے۔

کن شرائط کے ساتھ مارنے کی اجازت ہے؟

اگر کسی طالب علم کے بارے میں جسمانی سزا ہی تجویز ہو جائے تو سزا دینے میں بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ سزا غصہ اتارنے کے لیے نہیں ؛ بلکہ طالب علم کی اصلاح کے لیے دینی ہے،جس سے صرف تادیب اور تہذیب مقصود ہو،تعذیب نہیں، اصلاح مقصود ہو، جذبہ انتقام مقصود نہ ہو، رحم کرنا مقصود ہو ، نہ کہ ظلم کرنا؛ حتی الامکان کوشش کریں کہ بچے کی اصلاح بغیر جسمانی سزا کے ہو جائے،اگر سزا کی ضرورت ہوتو چند باتوں کا خیال رکھا جائے:

۱۔ بچے کی عمر دس سال سے کم نہ ہو؛ اس لیے کہ نماز میں کوتاہی کرنے پر بھی دس برس کی عمر سے کم عمر والے بچے کو مارنے کی اجازت نہیں ہے تو کسی اور موقع پر بدرجہ اولی اجازت نہیں ہوگی۔

۲۔چھڑی کے ساتھ زبان نہ چلائیں، بہت سے اساتذہ چھڑی بھی چلاتے ہیں اور

طعن وتشنیع بھی کرتے ہیں، یہ اسوۂ حسنہ کے بالکل خلاف ہے، نیز اصلاح اور تنبیہ کے وقت کوئی طرز عمل ایسا اختیار نہ کریں اور نہ ایسا کوئی فقرہ وزبان سے کہیں کہ جس سے وہ بے تربیت بچہ مزید اخلاقی پستی کا شکار ہو جائے۔

نیز اس کا ایک نقصان یہ ہوگا کہ وہاں موجود دوسرے بچے استاذ کا طرز کلام اور طرز عمل اخذ کرتے ہیں اور اپنے بھائی بہن اور دوستوں کے ساتھ یہ طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔

۳۔مارتے وقت سر، چہرہ، سینہ، پیٹ اور شرم گاہ پر نہ ماریں۔

۴۔غصہ کی حالت میں نہ ماریں۔

۵۔دوضربوں کے درمیان میں اتنا وقفہ ہو کہ پہلی مار کی تکلیف ختم ہو جائے۔

۶۔چھڑی درمیانی ہو۔

۷۔ایک ہی جگہ نہ ماریں؛ بلکہ مختلف مقامات پر ماریں۔

۸۔اس طرح ماریں کہ کھال نہ چھلے خون نہ نکلے؛ بلکہ نشان بھی نہ پڑے۔

سزا دینے میں زیادتی اور کوتاہی

تعزیر کے متعلق ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض معلمین کے یہاں اس کی کوئی حد ہی نہیں، جب تک غصہ کی تسکین نہ ہو جائے سزا دیتے ہی چلے جاتے ہیں، انھوں نے تو مثل یاد کرلی ہے بڑی ماں باپ کی اور چھڑی استاذ کی۔

شوہر کو محبت ہوتی ہے اور باپ کو شفقت، یہ اسباب ظلم کے کم کرنے والے ہو جاتے ہیں اور ان حضرات مدرسین کو نہ کوئی اندیشہ ہے، نہ کوئی محبت وشفقت، یہ سب سے بڑھ کر آزاد ہیں، ان کی تعزیر اور سزا دینے کی کوئی حد نہیں۔

بعض اساتذہ کا دستور ہے کہ لڑکوں سے دوسرے لڑکوں کو سزا دلواتے ہیں، مثلاً چپت لگواتے ہیں، یہ انتہائی غلط طریقہ ہے، اس سے آپس میں دشمنی پیدا ہوتی ہیں۔

بچہ کے دل میں جگہ بنائیے

شرارت بچے کا حق ہے،اور صحت مند بچے شرارت کرتے ہی ہیں،خواہ ولی کے ہوں یا نبی کے، کامیاب استاذ بچے کے دل میں اپنی جگہ بناتا ہے،کامیاب استاذ اپنا بچپن نہیں بھولتا ہے،میرے اساتذہ نے مجھے جتنا جھیلا تبھی میں حافظ وعالم بنا ہوں، اسلاف نے شاگرد کو اولاد کی طرح پالا ہے،اولاد کی طرح پیار دیا ہے،تب ایسی تعداد تیاری ہوئی کہ کوئی دعا استاذ کے حق میں کئے بغیر میں نہ ہوتی تھی،استاذ کی یاد آتی تو آنکھیں نم ہوجاتی تھیں،معمولی تذکرہ گھنٹوں ماضی میں گم کردیتا تھا،دیندار چہرے،مسجد،دینی تعلیم کی محبت دل میں پیدا ہوجائے،محبت میں جان دینے کے لئے بھی تیار ہوجاتا ہے،نفرت پر پانی بھی پلانے تیار نہیں ہوتا ہے،راستہ میں استاذ نظر آجائیں تو شاگرد بھاگنے،چھپنے یا نظرانداز کرنے کے بجائے قریب آکر سلام کرلے اتنی محبت بھی اپنے پیشہ میں کامیاب بنانے کے لئے کافی ہے،ایک طرف کرسچن مسنریز کی لڑکیاں کتنی محبت و پیار سے بچوں کو پڑھاتی ہیں،بچہ مکتب جانے سے گھبراتا ہے،اسکول جانے میں شوق دکھاتا ہے،وہی شوق مکتب جانے میں پیدا ہوجائے، چھوٹے بچوں کی شرارت پر صبر نہ کرنے والے آئندہ کی نسل کی تربیت کرنے کے اہل نہیں ہیں،یہ بچے ہی آئندہ کے مسلمان اور اسلام کے نمائندے ہیں،مکتب کی سختی سے دینی تعلیم سے محروم کردینا ایک جرم سے کم نہیں ہے۔

تادیب کے مراحل

غیر حاضری،دیر حاضری،سبق نہیں سنایا، کچا سنایا،جو بھی غلطی کیا سزا کب اور کیسی دی جائے؟اس میں بنیادی بات یاد رکھیں جذبہ مخلصانہ ہونے کے ساتھ طریقہ بھی مخلصانہ ہونا چاہیے، ہم کو روزہ رکھنے کا جذبہ ہے لیکن دن کا انتخاب عید کا ہے،نماز پڑھنے کا جذبہ ہے

لیکن وقت کا انتخاب مکروہ ہے، یہ صحیح نہیں ہے، ایسے ہی بچہ غیر حاضر ہوا نہیں پڑھا، مارنے میں نیت اچھی ہے کہ بچہ پڑھلے۔ ''ضربته تاديبا أو تعليما'' میں نے اسے ادب سکھا نے یا علم سکھانے مارا، قاعدہ سکھانے مارا، لیکن طریقۂ کار بھی صحیح ہونا چاہیے، صرف جذبہ مخلص ہونا کافی نہیں ہے، طریقہ بھی مخلصانہ ہونا ضروری ہے؟ بنیادی طور پر غلطی کی اصل وجہ معلوم کرنے کی کوشش کریں، تاکہ مناسب تلاش کرنے میں سہولت رہے، تادیب کے مراحل نوٹ فرمائیں:

(۱) بنیادی طور پر چھڑی کا استعمال نہ کیا جائے

شاید مولوی صاحب کے لیے یہ چیز ایسی ہے جیسے کہ عہدے دار سے کرسی چھین لینا یا پولیس سے لاٹھی لے لینا، درحقیقت لکڑی کا استعمال دلیل ہے کہ ہم افہام تفہیم سے عاجز آچکے ہیں، زبانی طور پر کسی کو قابو میں نہیں کر سکے، کوئی بھی کام عاجزی کے درجے تک پہنچنے کے لیے کن کن مراحل سے گذرتا ہے، کسی بھی کام کو قابو میں لانے کے لیے جب آپ عاجز آچکے ہیں تو آپ کون کون سے مرحلوں سے پار ہو کر آئے ہیں، کہ بولا جائے کہ عاجز آگئے ہیں، نتیجہ یہ کہ عاجز آنے کے مرحلے تک آدمی لکڑی نہیں اٹھانا چاہیے۔

وہ مراحل جن سے گذرنے پر عاجز کا اطلاق ہوتا ہے مندرجہ ذیل ہیں:

(۲) اخراج نہ کریں

بچے کی غلطی، دیر حاضری، غیر حاضری، سبق نہیں سنایا، یا کسی بھی طرح کی غلطی کی تو جلدی رخصت نہ کریں، جس طرح مدارس میں ہوتا ہے ''اخراج'' اخراج مسئلے کا حل نہیں ہے، بیوی ناشزہ ہو تو فوراً طلاق دیدینا مسئلہ کا حل نہیں ہے، نافرمان بیوی کے حق میں طریقۂ تادیب بھی مرحلہ وار بیان کئے گئے ہیں، تو بچے کی نافرمانی پر اسے مکتب سے

بھیجا دینا نقصاندہ ہے،اولاً مکاتب بچوں کی تعداد کم ہے،ایک مسجد سے متصل سوگھر ہیں،سو گھر میں کم ازکم دو دو بچے بھی مان لیں،تو دوسو بچے ہوئے،دوسو بچوں میں دودھ پیتے بچے پچاس ہوں گے،باقی ڈیڑھ سو بچے ہوئے،بیس اور ڈیڑھ سو کا percentage کیا رہے گا؟ایک سوتیس بچے ابھی محروم ہیں،نہ آنے والوں کی تعداد زیادہ ہے،آنے والوں کی تعداد کم ہے ،پھر بھی بیس بچوں پر چلنے والے مکتب پر مطمئن اور خوش فہمی میں ہیں، ڈیڑھ سو کے مقابلے میں جو بیس آرہے ہیں ان بیس کو بھی اپنے کسی عمل سے رخصت کردینا نادانی ہے۔

یہ بات طے ہے کہ مکتب کا ایک بچہ جو ہمارے پاس آرہا ہے وہ ایک نہیں ہے بلکہ وہ پورے خاندان کے ساتھ آرہا ہے،وہ ایک بن گیا تو پورے خاندان کی بے دینی کو ختم کرنے کا وہ سبب بن سکتا ہے،اس کی مثال ہم میں سے ہر فرد ہے،ہم میں سے ہر فرد مکتب سے شروع ہوا ہے،اور اسی کی برکت سے مدرسہ پہنچا،آج قوم کے رہبر ہیں،اسی کی برکت سے وہ ساری بے دینیاں اور رسومات جو دوسرے خاندان میں ہیں وہ کم ازکم ہمارے خاندان میں نہیں،کم ازکم ہماری ذات میں تو نہیں،یہ مکتب کی تعلیم سے شروع ہوئی۔

(۳) ترغیبات کا نظام

بچوں کو روزانہ ترغیب دیں کہ وہ مدرسہ میں پڑھی ہوئی بات گھر جا کر والدین کو سنائیں، اس کی وجہ سے بچپن سے یہ بچہ دین پھیلانے والا،داعی اور مبلغ بنے گا اور گھر میں بڑوں تک دین کی بات پہنچے گی، پھر دوسرے دن بچوں سے پوچھیں کہ کس نے یہ باتیں گھر میں سنائیں؟ نہ سنائی ہوں تو ان کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کریں؛ بلکہ سمجھائیں کہ بیٹا! آج جا کر گھر میں سنا دینا۔

ترغیبات دوطرح کے ہوتے ہیں ۔(۱) داخلی (۲) خارجی۔

داخلی ترغیبات :۔علمِ دین سے دلچسپی،لکھائی و پڑھائی کا شوق وغیرہ۔
خارجی ترغیبات:۔ (۱)جزا(۲)سزا(۳)مسابقہ(۴)تعلیم کے فوائد کا تذکرہ۔
مگر خارجی ترغیبات کو داخلی ترغیبات پر ترجیح نہ دی جائے،کیونکہ خارجی ترغیبات عارضی ہوتے ہیں،داخلی ترغیبات دائمی ہوتے ہیں۔

جزاء کی حیثیت: نقد کی صورت میں انعام دینا ایک ترغیب ہے لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ یہ مثالی محرک نہیں ہے انعام کے ذریعہ کام لینے سے ایک خطرہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ انعام ہی کو مقصود بنالیتا ہے اور اصل مقصود بھول جاتا ہے۔بلکہ بعض مرتبہ حرص اور طمع کی بری عادت میں مبتلاء ہوتا ہے۔

سزا کی حیثیت: یہ سلبی قسم کی ترغیب ہے تاثیر کے لحاظ سے اگر چہ ایک آلہ کار خیال کیا جاتا ہے لیکن پھر بھی بعض حضرات اس کے استعمال کے حق میں نہیں ہیں جو طالب علم خوف کی بناء پر کام کرتا ہے وہ خوف کی کیفیت جاتی رہنے کے بعد اس کام سے منہ موڑ لے گا۔

(۳)انعام کا اہتمام کیا جائے

جب وہ پابندی کرے تو اسے پابندی کا انعام بھی دیا جائے،بہتر پڑھے تو اس کا مستقل انعام ہو۔کامیاب مکاتب میں مکتب کی پابندی کا ۔نماز کی پابندی کا۔محنتی طالبِ علم ۔مثالی طالبِ علم۔تکمیل قاعدہ کا۔تکمیل پارہ کا ۔تکمیل ناظرہ کا۔مستقل انعام رہتا ہے۔بلکہ والدین کی پابندی پر بچہ پابند ہوتا ہے تو والدین کا بھی انعام رہتا ہے۔

(۴)صلاۃ الحاجات پڑھ کر اس بچے کے حق میں دعا کی جائے

صاحب صفات استاد ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب میرے مکتب کا بچہ کمزور ہے،پابند نہیں ہے،اور میں اس کو کامیاب بنانا چاہتا ہوں تو اس کے حق میں میں نے کتنی دعائیں

کی ہیں، مخلص استاد اپنے اندر خامیاں تلاش کرتا ہے، مخلص مناظر اپنے مدِمقابل کی ہدایت کی دعا کرتا ہے، ورغرض پرست اپنے شاگرد کو بھی بھول جاتا ہے۔

اللہ تعالی سے اپنے لیے اوراپنے پاس پڑھنے والے بچوں کے لیے خاص دعاؤں کا اہتمام کریں، استاذ کی دعا بہت طاقت والی چیز ہے، اللہ سے یہ دعا کریں کہ : اے اللہ! میں تو یہاں بیٹھ کر بچوں کو پڑھا رہا ہوں لیکن ان بچوں کو نفع والا علم آپ عطا فرمائے۔ اس لیے کہ اصل علم تو اللہ کے یہاں سے ملے گا، استاذ تو ایک ذریعہ ہے۔

(۵) صدقے کا اہتمام

بچے کی کوتاہیاں ایک طرح کی بلا اور مصیبت ہے، جس سے استاد کو تکلیف ہوتی ہے، خود بھی بچے کی طرف سے صدقہ کرے، بچے کے ہاتھ سے بھی صدقہ کروائے، بچے کے والدین سے بھی صدقہ کروائے کہ آپ کا بچہ اچھا پڑھنے کے لیے صدقہ کردیجئے!

(۶) اکابرین سے دعائیں کروائیں

جب آپ کسی بزرگ کی یہاں حاضری دیں یا آپ کے پاس کوئی بزرگ تشریف لائیں تو اپنے مکتب کے بچوں کی فہرست لے کے ان کی خدمت میں پہنچ جائیں، یہ میرے مکتب کے بچے میری آخرت کا سرمایہ ہیں، اگر یہ کامیاب ہو گئے تو میرا بیڑہ پار ہے، آپ دعا کردیجیے کہ بچے کامیاب ہو جائیں، یہ تڑپ جب استاد کے اندر رہو گی تو کیسی تبدیلی آئے گی۔

(۷) سرپرستوں سے مشاورت کیجئے

بچے کے والدین کو بلائیں، کہ آپ کا بچہ ایک مہینے سے میرے مکتب میں پڑھ رہا ہے، تین تختیاں ہوگئی ہیں، سبق صحیح نہیں سنا رہا ہے، رات میں کتنے بجے سوتا ہے؟ صبح

کتنے بجے اٹھتا ہے؟ فون کتنے گھنٹے دیکھتا ہے؟ باہر کے کھانے کیا کھاتا ہے؟ دوستیاں کس کے ساتھ ہیں؟ گھر میں کتنا آپ اس کو ٹائم دیکر سبق یاد دلاتے ہیں؟ بچے کے معمولات کا جائزہ لیجیے، دوستی کی وجہ سے بھی یاد نہیں ہوتا ،غذا کے اثرات سے یاد نہیں ہوتا، ماں باپ کی عدم توجہ کی وجہ سے یاد نہیں ہوتا۔

جب ماں باپ یہ دیکھیں گے کہ میرے بچے کے مکتب کی تعلیم کے لیے استاد اتنا فکرمند ہے کہ مشورے کر رہا ہے، صلوۃ الحاجت پڑھ کے دعا کر رہا ہے، صدقہ کر رہا ہے، تو ان ماں باپ کے دل سے آپ کے حق میں کیسی دعائیں نکلیں گی؟ وہ ماں باپ کیا اپنے بچے کو مکتب سے نکالیں گے؟ کیا بچے کو وقت پر بھیجنے پر آمادہ نہ ہوں؟ سونے جاگنے کا وقت بتائے، توجہ کی درخواست کیجئے۔

(۸) بچے کو اسلاف کی زندگی سنائیں

فلاں بزرگ کیسا محنت سے پڑھے، بڑے ہونے کے بعد اللہ نے ان سے کیسا کام لیا، اسلاف کی طالب علمانہ زندگی کے واقعات سے ذہن سازی کریں، پڑھنے کے فوائد بتائیں۔

(۹) اپنا طریقۂ تعلیم بدلیں

بعض نہج بچوں کے لیے موزوں نہیں ہوتے ہیں، مجھے کیسے پڑھانا چاہئے؟ اس پر دیگر مکاتب کے تجربہ کار اساتذہ سے تبادلۂ خیال کریں۔

(۱۰) بچوں میں مسابقہ کروائیں

روزانہ کام پورا کرنا مشکل ہوسکتا ہے، مگر جب ایک ٹارگٹ دیا جاتا ہے تو عموماً آپسی تقابل کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، اس بہانے سے مستقل علم کا شوق پیدا ہو جا ہے۔

بچوں کی رہنمائی کے لئے ایسا کام ان کے سپرد کیا جائے جو ان کی استعداد اور ضرورت کے مطابق ہو اس مقصد کے لئے اشتراک عمل ایک عمدہ ذریعہ ہے لیکن اساتذہ کرام کا اس کے برے نتائج سے آگاہ ہونا اور مشاہدہ سے کام لینا بھی ضروری ہے کیوں کہ بسا اوقات اس سے حسد اور انتقام کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں جو جسمانی صحت کے لئے مضر ہیں۔(رہنمائے مکاتب)

اگر یہ سب مفید نہ ہو تو پھر سزا دینا عاجز آنے کا درجہ ہے، بقول حضرت مولانا شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب تک تھپڑ بچے کو پاپڑ جیسا مزے دار نہ لگے اس وقت تک نہ ماریں۔

ہمارے مکاتب ان مراحل سے گذرے بغیر شارٹ کٹ راستہ مار پیٹ کا اپنا لیتے ہیں، ایسے مارتے ہیں جیسے استاذ نہیں بلکہ کوئی جلاد ہو، بعض ویڈیوز میں آپ لوگ بھی دیکھے ہوں گے، مارنے سے فلاں کی جان ہی چلی گئی، جسم پر نشانات پڑ گئے، فقہی اعتبار سے دس سال کی عمر میں بچہ نماز نہ پڑھے تو مارنے کا حکم ہے، علامہ شامیؒ نے ضرب کی مقدار، ضرب کی تعداد لکھی ہے، وہاں فرض نماز ترک کرنے پر ضرب کی مقدار اور کیفیت متعین کی جا رہی ہے، جب کہ یہاں قاعدہ نہیں سنانے پر ضرب کی نہ مقدار متعین نہ تعداد متعین ہے، آپ ﷺ نے زرخرید غلام کی غلطیوں پر مارنے پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا غلام کی غلطیاں اور تمھاری سزا کا موازنہ کیا جائے گا، جس نے زیادتی کی ہوگی اس کو سزا دی جائے گی، کیا مکتب کے بچے ہمارے زرخرید غلام ہیں؟ تو پھر یہاں سزا کی مقدار بڑھ جانے پر عند اللہ جواب دہ نہیں ہوں گے؟

ایک استاذ کی عجیب منت

مکتب کے ایک استاذ نے منت مانی تھی کہ میرے پاس پڑھنے والے بچوں میں سے جتنے بچے بھی مثالی میں آئیں گے میں ہر ایک بچے کی طرف سے دو دو رکعات شکرانے

کی نماز پڑھوں گا۔آج ایک باپ اور ماں ایسی منت نہیں مانتے ،اپنے پاس پڑھنے والے بچوں کے لیے ایک استاذ نے منت مانی اور باقاعدہ صلاۃ الحاجت پڑھ کر دعائیں کررہے ہیں۔

بہت سے اساتذہ دعا کی درخواست کرتے ہیں کہ آج بچوں کا امتحان ہے،دعا کردینا کہ میرے پاس پڑھنے والے تمام بچے پہلے نمبر سے پاس ہوجائے،مثالی بن جائے استاد کی دعائیں بھی بچوں کی زندگی کو بنادیتی ہے؛ بچوں کے لیے خوب دعاؤں کا اہتمام کریں،جیسے اپنی سگی اولاد کے لیے دعا کرتے ہیں۔

بدکلامی ہرگز نہ کریں

مکاتب ومدارس میں تنبیہ اورڈانٹ میں غیر مہذب کلمات استعمال کرنے سے اجتناب کرنا بہت ضروری ہے،ناشائستہ جملے بعض مرتبہ مار سے بھی زیادہ نقصاندہ ہوتے ہیں،مولانا عبید الرحمن اطہر صاحب دامت برکاتہم نے ایک موقع سے فرمایا: ایک بچے کو استاذ کا مارنا دیکھ کر دوسرے بچے نے مدرسہ بند کرلیا،اورارے،ترے کی زبان کی وجہ سے تہذیب یافتہ طبقہ کی اولاد کو علمِ دین سے محروم کرنے ذریعہ بن رہے ہیں،مار میں ہوسکتا ہے کچھ رعایت کی جائے گی مگر زبان کے نامناسب استعمال میں کوئی رعایت نہیں کی جائے گی،جس استاذ کے متعلق معلوم ہوا کہ دوتین بار بدکلامی کیا اسے فوراً معذرت کرلیا جائے گا،اس زمانے میں مارنے والے استاذ پر اگر کیس بھی ہوگا تو کوئی ادارہ اور جمعیت کچھ نہیں کرسکتی،بچوں کے حقوق کا ادارہ اس قدر مضبوط ہے کہ کسی کی نہیں چل سکتی،اس لئے غصہ میں بھی ارے،ترے کی زبان استعمال نہ کریں،"آپ" سے مخاطب ہوں،یا آخر درجہ"تم" سے خطاب کا ہے،اس سے آگے کوئی درجہ نہیں ہے۔"

<u>اور یاد رکھیں بچوں کی کوتاہی کی پکڑ بچوں سے نہیں ہوگی مگر استاذ کی کوتاہی کی پکڑ استاذ سے ضرور ہوگی۔</u>

مکتب کا استحکام طلبہ کی قدر سے

بچوں کو اپنا محسن سمجھیں؛ کیوں کہ بچے ہمارے لیے ذریعہ معاش بھی ہیں اور ذریعہ معاد (آخرت) بھی ہیں۔

کسی بچے کو کمزور، غبی، مرفوع القلم یا کوئی غلط جملہ نہ کہیں؛ بلکہ یہ سوچیں کہ اگر اس کی جگہ میرا بچہ ہوتا تو کیا میں ایسا کلمہ کہتا؟ (۱) بچوں کا نفسیاتی مطالعہ، (۲) موجودہ کیفیات کا مذاکرہ، (۳) اپنی اور بچّے کی محنت کا محاسبہ، (۴) اور اپنے کام سے متعلق ماہرین سے مشورہ کو لازم کرلیں۔

قوت ارادی کو متحرک کرنا یعنی سیکھنے پر آمادہ کرنا

کسی کام کے سیکھنے میں انسان کی نیت یا اس کے ارادے کو بہت زیادہ دخل ہے، اگر سیکھنے کی نیت ہی نہیں ہے تو سبق کو دلچسپ بنانے کی تمام کوششیں بیکار ہوجائیں گی یہ ایک عام اصول ہے کہ بددلی سے کوئی کام نہیں ہوسکتا اس لئے سب سے پہلے طلبہ کو سیکھنے کے لئے آمادہ کیا جائے۔

بچوں میں خود اعتمادی پیدا کی جائے

جس بچے کو اپنے اوپر اعتماد ہے وہ ہر مشکل کا خندہ پیشانی سے سامنا کرلے گا معمولی ناکامی سے کام کی تحریک کو اور زیادہ قوی بنادے گا۔ عدم اعتماد خوف اور بزدلی کا باعث ہے ناکامی کا احساس بھی عدم اعتماد کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

مکتب کو منظم ومؤثر کیسے بنائیں

مکتب کے نظام کو پرکشش بنانا

نظام پر زیادہ زور نہ دیجیے بلکہ اس کی روح پر زیادہ زور دیجئے، جذبہ کتنا بھی مخلصانہ ہو طریقہ بھی مخلصانہ چاہیے، کوئی حد بندی اور منصوبہ بندی بھی ہونی چاہیے، تعلیم اور ہر کام کا کمال یہ ہے کہ اس میں ہمارا منہج ایسا ہونا چاہیے کہ بچے اُس کو ڈر کر نہیں، بلکہ شوق سے حاصل کریں۔ اس کے لیے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

(۱) ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ مکتب کا نظام اتنا پُرکشش ہو کہ ہمارے بچے شوق سے پڑھنے آئیں، اِس کے لیے جو وسائل کارآمد ہوں، وہ اختیار کریں۔ اب دنیا کے مختلف ممالک میں یہ نظام پایا جاتا ہے، کناڈا میں بھی اس کا اچھا نظام ہے، وہ لوگ اتوار کا دن فارغ کر کے مختلف ایسے امور انجام دیتے ہیں، جن میں بچوں کی دل چسپی کا سامان ہوتا ہے۔ ہم بھی ایک دن مثلاً اتوار کا دن طے کریں کہ ان کے لیے دل چسپی کا سامان ہو، مثلاً کویز وغیرہ۔

مکتب میں تعلیم کے ساتھ تربیت کو غالب رکھیں

(۲) پہلے دور میں تربیت کا غلبہ تھا، ہمارے دور میں تعلیم کا اسلوب بڑھ گیا اور تربیت کا اسلوب ختم ہو گیا۔ نتیجۃً جو برائیاں باہر نہیں ہوتیں وہ برائیاں اسکولوں اور کالجوں میں ہوتی ہیں، یہ تربیت کا فقدان ہے۔ مکاتب کے نظام میں تربیت کی بڑی اہمیت ہے۔ اور تربیت کا مطلب صرف یہ نہیں کہ بچوں کو روز مرّہ کی دعائیں وغیرہ سکھا دی جائیں، بیشک ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے، لیکن یہ تربیت کا ایک حصہ ہے، مکمل تربیت نہیں، آج کے ماحول میں فکری تربیت کا ہونا بہت ضروری ہے۔

مثلاً: بچوں کو کھانے کی دعا پڑھانے سے قبل اس کو سمجھائیں کہ کھانا کس نے پیدا کیا......؟ ہم نے پیدا کیا ہے......؟ وغیرہ...... وغیرہ...... یہ ساری نعمتیں تم کو اللہ کی

طرف سے مل رہی ہیں، لہٰذا اُس اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اِس لیے کھانے کے شروع اور بعد میں دعا رکھی گئی ہے۔ یہ چیزیں ہمیشہ ذہن میں راسخ رہیں گی۔

ہم نے کلمہ سکھایا، تو اس کے معنیٰ بھی سمجھائیں، اللہ کی توحید بھی سمجھائیں، اس طرح ان کی سوچ اور فکر بنائی جائے۔

اخلاقیات کی تعلیم پر مکمل توجہ دیں

اخلاقیات کے لیے بنیادی بات ہوتی ہے بچوں کی ذہن سازی، بچوں کے ذہن کو اسلامی ذہن بنانا اس کے لیے مکتب کے اوقات کو تقسیم کردیں آخر میں پانچ منٹ ،دس منٹ پڑھانے والے استاد بچوں کے سامنے اسلامی واقعات اور قصے کہانیاں سنا ئیں گے، قصے کہانیوں کا اثر صرف بچے پر نہیں بلکہ بڑوں پر بھی پڑتا ہے، جمعہ کے بیان میں جب تک قصہ نہیں بولیں گے تو قوم اچھے خطیب کو بھی فیل کردے گی، آج کے بیان میں اتنا مزہ نہیں آیا، ادھر خطیب صاحب بیان کرتے رہتے ہیں لوگ سوتے رہتے ہیں، جب آپ بولیں گے ایک گاؤں میں ایک بادشاہ تھا، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، تو سب جاگ جائیں گے، جب واقعہ کا اثر بڑوں پر بھی پڑتا ہے تو بچوں پر کتنا پڑے گا؟ اور یہ فطری بات ہے، اللہ تعالی نے بھی قرآن مجید میں فرمایا: ہم تم کو پیچھے لوگوں کے قصے سناتے ہیں تاکہ تم عبرت حاصل کرو، سبق سیکھو، اور بچوں کی فطرت میں ہے، بچے ہمارے ہوں یا آپ کے بولتے ہیں ابا جان کوئی کہانی یا قصہ بولیں، پہلے زمانے کی بوڑھیوں کا امتیاز یہی تھا کہ وہ قصہ سنانے والیاں ہوتی تھیں اور آج کی جو ماؤں ہیں ان کو ساس بہو کے قصوں کے علاوہ کوئی قصہ نہیں معلوم۔

اور ہمارے جرموں میں سے ایک جرم یہ بھی ہے کہ ہم اپنے بچوں کو خود قصے کہانیاں نہیں سناتے کاروان زندگی حضرت علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خودنوشت سوانح میں لکھا ہے کہ ہماری ماں ہمیں بچپن میں کون کون سے اسلامی واقعات سنا چکی

تھیں، کتنے غزوات وسرایا کی تفصیل بتا چکی تھی، انبیاء کے قصے سب سنا چکی تھیں۔

قصے، کہانیوں کے لیے، عبدالملک مجاہد صاحب کی کتابیں، اسحاق ملتانی صاحب کی کتابیں، افضل حسین صاحب کی کتابیں، مائل خیرآبادی صاحب کی کتابیں، ملت والوں کی کتابیں ہیں، ان میں سے جو پسند آئے انتخاب کرلیں یا اجتماعی طور پر طے کرلیں۔

ذہن سازی کا نظام رکھیں

رٹانے سے زیادہ ذہن سازی کا کام ہو، اذکار واحادیث رٹانے سے زیادہ ان کے خلاصے کو ذہن میں پیوست کرادیں، ہفتہ واری پروگرام میں اُن کی سمجھ اور ذہنی سطح کے لحاظ سے اسلام پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں، وہ سمجھائیں۔ مثلاً : قربانی کے موقع سے......گوشت بھینس کھاتی ہے؟ نہیں! وہ ہضم نہیں کر پائے گی، لیکن اللہ ہمیں کھلا رہے ہیں، معلوم ہوا گوشت کو اللہ نے انسان کے لیے غذا کے طور پر پیدا کیا ہے۔ اگر کل کو کسی نے اعتراض کردیا تو وہ اس کا جواب دے گا۔

حضرت عیسی، حضرت مہدی، علاماتِ قیامت، ختم نبوت وغیرہ کے سوالات کریں، ذہن سازی میں مسابقتی پروگرام بھی بہت مفید رہتے ہیں، اولیاء وانبیاء کے واقعات سے ذہن سازی، معاشرت اور حقوق کی ادائیگی کی اہمیت کی ذہن سازی، اسلامی لباس کی عظمت، مکتب میں بھی غیر شرعی لباس افسوس ناک بات ہے، مصر کے ایک استاذ طلبہ میں اعلان ''جو بچہ ٹوپی پہن کر آئے گا اسے ایک بلّون ملے گا، چونکہ وہاں ٹوپی کی اہمیت نہیں ہے، سارے بچے بلّون کی خواہش میں ٹوپی پہن کر آگئے، دنیوی سامان کے ذریعہ دینی عمل پر آمادہ کیا جاسکتا ہے، قرآن شریف کے بڑے طلبہ کو حفظ قرآن کے بعد مدرسہ میں پڑھنے کی ذہن سازی۔

حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم نے ''اشرف المعارف'' میں

فرمایا کہ ”غیر مقلدین سے سبق سیکھنا چاہئے کہ ان کے ہاں دینی تعلیم کے مدرسے تو بہت کم ہیں عصری علوم کے مدارس جگہ جگہ موجود ہیں جہاں بھی اسکول چلا رہے ہیں اسکول کے اسٹاف، اسکول کے بچے، بچوں، کے سرپرست اور اطراف واکناف کے باشندگان پر اپنا مسلکی ومشربی رنگ جمانے سے بالکل غافل نہیں بلکہ بہت حد تک کامیاب ہیں، کٹر بریلویوں کے گھرانے متشدد سلفی بن جاتے ہیں، آخر فکر، جستجو، اور مسلسل محنت کے علاوہ ان کے پاس اور کیا ہے؟ کوئی جادو کی چھڑی تو نہیں! اہلِ مدارس چاہیں تو اپنے اطراف واکناف کے ماحول کو بدلنے کے لئے مختلف پروگرام بنا کر سماج کے ہر طبقے کو دین سے جوڑنے کی فکر کر سکتے ہیں، ہر ذمے دار عوام کی فکر تبلیغ والوں کے سر ڈال کر بے فکر ہو گیا ہے، اور وہ بے چارے مخلص محنتی ہونے کے باوجود دین کے کامل تصوّر سے محروم ہیں۔ فیا للاسف۔ (۱)

مکتب کو پورا وقت دیں

مکتب کا جتنا وقت ایک گھنٹے سے ڈیڑھ گھنٹہ متعین ہے اس میں خیانت مت کیجئے! معمولی عذر کی وجہ سے کبھی بھی دیر سے آنے کا عادی نہ بنیں۔ مکتب میں فون دیکھنے میں نہ لگیں، مکتب میں پڑھنے والا ہر بچہ انفرادی توجہ کا محتاج ہے، آپ ہدایہ نہیں پڑھا رہے ہیں کہ ایک بچہ عبارت پڑھ دیا، ہم مطلب اور ترجمہ کر کے نکل لئے باقی، بچے سنتے یا سوتے رہے، آج ایک بچہ چوتھی تختی لایا سنانے کے لیے آپ فون میں مصروف ہیں، کل دوسرا بچہ چھٹی تختی سنانے آیا آپ چیٹنگ میں لگے ہیں ، آج اس بچے کا نقصان ہوا، پرسوں تیسرے بچے کا نقصان ہوا کہ آپ کسی سے باتوں میں مصروف ہیں، اگر اس کو کیمرے میں cash کیا جائے تو روزانہ آپ کی غلطی نکلے گی، جیسے تراویح میں

(۱) اشرف المعارف، نمبر: ۲۲۹

روزانہ ایک ہی غلطی ہوتو تیس دن میں تیس غلطیاں یعنی کوئی دن آپ کا تراویح میں غلطی سے خالی نہ گیا، تو اگلے سال سے کیوں بلائیں گے تراویح کے لیے، یہ بڑی خیانت ہے، مکتب کے وقت میں فون کا استعمال نہ کیا جائے۔ صفت احسان تقوی اور امانت داری سے اپنی ذمے داری کو پورا کریں۔

اللہ کا دھیان ہوگا تو پابندی ہوگی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے یہاں معمول تھا کہ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اساتذہ کے پاس ایک خالی (کورا) کاغذ جاتا تھا اور اس مہینے میں مدرسے کے وقت میں جتنا وقت انھوں نے اپنے ذاتی اور پرسنل کام میں لگایا اتنی منٹ وہ لکھ دیتے تھے اور اتنی تنخواہ وضع (کٹوا) کرا دیتے تھے، کتنی بڑی امانت اور دیانت داری کی بات تھی!

ایک آیت ہمیشہ ذہن میں رکھیے :**الم یعلم بأنّ اللہ یری**۔(۱) ترجمہ : کیا اس شخص کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالی دیکھ رہے ہیں۔ متولی صاحب، ٹرسٹی صاحب، معاون (نگران) صاحب دیکھے یا نہ دیکھے؛ لیکن اللہ تعالی ہم کو دیکھ رہے ہیں، متولی اور کمیٹی والے ہر وقت دیکھنے نہیں آتے اور بہت سے ذمے دار وہ ہوتے ہیں کہ ان کو کیا دیکھنا ہے وہ بھی سمجھ میں نہیں آتا؛ اس لیے اللہ تعالی کا ڈر دل میں رکھو، اگر آپ اس کو دین کی خدمت سمجھیں گے، قرآن کی خدمت سمجھیں گے تو آپ وقت زیادہ دیں گے اور نوکری سمجھیں گے تو آپ گھڑی دیکھیں گے۔ اگر آپ وقت سے پہلے مدرسہ پہنچ جائیں گے تو بچے بھی ان شاء اللہ! پابندی سے آئیں گے۔

حضرت مولا بدرِ عالم میرٹھیؒ کا معمول تھا کہ ”۱۷/ سال ڈابھیل میں مدرس رہے، عادت یہ تھی کہ جب وہ درس گاہ میں قدم رکھتے تو طلبہ و اساتذہ اس سے اپنی گھڑیا ملا لیتے تھے، کبھی

---

(۱) سورہ علق: ۱۱

ایک سیکنڈ بھی دیر سے نہیں آتے، ہم سمجھتے ہیں کہ دو چار منٹ کی دیری سے کیا فرق پڑھے گا، جبکہ اگر مکتب میں بیس طلبہ ہیں اور ہر ایک چار چار منٹ کا حساب کریں گے تو تمام طلبہ کے ۸۰ /منٹ ضائع ہو گئے، اس سے ان کے اخلاق بھی متاثر ہوں گے، ہم نقصان کا اندازہ مجموع لگائیں، کیونکہ ہم سب طلبہ کے وقت کا امین ہیں۔(۱)

انتظامی بنیادی امور

۱۔مکتب کا داخلہ فارم
۲۔مکتب کا ڈرس رکھیں۔
۳۔مکتب کا روز نامچہ رکھیں جس طرح اسکول کی ڈائری ہوتی ہے۔
۴۔یا مکتب کا سالانہ کیلنڈر رکھیں۔
۵۔مکتب کی سند رکھیں۔
۶۔مکتب کا مسابقہ اور اس کی سند۔
۷۔مکتب کے انعامات کا سلسلہ عام رہے۔

مکتب پر مسلکی رنگ نہ چڑھائیں

مکتب کو فرقہ واریت اور مسلکی چھاپ سے بالاتر رکھیں، یہ مکتب دیوبندیوں کا ہے یہ مکتب اہل حدیث کا ہے، یہ مکتب بریلویوں کا ہے، چونکہ مکتب میں ہونے والی تعلیم فرض عین والی تعلیم ہے اور فرض عین والی تعلیم میں اختلاف زیادہ نہیں ہے، فرض کفایہ والی تعلیم میں اختلاف ہوگا، رفع یدین کرنا نہیں کرنا نہ فرض عین میں داخل ہے نہ فرض کفایہ میں، ایسے مسائل ہماری تعلیم میں کیسے بنیاد بن سکتے ہیں؟ اپنے مکتب میں اہل حدیث کے بچوں کو بھی آنے دیں، بریلوی کے بچوں کو بھی آنے دیں تاکہ وہ

(۱) محمود المواعظ: ۵/ ۲۲۲

ہمارے پاس پڑھیں تو ہمارا نظریہ اپنا لیں۔

بچوں کو عملی (Practical) تعلیم دیں

نماز کی مشق کراؤ، اپنے سامنے بٹھا کر وضو کراؤ، میت کا کفن دفن کیسے کرنا ہے اس کی مشق کراؤ، یہ عملی مشق بھی بہت ضروری چیز ہے۔ موطا امام مالک میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی نے اپنی خلافت کے زمانے میں پانی منگوایا اور با قاعدہ وضو کر کے سکھایا۔ تقریبا ایک تہائی دنیا کے خلیفہ تھے لیکن لوگوں کو وضو سکھلا رہے ہیں۔

واقعہ بھی یہی ہے کہ بچوں کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کر کے کام میں لانا اور بچوں کے اعضاو جوارح کو تعلیم میں استعمال کرنا ہی تعلیم کا اصل طریقہ ہے، جس کو فطری طریقہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ امام الشام محقق جلیل شیخ عبدالفتاح ابوغد (متوفی ۱۴۱۷ھ) کے قلم حقیقت سے نکلی ہوئی اصلاحی اور تربیتی کتابوں میں ایک اہم نفیس کتاب رسوم ا لمعلم وأسالیب فی التعلیم" ہے، اس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ سے عملی تعلیم کے کئی نمونے پیش کیے ہیں، اس کا ایک مختصر اقتباس حسب ذیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زبان و بیان کے ذریعہ تعلیم کے مقابلے میں فعل و عمل کے ذریعہ تعلیم زیادہ ٹھوس، دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والی سمجھنے و یاد رکھنے اور اتباع واسوہ بنانے کے اعتبار سے زیادہ معاون ومددگار ہوتی ہے، اور یہی تعلیم کا فطری طریقہ بھی ہے، بایں وجہ نبی کریم سی ایم کی تعلیمات میں نمایاں وبیشتر حصہ فعل وعمل یعنی پریکٹیکل تعلیم کا رہا ہے۔

"و لا ریب أن التعلیم بالفعل و العمل أقوی و أوقع في النفس، و عون علی الفهم و الحفظ، و أدعی إلی الاقتداء و التأسي من التعلیم بالقول و البیان و أن التعلیم بالفعل و العمل هو الأسلوب الفطري للتعلیم، فکان أبرز و أعظم أسالیبه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

في التعليم‘‘(۱)

طریقۂ تعلیم میں جدّت پیدا کریں

مکاتب صرف رٹایاجاتاہے جس سے بچہ کا صرف قوتِ حافظہ کام کرتاہے ،جس بنا جلدی اکتاہٹ آجاتی ہے،اس لئے لکھانے سے بھی کام لیاجائے تو قوتِ بصارت سے بھی کام ہوتاہے،حس جسمانی سے بھی کام ہوتا ہے،ایک مٹکے کاپانی ایک راستہ سے نکالنے کے بجائے چندراستوں سے نکالیں تو جلدخالی اسی طرح ایک راستہ سے پانی بھرنے کے بجائے مختلف راستوں سے پانی بھرنے میں جورفتارہوتی ہے وہی رفتار بچے کی مختف قوتوں کواستعمال کرنے میں ہوتی ہے۔

بورڈ کا استعمال ضرور کریں

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں قوتِ حافظہ مضبوط تھا،اس کے بعد کا دور بھی مضبوط تھا،پھربھی آپ ﷺ زمین پرلکیر کھیچ کرسمجھایا کرتے تھے،جب قلمی دورآیا کہ کتابیں پرنٹ ہونے لگیں تو حافظہ کمزورہونے لگا،موجودہ زمانے میں دنیا کا کوئی اسکول کسی مذہب کا ایسا نہیں ہے جہاں بچوں کے لئے بورڈ کا استعمال نہ ہوتاہوں،سوائے مدارس ومکاتب کے،جس کی وجہ سے تعلیم سے اکتاہٹ ،مطلوبہ ترقی میں کافی رکاوٹ ہوتی ہے،موجودہ زمانے میں معنویات کوحسّیات بنا کرسمجھانا ہوگا ،جیسے چارکاعدد حساً سمجھانے کے لئے چار پرندوں کی تصویر بنادی جاتی ہے۔

والدین کی ذہن سازی کا اہتمام

والدین کی میٹنگ کا اہتمام: ملاقات والدین کی بہت زیادہ ضرورت ہے،

---

(۱)الرسول المعلم :ص ۲۵

ماں باپ کی لاپرواہی کے نتیجے بچہ ترقی نہیں کرسکتا، بچوں کے ماں باپ کو دو مہینے، تین مہینے، چھ مہینے میں ایک بار جوڑنے کا اہتمام، اس میں بچوں کی تعلیمی، اخلاقی کیفیت پیش کرنا، انکے فائدے واصلاح کے لیے معاشرتی عناوین، شراب، نشہ، سود، بے پردگی، ازدواجی زندگی، دینی تعلیم کی اہمیت، اولاد کی تربیت، صلہ رحمی وغیرہ پیش کریں، مظاہرے کے لیے مکتب کے بچوں کو حدیثیں یاد کروائیں، دعائیں، اخلاقیات وغیرہ اور اس کا مظاہرہ ان کے سامنے کریں جو آپ سے یا بچوں سے متعلق ہیں، جو بچے پڑھ رہے ہیں انکے ماں باپ کو دکھائیں، معاونین اور محلے کے لوگوں کو دکھائیں، مکتب کے جلسے کے لیے کلکتہ، گجرات، یوپی سے مہمانان خصوصی کو بلوا کر قوم کا پیسہ برباد نہ کریں، گاؤں دیہات کے جلسے میں خطیب کو ڈیڑھ لاکھ ہدیہ دیکر، دعوتوں کا خرچ برداشت کرکے سوائے تبذیر کے کچھ نہیں، اس رقم سے کتنے مکاتب سنبھالے جاسکتے ہیں اندازہ کرلیں؟

مکتب کی محنت کے مظاہرے اور ان بچوں کے ذریعے سے ان کے ماں باپ کو جوڑے رکھنا، ان بچوں کے ذریعے سے معاونین کا جذبہ بڑھانا اور محلے کے دیگر افراد کے بچوں کو شوق دلانا ہے، اس کے لیے مقامی جلسہ کافی ہے، بستی کے پرانے علماء کی نگرانی کافی ہے۔ محنت اس طریقے سے آپ کرتے جائیں گے تو پھر آپ کی مکتب کی تنخواہ دو ہزار پندرہ سو کی بجائے پانچ ہزار سات ہزار ہو گی یعنی جو مشاہر امامت پر ہے وہ مکتب کی خدمت پر ملے گا (ان شاء اللہ) اگر چہ کہ یہ ساری محنت تنخواہ کے لئے نہیں مگر اللہ نوازیں گے، ورنہ لوگ مہمان خطیب صاحب کو تو دو لاکھ، ڈیڑھ لاکھ روپے دینے تیار ہیں، آپ کی تنخواہ میں سے پانچ سو بھی بڑھانے کو تیار نہیں ہیں۔

نیز ماں بچوں کے ماں باپ کی ہمت افزائی، معاونین کے دلوں میں شوق پیدا کرنا ان بچوں کے ماں باپ میں شوق پیدا کرنا جو اہتمام سے بھیجتے ہیں اور جو

معاونین اہتمام سے تعاون کررہے ہیں، جو سال بھر آپ کے مکتب کا خرچ دے رہے ہیں، ان کی وقتاً فوقتاً شال پوشی کرنا، وغیرہ۔

استاذ کی تدریب ہوگئی، بچہ کی تربیت ہوگئی، مگر والدین کی ذہن سازی نہیں کی تو کام ناقص رہے گا، بچے نل ہیں، والدین ٹنکی ہیں، نل درست ہوا مگر ٹنکی خراب ہے، تربیت کا نظام جامع بننے کے لئے والدین مستقل پلّر وستون کی حیثیت رکھتے ہیں، مکتب پورے گھرانے کی تربیت کا ذریعہ تبھی بنے گا، والدین حرام لقمہ کھلا کر قرآن کا حافظ بنا چاہتے ہیں، قطع رحمی کے ساتھ جی رہے ہیں، بچوں کو تاکید کرکے سال میں دو تین بار جوڑنے کا نظام بنایا جائے، بچہ کو مکتب پر لڑنے پر تنبیہ کی گئی، بچہ روزانہ گھر میں والدین کے لڑنے کی شکایت کررہا ہے، یہ تو روز کا کام ہے۔

مکتب ومدرسہ کو جزیرہ نہ بنائیں

مکتب کیلئے یا مدرسہ کیلئے ایسی جگہ کا انتخاب ہو جہاں کے حالات موافق ہوں، ایسی مسجد کا یا ایسے علاقہ کا ایسے کمیٹی کے ذمہ داروں کا انتخاب ہرگز نہیں ہونا چاہیے جو مکتب یا مدرسہ پسند نہ ہوں، علم پرور نہ ہوں، مدارس کے قیام کا اندازہ نہ ہو، ایسے لوگ نادان دوست ہوا کرتے ہیں، جو مدرسہ کے نظام کو سیکھے ہوئے بھی نہیں ہیں اور سیکھنا بھی نہیں چاہتے ہیں ایسے لوگ قدم قدم پر رکاوٹ ڈالنے والے بن جاتے ہیں، مدارس ومکاتب جزیرہ نہ بن جائیں، حضرت علی میاں ندویؒ قاری صدیق صاحبؒ جنازے کے پر تعزیتی کلمات لکھے ہیں ''مدارس جزیرہ نہ بن جائیں کہ اڑوس پڑوس سے کوئی تعلق نہیں، رفیق بنائیں فریق نہ بنائیں''

آپ بتائیے ان اصول وآداکے مطابق ہمارے مکاتب چل رہے ہیں؟ ان اصول وآداب کے تحت ہمیں آگے اپنے مکاتب کو منظم اور مؤثر بنانا چاہیے۔

سالانہ پروگرام کریں

سال میں ایک مرتبہ کچھ مکاتب مل کر آپسی مسابقہ رکھیں، بچوں کے سرپرستوں کی، مدرسین کی بچوں کے ساتھ سال پوشی وغیرہ کریں، بعض مدارس کے جلسوں میں دیکھا مدرسے کی کمیٹی کی تعریف میں چار چار اشعار، پورقطعہ ورباعی انہیں پر ہے، استاذ کے لیے ایک مصرعہ بھی شعر تو کجا، پڑھانے والے استاد کی ہمت افزائی بہت ضروری ہے۔

جزوقتی مکاتب کی صورت حال

یہ مکاتب تعداد میں بہت کم ہیں۔ ان میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کی تعداد بھی کم ہے۔ بچوں کی تعداد کی کمی کے سبب اساتذہ کی تعداد بھی کم ہے۔ اکثر جزوقتی مکاتب میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی استاد ہے اور اس کے سامنے مختلف سطحوں کے بچے دینی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ قرآن کے مختلف مرحلوں میں پڑھنے والے بچے بھی ہیں اور حروف شناسی اور اس کے بعد کے مرحلے کے بچے بھی اسی استاد کے سامنے زانوے تلمذتہہ کررہے ہیں۔ ان حالات میں اُستاد اجتماعی طور پر تعلیم دینے سے قاصر ہے۔ وہ ایک ایک بچے کو تعلیم دیتا ہے، گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کی تعلیم اور جب وہ انفرادی طور پر دی جائے تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک طالب علم کے حصے میں کتنا وقت آتا ہوگا اور قرآن پڑھنے کی کتنی استعداد اُس میں پیدا ہوتی ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسے مکاتب میں سالوں بچے پڑھتے ہیں اور ان کے اندر رواں قرآن پڑھنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوپاتی اور قرآن مجید کی اسی ناقص پڑھائی کے ساتھ وہ مدرسوں سے باہر آجاتے ہیں۔ اس کے بعد کم ہی اس بات کا موقع ملتا ہے کہ وہ قرآن کو صحیح طور پر پڑھنے کے قابل ہوسکیں۔ لہٰذا وہ ناقص طریقے سے ہی تلاوت قرآن مجید آخر عمر تک

کرتے رہتے ہیں اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ان کو یہ احساس بھی نہیں ہوپاتا کہ وہ اللہ کی کتاب کو صحیح طور پر پڑھ بھی نہیں سکتے۔

نورانی مکاتب

مولانا اسماعیل صاحب نورانی مکاتب کے بانی نے مکاتب کی تعلیم کے مجتہد کہلائے جاتے ہیں، ایک بار اپنی بچی کو ڈانٹا تو بچی نے کہا: میں اپنے ٹیچر کو بولوں گی کہ ابا نے مجھے ڈانٹا، اس پر احساس ہوا کہ میری بچی اپنی حفاظت کی جگہ اپنے ٹیچر کو سمجھتی ہے، باپ کو نہیں سمجھتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ استاذ کے پاس بچی کو اپنی حفاظت محسوس ہونا بھی ضروری ہے، اس وقت اپنی بچی کے لئے ایک نظام شروع کیا تھا، اب تقریباً ۳۲/سال ہوگئے ہیں، پانچ ملکوں میں اس ترتیب پر مکاتب چلتے ہیں۔

۱۔اس ترتیب کی خصوصیت یہ ہے کہ فطری ترتیب کو لحاظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۲۔ماہرِ نفسیات سے مذاکرے اور تبادلۂ خیال کے بعد طریقۂ تدریس طے کئے گئے۔

۳۔ ۳۲/سالہ تجربہ سے ہزاروں بچوں وبچیوں کی زندگیاں بدلی ہیں۔

۴۔اکابرین کا اعتماد حاصل ہے، جیسے حضرت مولانا احمد خان پوری صاحب، وابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم۔

۵۔موجودہ زمانے کے لحاظ سے نصاب مرتب کیا گیا ہے۔

نوٹ: کوئی ترتیب فیصل نہیں ہوتی ہے، بلکہ ماضی کے ذریعہ ہی بہتر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے، جس کو اس سے بہتر آتی ہو وہ بھی قابل قبول ہوگی، جو فی الوقت مفید ہے اس سے فائدہ اٹھالینا چاہئے۔

تعلیمی نفسیات کا علم اور اسکی اہمیت

بچوں کی نفسیات کی اہمیت

تعلیم وتربیت کی تاریخ میں اسلام کے ظہور کا زمانہ سب سے زیادہ درخشندہ ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے معلم اعظم بن کر صدیوں کی بگڑی ہوئی قوموں کی سیرت کو وہ بلندی عطا کی جس پر اسلام بجا طور پر فخر کرسکتا ہے، ایسے لوگ جو تہذیب وتمدن سے نا آشنا تھے، ان کی سیرت اور کردار میں ایسی حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوئی جس کی تشریح کرنے سے آج کل کے ماہرین نفسیات اپنے علم کے کمال کے باوجود عاجز ہیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ انسانی فطرت کو سب سے زیادہ سمجھتے تھے اور اپنی امت کو تعلیم دیتے وقت ان ہی اصولوں سے کام لیا کرتے تھے، اسی وجہ سے آپ کی تعلیم ہمیشہ کے لیے دل میں اتر گئی اور اخلاق واطوار کی ایسی بلندی پیدا کرگئی جس کی معراج تک پہنچنا اور کسی معلم کو نصیب نہ ہوا۔

معلوم ہوا کہ ایک کامیاب معلم کے لیے مضمون کی واقفیت اور عمدہ طریقوں کے علاوہ بچوں کی شخصیت کو سمجھنا بہت ضروری ہے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی شخصیت کو سمجھے بغیر کوئی معلم اپنے طریقہ تدریس میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں کرسکتا؛ کیوں کہ جب تک بچوں کی نفسیات، فطری صلاحیت اور ذہنی استعداد، جذباتی اور معاشرتی زندگی کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا تعلیم کا عمل ہمیشہ ادھورا رہے گا؛ اس لیے ایک مدرس کو تعلیمی نفسیات کے طریقوں کو جاننا اور اس کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

بعض معلمین اپنی کمزوری چھپانے کے لیے بچوں پر الزام لگایا کرتے ہیں کہ : یاد رکھیں کہ پیدائش کے وقت کوئی بچہ شاذ ونادر اندھا، الو النگڑا ہوتا ہے، اسی طرح شاذ و نادر ہی کوئی بچہ کند ذہن ہوتا ہے، مگر اس کے کیا معنی ہیں کہ بعض معلمین کے اکثر شاگرد اور کند ذہن ہوتے ہیں، اگر بچوں کی نفسیات اور اس کے طریقوں کو سامنے رکھ کر تعلیمی

پروگرام بنایا جائے تو ان شاءاللہ! اس کی نوبت نہیں آئے گی۔(۱)

بچوں کی نفسیات کا احترام کرنے کا سبق آموز واقعہ

ڈاکٹر ذاکر حسین استاذ جامعہ ملیہ، نائب صدر جمہوریہ ہند، اور مقبول مصنف ایک چھوٹے سے پرائمری اسکول کے بچوں کو انعامات تقسیم کر رہے تھے، اتنے میں کسی نے آ کر چپکے سے خبر دی کہ آپ کی چھوٹی بیٹی ''ریحانہ'' (چارسالہ) کا انتقال ہوگیا ہے، مگر موجودہ بچوں کی خوشی کا لحاظ کرتے ہوئے جلسہ ختم ہونے تک نہایت سکون سے بیٹھے رہے، اور جلسے میں کسی طرح کا اثر وخلل ہونے نہیں دیا۔(۲)

دوسروں کے احساسات کا احساس کریں

کسی یونیورسٹی میں ایک پروفیسر تھے، جو اپنی کلائی میں لیڈی گھڑی باندھتے تھے، جسے دیکھ سب طلباء کی ہنسی چھوٹ جایا کرتی تھی، ایک عرصے بعد وائس چانسلر کے ذریعے جب ہم پر انکشاف ہوا کہ پروفیسر صاحب جو زنانہ گھڑی پہنتے ہیں وہ انکی فوت شدہ بیوی کی ہے۔۔۔اس واقعے سے سیکھا کہ'' کچھ دل بنا بولے محبوب کی رحلت کے بعد بھی اَلم اور درد محسوس کرتے ہیں''۔

قبرستان میں دس سالہ بچے کو ایک قبر پر کھڑا کچھ کہتے ہوئے سنا جو کہہ رہا تھا ''<u>ماما اٹھو میرے ساتھ سکول چلو... استاد مجھے تمام لڑکوں کے سامنے مارتا اور کہتا ہے کہ تمہاری ماں کتنی سست اور کاہل ہے جو تمہاری پڑھائی کا خیال نہیں رکھتی</u>''۔کسی کی ظاہری حالت دیکھ کر قطعاً مذاق یا کوئی ری ایکشن نہیں دینا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اندر ہزار دُکھ چھپائے ہوئے ہو جس کا ہمیں علم نہ ہو۔ بولنے، سوچنے اور ری ایکشن

---

(۱) خطبات مکاتب، مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم

(۲) ہماری زبان۔ ۱۹۹۸ء

دینے سے پہلے اگلے بندے کی فیلنگز کا خیال رکھیے۔

بچوں کی تعلیمی نفسیات کے لئے بنیادی باتیں

بچوں کی نفسیات سمجھنے کے لئے ان میں ہونے والی تبدیلی کو بغور مشاہد کرتے ہیں، بچوں کے کردار کو نظرانداز کرنے والے نفسیات کو نہیں سمجھ پائیں گے، بچوں کی نفسیات سے واقف ہونے کے لئے مشاہدہ بہت ضروری ہے اس کے بغیر معلم اپنے طلبہ کو نہیں جان سکتا۔ ماں جیسے اپنے ہر بچے کی نفسیات سے واقف ہوتی ہے بالکل اسی طرح ایک استاذ کو بھی اپنے ہر طالب علم کی نفسیات سے واقفیت ہونی چاہیے چونکہ استاذ اس باغبان کی طرح ہوتے ہیں جو اپنے باغ کے ہر پھول اور ہر پودے کے بارے میں آگاہی رکھتا ہے اور ہر پودے کی نگہداشت اس کی نفسیات کے مطابق کرتا ہے۔ اساتذہ ہی اپنی شفقت اور محنت سے طلبہ کو کندن بناتے ہیں۔

نفسیاتی لحاظ سے بچوں کے لئے چند باتیں بہت بنیادی ہیں: (۱) جسمانی حفاظت (۲) محبت (۳) خود نمائی (۴) ذہنی آزادی۔ (۵) ذہنی ترقی کا معیار۔ (٦) بچے کے حالات سے واقفیت۔

(۱) بچوں کی جسمانی حفاظت

فطری تقاضوں میں سب سے پہلا تقاضا بچے کی جسمانی حفاظت سے وابستہ ہے شروع شروع میں بچہ دنیا ومافیہا سے بے خبر صرف اور صرف اپنی ذات سے دل چسپی لیتا ہے، اس کے نزدیک دوسرے تمام انسانوں کا وجود اس کی حفاظت کے خاطر ہوتا ہے، لہذا مدرّس کا اولین فرض ہے کہ وہ بچے کی اس ضرورت کا خیال رکھے تاکہ بچے کو یقین ہو جائے کہ یہاں اس کی جسمانی حفاظت ہوگی ورنہ تعلیم کا پہلا قدم ہی غلط ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ٹوٹی ہوئی ہستی سے آپ کیا کام لے سکتے ہیں، کلی کو کھلنے کا موقع دیا

جائے تو وہ پھول کی شکل اختیار کرتی ہے اور اس سے خوشبو پھیلتی ہے، کلی کو ہاتھ سے کھولا نہیں جاتا، اگر ہاتھ سے کھولنے کی کوشش کی گئی تو وہ کلی ٹوٹ جائے گی نہ پھول ہاتھ لگے گا نہ اس کی خوشبو۔

مثلاً بچہ کوئی بھی کام کرنا چاہے تو دوسرا بچہ اسے ڈراتا ہے کہ ''استاذ کو بولدوں گا''۔ آزادی بچے کا فطری حق ہے، اس کے لئے سب سے زیادہ مضر چیز یہ ہے کہ اس کے ساتھ بلاوجہ کی روک ٹوک روا رکھی ہے۔ خوف بچے کا دشمن ہے، تعلیم کی راہ میں یہ ایک راہزن ہے، اس لئے کلاس میں خوف کا ماحول پیدا نہ کریں، خوف کے ماحول سے بچوں کی تعلیم وترقی میں رکاوٹیں پیدا ہونگی، جس بچے کی مار پیٹ کی جاتی ہے اس بچے کی صلاحیت دب جاتی ہے اور دماغی پرورش رک جاتی ہے اور جس بچے پر بہت تنقید کی جاتی ہے وہ بچہ اچھی چیزیں پسند کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

جلد مار دینے سے وہ اپنے کو غیر محفوظ سمجھتا ہے، اور مار سے بھاگنا طبعی امر ہے بعض معلمین اپنی لاعلمی کا غصہ ناحق بچوں پر نکالتے ہیں وہ علم سے نفرت دلاتے ہیں اور ناحق بچوں پر الزام لگاتے ہیں، مکتب میں نہ استاذ مارے اور نہ کسی دوسرے بچے کو مارنے پر خاموش رہے، بلکہ بچہ کی ہر طرح کی راحت کا خیال رکھے مثلاً بیٹھنے کی جگہ اچھی بنا کردے، دھوپ گرمی سے بچائے، وغیرہ۔

(۲) بچوں کو محبت دیں

ہر بچہ محبت کا خواہاں ہوتا ہے بلکہ محبت کا متلاشی ہوتا ہے، جدھر پاتا ہے اُدھر بھاگتا ہے، اگر اسے یہ احساس ہو جائے کہ اس سے محبت نہیں کی جارہی ہے جس کا وہ مستحق ہے تو اس کے دل میں بغاوت کے جذبات پیدا ہو جائیں گے جس سے اس کی تربیت میں ایک خلا رہ جائے گا، معلم کا کمال یہ ہے کہ بچے سے کام لینے کا راز بروئے کار لائے، پہلے اس کو اپنا گرویدہ بنالے پھر کام لے، بچے کو اپنا بنالو پھر دیکھو آپ کی محبت کیا

رنگ لاتی ہے، بچوں کو اپنی اولاد کی طرح شفقت ومحبت سے پڑھائیں۔ بچوں کو اپنے سے مانوس کر کے ان میں تعلیم کا شوق پیدا کریں۔ بغیر انسیت کے وحشت ہوتی ہے جو بعد میں نفرت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

(۳) خودنمائی کی رعایت کریں

خودنمائی کے فطری تقاضا کی وجہ سے ہر ایک بچہ کی خواہش ہوتی ہے کہ تمام دوسرے لوگ اس کی ذات کو تسلیم کریں اور اس کی طرف متوجہ ہوں، یہ تقاضا بچوں میں نہیں بلکہ بڑوں میں بخوبی پائی جاتی ہے، جو تزکیہ کے بغیر درست ہونا مشکل ہے، اس لئے بچہ کوئی بھی بہتر کام کرے تو فوراً کسی بھی شکل میں اس کو سراہا جائے، اگر بچوں کے کسی کام کی تعریف کی جائے تو بہت خوش ہوتے ہیں بار بار اس کو کر کے چاہتے ہیں کہ کوئی ہمارے کام کی داد دے اور تعریف کرے اگر داد نہ ملے اور کوئی تعریف نہ کرے تو ان کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں، جس بچے کی خودنمائی کے جذبہ کی تسکین نہیں کی جاتی وہ بچہ مربی سے دور ہوتا رہتا ہے۔ حوصلہ افزائی سے کامیابی کا احساس پیدا ہوتا ہے جو بچوں کو کامیابی کی طرف لے جاتا ہے اور نکتہ چینی بچوں میں ناکامی کا احساس پیدا کرتی ہے اور یہ احساس ان کو پستی کی طرف جاتا ہے۔

(۴) ذہنی آزادی

تعلیم کے لئے ذہنی آزادی لازمی ہے تاکہ بچوں میں آزادانہ سوچنے اور کام کرنے کی عادت پڑے، جو بچے اس نعمت سے محرورم رہتے ہیں ان کے ارادے اور فیصلے کی قوت سلب ہو جاتی ہے، اس لئے بچوں کو ایسا ڈرا کر یا مرعوب کر کے نہ رکھا جائے کہ وہ ذہنی دباؤ میں آجائے، ہر کام کرنے میں استاذ کا خوف غالب نہ آئے، بلکہ اپنے امور میں وہ کسی کا دباؤ محسوس نہ کرے، کوئی بچہ مسلسل دس منٹ بھی ایک کام نہیں

کرتااور نہ خاموش رہتا ہے بلکہ، کچھ نہ کچھ کھینچتے رہتا ہے، اچھل کود کرتے رہتا ہے، اسے خاموش رہنے کا پابند کرنا اس کی آزادی ختم کردینا ہے۔

(۵) ذہنی معیار کا اندازہ کرنا

جسمانی عمر کے ساتھ بچوں کی ذہنی عمر بڑھتی چلی جاتی ہے لیکن ان دونوں میں نشونما کی رفتار ایک جیسی نہیں ہوتی، یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جس بچے کی عمر دس سال ہو اس کی ذہنی عمر بھی دس سال کی ہو، اگر جسمانی نشونما کی رفتار سے ذہنی نشونما زیادہ ہے تو وہ ذہین ہے اگر جسمانی نشونما کی رفتار سے ذہنی نشونما کم ہے تو یہ غبی ہے، معلم کے لئے شاگردوں کی ذہنی کیفیت سے واقف ہونا نہایت ضروری ہے۔

عمر کے ساتھ کس درجہ کی تعلیم بچے کو حاصل ہونی چاہئے، بعض مرتبہ عمر چھوٹی ہے مگر تعلیم بڑی عمر والے کی حاصل ہوجاتی ہے، عمر بڑی مگر تعلیم بچوں کی بھی حاصل نہیں۔

دنیا میں سو میں جتنے بچے اندھے لنگڑے، بہرے، پیدا ہوتے ہیں اتنے ہی کند ذہن پیدا ہوتے ہیں، پیدائش کے وقت شاذونادر ہی کوئی بچہ اندھا لولنگڑا پیدا ہوتا ہے، اسی طرح شاذونادر ہی کوئی بچہ کند ذہن ہوتا ہے، مگر اس کے کیا معنی ہیں بعض معلمین کے اکثر شاگرد غبی اور کند ذہن ہوتے ہیں، جیسے انسان معتدل اور عمدہ غذا شوق اور رغبت سے کھاتا ہے لیکن یہ ہی غذا جب غیر معتدل اندازہ سے زیادہ دی جائے تو بیماری اور بدہضمی پیدا کرتی ہے بلکہ بعض اوقات بھوک بند ہوکر غذا سے سخت تنفر پیدا ہوجاتا ہے۔

(۶) بچے کے حالات سے واقفیت

بچے کے گھریلو حالات، گھر کے آس پاس کا ماحول، رشتہ دار اور دوست احباب

سے واقفیت یہ بھی تعلیم کے مخصوص طریقوں میں سے ہے، کیونکہ اس طریقے سے بچے کی مشکلات کی اصلیت اور ان کے اسباب پر روشنی پڑتی ہے، بعض مرتبہ گھروں میں ماں باپ کے درمیان جھگڑا ہوتا ہے، فیملی پروبلم ہوتے جس کی وجہ سے یہ بچے ٹینشن اور الجھن میں رہتے ہیں اور یہ چیز بھی بچوں کی زندگی پر بہت اثر کرتی ہے، جو بچہ روتا ہوا آتا ہو اس کو سمجھا کر بٹھائیں، مارنا رونے کا علاج نہیں ہے، استاد بچوں کو ایسا ماحول میں دے کہ بچے خوشی خوشی مدرسہ آئیں۔لہذا آپ ان بچوں کے گھریلو حالات کے بارے میں بھی مثبت انداز میں پوچھ تاچھ کیجیے اور اگر کوئی پریشانی ہے تو اس کو دور کرنے کی کوشش کیجیے اور ان کی صحیح رہنمائی کیجیے۔(۱)

بچوں کے متعلق چند ضروری معلومات جس کا علم ضروری ہے

(۱) جو بچے بچپن میں لکھنے پڑھنے کی بڑے شوق سے نقلیں اتارا کرتے تھے اب وہ پڑھنے لکھنے سے ایسا بھاگتے جیسے غلیل سے کوا اس کا زیادہ تر باعث طریقۂ تعلیم کا نقص ہے۔

مار سے بھاگنا طبعی امر ہے پس مار کر پڑھانے والے معلم بچوں کو تعلیم سے بھگاتے ہیں اور علم سے نفرت دلاتے ہیں۔

(۲) بچوں میں تقلید اور نقل کرنے بلکہ نقل کو اصل بنانے کا شوق ہوتا ہے اپنے مربی اور عزیزوں کو جو کام کرتے دیکھتے ہیں خود اس کو کرنے کی کوشش کرتے ہیں خوہ وکام ان کی طاقت سے زیادہ کیوں نہ ہو۔

(۳) بچوں میں جھوٹ بولنے کی عادت نہیں ہوتی لیکن دوسروں کو جھوٹ بولتا ہوا دیکھتے ہیں تو خود بھی جھوٹ بولنے لگتے ہیں اور فریب کرنے لگ جاتے ہیں۔

---

(۱) خطبات مکاتب، مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم

(۴) بچے کے پاس قیمتی سرمایہ اس کا وقت ہے، اس کا ہر لمحہ کارآمد بنایئے، کوئی لمحہ افادیت سے خالی نہ ہو۔

(۵) استاذ کو چاہیے کہ بچوں کو پیارے پیارے ناموں اور القاب کے ساتھ پکاریں، ایک شرابی کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ کر ٹوٹ گئی، پلانے والے کہا: کوئی بات نہیں! دوسری لے لیں! توبہ کے بعد مسجد آیا، نماز میں فون کھلا رہ گیا، سب نے گھور کر دیکھا، بھرے مجمع میں آداب سکھلا کر شرمندہ کیاں، وہ زبانِ حال سے کہنے لگا، کاش شراب پلانے والوں کے اخلاق مصلیوں میں آجاتے میخانے کی طرح مسجدیں بھی آباد رہتیں۔

(۶) طعن وتشنیع سے بچنا بہت ضروری ہے، نیز اصلاح اور تنبیہ کے وقت کوئی ایسا طرز عمل نہ اختیار کرے اور نہ ایسا کوئی فقرہ زبان سے کہے کہ جس سے وہ بے تربیت بچہ مزید اخلاقی پستی کا شکار ہو جائے نیز اس کا ایک نقصان یہ ہوگا کہ وہاں موجود دوسرے بچے استاذ کا یہ طرز کلام اور یہ عمل اخذ کرتے ہیں اور اپنے بھائی بہن اور دوستوں کے ساتھ یہ طرز عمل اختیار کرتے ہیں، بچّے آپ سے بُرے الفاظ سیکھیں گے اور آگے پھر تعدیہ کرتے ہوئے اپنے دوستوں اور بھائی بہن کو سکھائیں گے اب آگے آپ اندازہ لگائیں کہ آپ سے خیر سیکھ کر معاشرے میں لانے کے بجائے شر سیکھ کر معاشرہ میں لانے کا سبب بن رہے ہیں تو معلم خیر تو نہیں بنے۔

(۷) مکتب کے وقت میں بچوں کی ضرورت کا لحاظ کریں، مثلاً پیشاب کا تقاضا ہوا تو اس کو چھٹی دے دیں ورنہ بچہ جھوٹ بولے گا اور غلط عادت بنے گی اور بہت کی مرتبہ مدرسہ کی چٹائی وغیرہ کو بھی بگاڑ ڈالے گا۔

(۸) جس بچے کا مذاق اڑایا جاتا ہے وہ بچہ بزدل بن جاتا ہے۔ جس بچے پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ وہ بچہ دھوکے باز بن جاتا ہے۔

(۹) دنیا کا ہر بچہ خود سے محبت کرتا ہے، والدین سے بھی زیادہ بچہ خود سے پیار کرتا ہے، اور یہ چاہتا ہے کہ ساری دنیا اسے ہی پیار کرے، جہاں اسے پیار ملے گا اس کے قریب ہوگا اور جہاں اسے ڈرایا ستایا جائے گا اس سے دور بھاگے گا خواہ وہ والدین ہی کیوں نہ ہو۔

بچے استاذ کی نقالی کرتے ہیں

بچوں کی جبلتیں اللہ تعالیٰ کی وہ عطیات ہیں جن سے صحیح مناسب کام لیکر جسمانی، دماغی، روحانی صلاحیتوں کو بروئے کار لایا ئے جائے، جبلتیں چار ہیں (۱) تحریک یعنی بچے ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں (۲) کھیل، ہر بچے میں کھیل کا جذبہ سو فیصد ہوتا ہے (۳) تجسس، دوسرے کی حرکتوں کو بغور دیکھنا، وجہ معلوم کرنا (۴) نقالی، دوسروں کے افعال واقوال کو اپنانا، اگر اچھا نمونہ ملے تو اچھی نقالی، اگر استاذ بداخلاق ہو تو بداخلاقی میں نقالی کرنے لگتا ہے۔

رہنمائے مکاتب میں حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی نے ایک قصہ سنایا تھا کہ: اسکول ومدرسہ کی چھٹی کے دن گھر کے چھوٹے چھوٹے ہوتے نواسے گھر میں کھیل رہے تھے، اس میں ایک بچہ استاد بنا اور دوسرے سب اس کے شاگرد بنے، یہ سب نقل اتار رہے تھے تو جو بچہ استاد بنا وہ دو لکڑی لے کر بیٹھا اور کبھی داہنی طرف لکڑی پچھاڑتا ہے، کبھی بائیں طرف لکڑی زمین پر مارتا ہے اور کہتا ہے کہ: اے ڈوبا! چل پڑھ، اے ڈوبی! چل پڑھ۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب فرمانے لگے کہ: میں یہ سب چیز میں دیکھ رہا تھا، میں سمجھ گیا کہ یہ بچہ جو ڈوبا، ڈوبی بول رہا ہے، لکڑی بار بار پچھاڑ رہا ہے تو میں سمجھ گیا کہ یہ اس کے استاد کا اثر ہے تو میں نے پھر عصر کی نماز میں پوچھا کہ ان بچوں کے استاد کون ہیں؟ پھر میں نے ان کے استاذ کو تنہائی میں بلا کر پہلے سوال کیا تو انھوں نے اقرار کرلیا کہ وہ کلاس میں بچوں کے سامنے اس طرح کے الفاظ

بولتے ہیں، پھر آپ نے ان کو سمجھایا کہ :دیکھو! آپ کے اس طرح بولنے کا اثر بچوں پر کیسا ہوتا ہے۔

نوٹ: 'ڈوبا،ڈوبی : گجراتی زبان میں کمزور طلبہ کے لیے توہین آمیز الفاظ ہیں۔

بچوں کی غیر حاضری کی وجوہات

ماں باپ کی غفلت، بچوں کو گھر پر کسی کام میں لگائے رکھنا۔
آوارہ پھرنے کی عادت۔
دیر سے سونے اور اٹھنے کی عادت۔
سبق یاد نہ کرنے یا گھر کے دیے ہوئے کام نہ ہونے کی صورت میں سزا کا خوف۔
جماعت میں کمزور ہونے کی وجہ سے غیر حاضر رہنا۔
شریر لڑکوں کے خوف سے مدرسہ نہ آنا۔
والدین یا کسی سرپرست کا سر پر نہ ہونا۔
استاذ کے ساتھ طلبہ کا مانوس نہ ہونا اور اس سے خائف ہونا۔

طلبہ میں حاضری کی عادت ڈالنے کا طریقہ

۱۔اساتذہ مکتب میں ٹھیک وقت پر آئیں؛ تاکہ طلبہ کے لیے نمونہ بن سکیں۔
۲۔حاضری روزانہ وقت پر لگائی جائے۔
۳۔ماہانہ یا سہ ماہی جو بھی رپورٹ والدین کو بھیجی جائے اس میں حاضریاں درج کی جائیں۔
۴۔جو بچے غیر حاضر رہنے کے عادی ہوں ان کے والدین سے ان کی حاضری بڑھانے میں مدد لینی چاہیے۔
۵۔یومیہ حاضری کے نمبرات متعین کیے جائیں، مثلاً ایک دن کے چار نمبر، اس

طرح ماہ کے ۲۵ روز کے سو(۱۰۰) نمبرات ہوئے مکمل نمبرات حاصل کرنے والے طالب علم کو ایک ''اسٹار'' دیا جائے اور مدرسے میں حاضری کا اسٹار حاصل کرنے والے طلبہ کے اسمائے گرامی بلیک بورڈ پر لکھے جائیں اور ہر تین ماہ پر اجتماعی اعمال میں ان کے نام کا اعلان کیا جائے اور کچھ نہ کچھ انعام کے طور پر دیا جائے، مثلاً : پنسل قلم یا اور کوئی چیز دی جائے۔

۶۔مہینے کے آخر میں مکمل حاضری والے بچوں کو تمام بچوں کے سامنے انعام دیا جاوے اور غیر حاضری والے بچوں کو ترغیب دیں اور عزائم کراویں کہ کون کون آئندہ مہینے مکمل حاضری کا انعام لے گا؟

۷۔مکمل حاضری والے بچوں کے نام مسجد یا مدرسہ کے نوٹس بورڈ لکھیں : تاکہ سر پرستوں کی نگاہ اس پر پڑے اور ان کو بھی تمنا ہو کہ میرے بیٹے یا بیٹی کا نام بورڈ پر آوے۔

۸۔سال میں کم سے کم دو مرتبہ وکی میٹنگ کریں اور میٹنگ میں تاکید سے بلائیں ،فون کر کے یا تحریری شکل میں اطلاع دیں اور میٹنگ میں قرآن کی تعلیم کی اہمیت اور غیر حاضری کے نقصانات بتائیں اور درد کے ساتھ ان کے سامنے بات کی جائیں، یا ششماہی، سالانہ امتحان کے موقع پر انعامی جلسہ میں اس عنوان پر بات کی جاوے اور تعلیم کا مظاہرہ کیا جاوے، اس سے بھی ان شاءاللہ! کافی فائدہ ہوگا۔معاون تعلیم میں ترقی کے لیے مسابقہ کا نظام بھی بنائیں، مسابقہ سے بچوں اور اساتذہ دونوں میں محنت کا شوق بڑھتا ہے، پہلے کا اس میں ایک ایک جماعت کا مسابقہ کراویں، حصہ اول کا، ثانی کا، اس طرح قرآن کی جماعتوں کا مسابقہ کرادیں، اس میں مثالی آنے والے بچوں کو انعام دیا جاوے، ششماہی یا سالانہ امتحان کے بعد پانچ ، دس مکاتب کا ملا کر مسابقہ کرائیں، اس سے اساتذہ میں محنت کا شوق کافی بڑھتا ہے۔

ٹیوشن پڑھانے کے آداب

ٹیوشن کے ذریعہ مکتب کی ترغیب دیں

اجتماعی مفاد کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے، ذاتی اختلاف کی وجہ سے آدمی اجتماعی مفاد کو نقصان نہ پہنچائے، پہلے تو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ بچوں کے گھر جا کر قرآن پڑھانے کے بجائے بچوں کو اپنے گھر یا مدرسہ بلا کر وہاں ان کو قرآن پڑھایا جائے، تاکہ بچوں کے دل میں قرآنِ کریم کی تعلیم اور اس کے پڑھانے والے استاذ کی عظمت باقی رہے، چوں کہ عام طور سے گھر گھر جا کر قرآن کی ٹیوشن پڑھانے سے لوگوں کے دلوں میں قرآن کے معلم اور قرآنی تعلیم کی عظمت باقی نہیں رہتی؛ اس لیے علمائے کرام نے گھر گھر جا کر قرآن کریم کی ٹیوشن پڑھانے کو پسندیدہ قرار نہیں دیا ہے، ٹیوشن مکتب کا بدل نہیں بن سکتا۔

اسلاف نے دین کی عظمت اور علم کے وقار کو کبھی سرنگوں نہ ہونے دیا، امام مالکؒ کا مسجدِ نبوی میں درسِ حدیث ہوتا تھا اور پوری اسلامی مملکت میں آپ کے درس کی شہرت تھی، اس وقت عباسی خلیفہ کی طرف سے اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ امام صاحب دونوں شہزادوں کو مؤطا امام مالک کا درس دیں، امام مالکؒ نے خوش اُسلوبی کے ساتھ معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس علم کا آغاز آپ کے گھر سے ہوا ہے، یہ مناسب نہیں کہ آپ ہی کے ذریعہ اس علم کی بے توقیری ہو، علم ایسی چیز ہے کہ اس کے پاس آیا جاتا ہے، علم کسی کے پاس نہیں جاتا؛ چنانچہ امین الرشید اور مامون الرشید خود درسگاہ میں حاضر ہوئے اور انھوں نے امام مالکؒ سے کسب فیض کیا، امام بخاریؒ سے بخارا کے گورنر نے خواہش کی کہ وہ گورنر ہاؤس میں آ کر شہزادوں کو حدیث کی تعلیم دیں؛ لیکن امام بخاریؒ نے اسے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ میں اس علم کو بادشاہوں کے دروازہ پر رسوا نہیں کرسکتا ''لا أذل هذا العلم على أبواب السلاطين''۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی دینی غیرت کو پڑھ کر سبق حاصل کریں، امیر بخارا خالد بن

احمد نے امام بخاری رحمہ اللہ سے فرمائش کی کہ آپ میرے گھر آکے میرے بچوں کو تاریخ اور جامع پڑھائیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے انکار کیا ،اس نے کہا میرے پاس نہیں آتے تو میں اپنی اولاد تمہارے پاس بھیجتا ہوں، ان کو الگ بیٹھ کے پڑھادو بخاریؒ نے کہا: یہ نہیں ہوسکتا، نہ تیرے گھر آؤں گا نہ حلقہ الگ لگاؤں گا۔

حضرت امام مالکؒ نے ہارون رشید سے اس وقت کہا تھا، جب ہارون رشید نے حضرت امام مالکؒ کو گھر آکر بچوں کو پڑھانے کی درخواست کی تھی تو فرمایا :العلم لا یاتی ولکن یولتی الیه'' علم خود نہیں آتا اس کے لئے سفر کیا جاتا ہے۔

مکاتب کی تنخواہ کم/ بچوں پر کما حقہ وتوجہ نہ ہونا/ثروت کا نشہ/ ٹیوشن کی وجہ ہے ،اگر کسی عذر کی وجہ سے کوئی شخص گھر جا کر قرآن کریم پڑھاتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ چند باتوں کی رعایت رکھے:

وقار واستغناء باقی رکھیں

(۱) گھر جا کر قرآن پڑھانے کے دوران اپنا دینی تشخص اور دینی وقار برقرار رکھے اور استغنا کا مظاہرہ کرے۔کوئی ایسا طرزِ عمل نہ اپنائے جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں سے قرآن پڑھانے والوں کی عظمت واہمیت ختم ہوجائے،مثلاً ایسا نہ ہو کہ اسے صرف اپنی فیس لینے سے مطلب ہو اور بچے جب چاہیں چھٹی کرلیں، اور جتنا چاہیں اسے بٹھا کر انتظار کرواتے رہیں،اور خود کھیل کود میں مصروف ہوں،لیکن قاری صاحب کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہو۔اسی طرح مقررہ مشاہرے کے علاوہ گھر والوں سے صراحتاً یا اشارۃً سوال نہ کرے۔

مراہقہ کو نہ پڑھائیں

(۲)کسی بالغہ یا قریب البلوغ لڑکی کو نہ پڑھائے، پڑھانے میں بے پردگی

ہے، جوکہ شریعت کے خلاف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، دوران تعلیم خلوت اور تنہائی ہوگی، اور عورت کیلیے نامحرم کیساتھ خلوت اور تنہائی جائز نہیں ہے، دوران تعلیم کبھی گپ شپ، ہنسی مذاق کی بھی نوبت آسکتی ہے، جوکہ کسی فتنے سے خالی نہیں ہے، لہذا آپ کا اپنے نامحرم کو ٹیوشن پڑھانا جائز نہیں ہے۔

بایز بسطاویؒ فرمایا کرتے تھے کہ پڑھانے کی جگہ کعبہ اللہ ہو پڑھانے والی کتاب کتاب اللہ ہو، پڑھنے والی رابعہ بصری ہو، اور پڑھانے والا بایزید تب بھی درست نہیں ہے۔

نگاہوں کی حفاظت رکھیں

(۳) لوگوں کے گھر آتے جاتے پردہ کا بہت زیادہ خیال رکھیں اور نگاہوں کی خوب حفاظت کریں کہ کسی اجنبی عورت پر نگاہ نہ پڑ جائے، اور گھر والوں کو بھی تلقین کریں کہ وہ آنے جانے کے اوقات میں پردہ کا خیال رکھا کریں۔

کمانے کی نیت نہ ہو

نیت کمانے کی نہ ہو، جہاں زیادہ تنخواہ ملے خواہ خلاف شرع امور کا ارتکاب ہونا پڑے راضی ہوجانا خدمت دین نہیں ہے، زیادہ دیر رہنے والی چیز حالانکہ مکتب ہے ٹیوشن نہیں ہے، خاص بات والدین کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائے بغیر پورے احتیاط کے ساتھ پڑھائے، اجر کے شوق کے بغیر کسی کام میں روحانیت نہیں آتی۔

ٹیوشن کا مکمل وقت دیں

مکمل وقت دینے کا اہتمام ہو، شروع میں ایک گھنٹے کی بات ہوئی آہستہ آہستہ پندرہ منٹ پر آگئے، بچوں کو سالوں سے قاعدہ ہی پڑھا رہے ہیں، وقت میں خیانت نہ

کریں، ہر ٹیوشن پڑھانے والے اچھا نہیں ہوتا، اور ہر ٹیوشن پڑھانے والا غلط بھی نہیں ہوتا ہے، جو اس نیت سے ٹیوشن پڑھائے کہ مجھے مکتب کے مقابلے میں یہاں زیادہ تنخواہ مل جائے گی، بچوں کی تعلیم کا معیار بہتر ہو نہ ہو اس سے زیادہ دلچسپی نہیں ہے، یہ شخص غلط نیت کی وجہ سے ٹیوشن کے دو بچوں کو بھی دیندار نہیں بنا پائے گا جتنا نہ کہ مکتب کا مدرس بیس بچوں کو دیندار بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے، اور جو اس نیت سے پڑھائے کہ مشاہرہ تو کسی بھی کام میں جائے گا میں ٹیوشن کے ذریعہ ان لوگوں کی اولاد کو دیندار بنانا چاہتا ہوں جو اپنے بچوں کو مکتب نہیں بھیجنا چاہتے، مصروفیت یا مکتب کی دوری کا عذر کرتے ہیں، اپنی تنخواہ سے زیادہ بچوں کی تعلیم وتربیت میں زیادہ دلچسپی لیتا ہو، یہ مدرس کامیاب ہے۔

فیملی مفتی بن جائیں

فیملی مولوی اور مفتی بن جانے کی فکر ہو، شرعی حدود کی تعلیم ہوتی رہے، ٹیوشن کے شوقین فرقوں کے حوالے نہ ہو جائیں۔

۱۔ بچے کا تعلیمی جائزہ والدین کے سامنے پیش کیا جائے۔
۲۔ ٹیوشن والے گھر کی بار بار دعوت، گھر کا پانی استعمال نہ کریں۔
۳۔ مکتب والا ٹیوشن والے کی تحقیر نہ کرے۔
۴۔ اپنے کردار واخلاقی تاثر سے دین کی عظمت پیدا کی جائے۔
۵۔ صف اول کے علماء نہ جائیں علم کے لیے سفر کیا جاتا ہے، علم سفر نہیں کرتا۔
۶۔ اعتماد بحال رکھا جائے۔
۷۔ ان کے مال پر نظر نہ ہو۔
۸۔ نورانی قاعدہ کے ساتھ دینیات، اور عقائد کی بھی تعلیم دیں۔

تعلیمِ بالغان کا طریقۂ کار

دینی مدارس کے طلبہ کی طرح طلبہ ملنا دنیا میں شاید کہیں بھی ممکن نہیں ہے، یہاں مدرّس سے زیادہ دوست بننا پڑتا ہے، دین دینے کے لئے دِل جیتنا پڑتا ہے، خدمت لینے سے زیادہ خدمت کرنی پڑتی ہے، درس رٹانے سے زیادہ ذہن سازی کی ضرورت رہتی ہے۔

تعلیم کے بنیادی مقاصد

۱۔زندگی کے ہر موڑ پر خداشناسی۔
۲۔دینی ناخواندگی کوخواندگی میں تبدیل کرنا۔
۳۔ملکی وملّی اور مذہبی حقوق کی ادائیگی کا علم اور جذبہ۔
۴۔معاشرتی حقوق سے آگاہی کے ساتھ حقوق کی بروقت ادائیگی کا جذبہ پیدا کرنا۔
۵۔دنیا کے ہر شعبہ کے لیے کارآمد،خداترس،اور امانت دار افراد پیدا کرنا۔

تعلیمِ بالغان کے لیے تقسیم اوقات

۱۔نورانی قاعدہ بورڈ پر پڑھائیں،روزانہ پڑھائیں اور باقی مضامین کو ایام پر تقسیم کرلیں۔
۲۔ایمانیات اور عقائد ۱۵ر منٹ
۳۔احادیث ومسنون دعائیں ۱۵ر منٹ
۴۔عبادات ۱۵ر منٹ
۵۔اخلاق وآداب ۱۵ر منٹ
۶۔معاملات ومعاشرت ۱۵ر منٹ

نوٹ: بالغان وبزرگان طلبہ بالعموم ملازمت،تجارت پیشہ احباب کی سہولت کی خاطر ان کے لیے صبح بعد نمازِ فجر تا ڈیڑھ گھنٹہ یا مغرب تا رات ساڑھے نو بجے کا وقت مناسب رہے گا،جمعہ اور اتوار کو تعطیل رکھی گئی ہے۔

تعلیمِ بالغان کے لیے نصاب

۱۔آخری پارہ عم مع حفظ۔
۲۔ترجمہ قرآن کریم مع مختصر تفسیر۔
۲۔معارف الحدیث (ج ۲:-۳-۴)
۳۔تعلیم الاسلام (مکمل)بہشتی زیور(ج ۲:-۳-۴)
۴۔سیرت خاتم الانبیاء ﷺ (مفتی محمد شفیع ؒ)
۵۔حیات المسلمین (اردو)
۶۔اسوۂ رسول ﷺ اور نمازِ مدلل۔
۷۔اسلام پر بے جا اعتراضات کے جوابات (مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم)اسلام پر اعتراضات کی حقیقت (مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)
۸۔مسنون معاشرت۔
۹۔عقائد اہل سنت والجماعت۔
۱۰۔مختلف موقعوں پر اہم عناوین پر علمی وفکری محاضرات کا اہتمام۔

بالغان کے لئے اسلوبِ تعلیم وتربیت

:۱......استاذ کا انداز مربّیانہ ومشفقانہ ہو، تربیت و ذہن سازی پیش نظر رہے۔
:۲......استاذ کا صبر وتحمل کی صفت سے متصف ہونا بے حد ضروری ہے۔
:۳......تعلیم وتربیت میں مثبت انداز اپنایا جائے، منفی اور تردیدی انداز سے بالکلیہ احتراز کیا جائے، حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے : ’’اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو باطل کو اس کا تذکرہ چھوڑ کر ختم کرتے ہیں اور حق کا تذکرہ کر کے اُسے زندہ کرتے ہیں۔

"إن لله عباداً يميتون الباطل بهجره، ويحيون الحق بذكره." (۱)

:۴...... اندازِ تدریس میں اسوۂ نبوی ملحوظ رہے۔نبی کریم ﷺ زندگی کے تمام شعبوں میں معلم، اسوہ اور قدوہ کی حیثیت رکھتے ہیں،تعلیم وتربیت میں مخاطبین کی ذہنی استعداد وصلاحیت کو دیکھتے ہوئے مختلف اسالیب اختیار کئے جائیں، تفصیل کے لئے عالم عرب کے مشہور محدث اور محقق عالم شیخ عبد الفتاح ابو غدہ ؒ (متوفی ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹۹۷ء) کی کتاب اس موضوع پر نہایت مفید کتاب "الرسول المعلمؐ وأساليبه في التعليم" کا مطالعہ مفید رہے گا۔

۵۔نمونہ بن کر اپنے عمل کے ذریعے تعلیم دینا، نیز اخلاقِ حسنہ کے ساتھ پیش آنا۔

۷۔شرعی احکام کی تعلیم میں تدریج کا لحاظ،یعنی ابتدا میں فرائض وواجبات کی اہمیت ذہن نشین کرائی جائے اور پھر "الأهم فالأهم" کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے نبوی طرزِ حیات اور اسلامی آداب کی تعلیم دی جائے۔نیز ابتدا میں وضع قطع کے متعلق امور نہ چھیڑے جائیں، بلکہ جب طلبہ میں دینی وشرعی مزاج سرایت کر جائے پھر مثبت انداز میں شرعی وضع قطع اختیار کرنے کی ترغیب دی جائے۔

۸۔تعلیم میں اعتدال کی صورت اختیار کرنا،تا کہ اکتاہٹ نہ ہو۔

۹-طلبہ کے فہم کے مطابق گفتگو ہو اور سائل کے احوال کو سامنے رکھ کر جواب دیا جائے۔

۱۰۔تنبیہ اور تشویق کے لیے سوال وجواب کی صورت اختیار کر کے تعلیم دینا اور صحیح جواب دینے والے کی حوصلہ افزائی کرنا۔

۱۱ ۔عقلی دلائل کی روشنی میں سمجھانا، جیسے نبی کریم ﷺ نے بدکاری کی اجازت کی خاطر آنے والے نوجوان کو بڑے عمدہ اور سہل انداز میں سمجھایا تھا۔

---

(۱) حیاۃ الصحابہؓ: ۳/ ۲۶۳، دار الکتب العلمیۃ

۱۲۔تشبیہ وتمثیل اور ضرب الامثال کے ذریعے تعلیم دی جائے۔
۱۳ -مٹی یا زمین پر خطوط کھینچ کر سمجھانا،دورِ حاضر میں بلیک بورڈ اور PPT کا استعمال اسی اسلوب کی ایک صورت ہے۔
۱۴ -سائل کے سوال کا جواب دینے اور اس کے اشکالات کو دور کرنے اہتمام کیا جائے۔
۱۵۔طالب علم سوال کرے تو اس کی استعداد کو سامنے رکھتے ہوئے نرمی سے جواب دیا جائے،ڈانٹ ڈپٹ سے بالکل گریز کیا جائے۔
۱۶ ۔اگر سوال مناسب نہ ہو تو اچھے انداز سے اس بات کا رُخ پھیر کر مناسب بات کی طرف توجہ دلائی جائے۔
۱۷۔اگر کوئی اچھی بات بتا دیں،یا سوال کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اُنہیں پہلے سے معلوم ہے تو دل جوئی اور خوب تعریف کریں،تا کہ ایسے بچے مزید آگے بڑھیں اور دوسروں کی لیے بھی ترغیب ہو۔
۱۸۔وضو ونماز کی عملی مشق تمام سنن ومستحبات کی رعایت رکھتے ہوئے ضرور کرائی جائے۔
۱۹ ۔بنیادی احکام اور مسنون دعائیں خصوصاً آج کل کے حالات کے پیشِ نظر حفاظتی دعائیں زبانی یاد کروائی جائیں۔
۲۰ ۔ایک دن کسی بات کی ترغیب دینے کے بعد اگلے دن اس کے بارے میں پوچھا جائے اور عمل کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔
۲۱۔کتاب پڑھانے کے ساتھ ساتھ موقع ومناسبت سے ذہن سازی وتربیتی امور کی طرف بھی توجہ کی جائے،ہفتے میں ایک سبق اسی کے لیے مخصوص ہو۔
۲۲۔موقع بموقع بزرگوں کے واقعات سنا کر شوق پیدا کیا جائے،اور موجودہ اکابر

کی مجالس سے استفادے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

۲۳۔صلاحی بیانات وتربیت کی ضرورت تو درسِ نظامی کے طلبہ کو بھی ہے، اس لیے بزرگ اساتذہ سے ماہ وار ایک بیان کرالیا جائے تو یہ طبقہ اس کا اثر بہت جلدی لیتا ہے۔

۲۴۔تالیفِ قلب و دل جوئی کے لیے ان کے لیے گاہے گاہے (حسبِ حیثیت و ماحول) اکرام کی ترتیب بنائی جائے، اس طبقہ کے لوگ اگر کچھ ایام شفقت و دلجوئی کے ماحول میں گزار لیں تو پھر ہمیشہ کے لئے حوالے ہو جاتے ہیں۔(۱)

۲۵۔بزرگوں کو زبان جلدی نہیں پلٹتی، حروف کی ادائیگی میں دشواری ہوتی ہے، بار بار درست کرنے پر بھی اکتاہٹ نہیں آنی چاہئے، اور نہ بچوں کی طرح تنبیہ کی جائے۔

۲۶۔سبق یاد نہ کرنے پر تحمل سے یاد کروا دیں، چونکہ مصروفیات میں سے وقت نکال کر جو آجاتا ہے وہ ٹیکنالوجی کے تمام اندھیروں سے نکل کر علم کی روشنی میں آنا چاہتا ہے۔

۲۷۔تخاطب کے وقت شاگردی کے تصور کے بجائے عمر کا لحاظ رکھتے ہوئے احترام سے خطاب کریں۔

۲۸۔بے موقع بھی مسئلہ پوچھ لے تو بتا دیں، دارالافتاء نہ ہونے اور بے موقع ہونے کا بہانہ دے کر جواب کو نہ ٹالیں، بلکہ سوالات کے لئے مستقل وقت دیں، یہ بہتر ہے کہ آپ ان کے اشکالات کو دور کریں بمقابل کسی فاسد العقیدہ والعمل شخص کے ہتّے نہ چڑھ جائے۔

۲۹۔مباحثہ ومناظرہ کا انداز نہیں ہوگا، مفسرِ قرآن مولانا ابوالکلام آزادؒ مرکزی وزیرِ تعلیم نے فرمایا تھا کہ ’’میں نے ۱۹۱۸ء سے تین باتوں کا عہد کیا ہے کہ ان میں

(۱) ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، تاریخ اشاعت ،دسمبر ۱۹۹۳ء

سے ایک یہ ہے کہ کسی شخص کو جو مناظرانہ طریقے پر میرے خلاف کچھ کہے گا نہ تو کچھ جواب دوں گا نہ اس کی شکایت سے اپنے نفس کو آلودہ ہونے دوں گا۔(۱)

۳۰۔ بالغ حضرات سے پابندی کی امید نہیں کی جاسکتی: کم عمری کی تعلیم کے مقابلے بالغوں پر روزگار کے کمانے کا بوجھ زیادہ رہتا ہے، اگر تعلیم شروع ہو بھی جائے تو اس کے تکمیل ہونے کے امکان کم ہوتا ہے، اگر تکمیل ہو بھی جائے تو اس میں ضرورت سے زیادہ وقت لگ سکتا ہے، ہم لوگ وقت پر تعلیم حاصل نہیں کرتے جب تعلیم حاصل کرنے کا وقت گزر جاتا ہے تو پچھتاوے کی حالت میں ہاتھ ملتے رہتے ہیں اور پھر تعلیم بالغاں کا سلسلہ شروع کرنا پڑتا ہے، جو مرتے دم تک ختم نہیں ہوتا جہالت لاعلمی اور مادہ پرستی کی وجہ سے ہم اپنے ماضی سے بھی کٹ چکے ہیں، ہمیں اپنے اسلاف کے کارہائے نمایاں سے واقفیت بھی نہیں، اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ محمد بن قاسم نے سترہ سال کی عمر میں کیا کیا تھا تو ہمارے شعور میں جو بات ہوتی ہے اس کے مطابق عرض کرتے ہیں کہ محمد بن قاسم نے سترہ سال کی عمر میں شادی فرمائی تھی، تعلیم سے زیادہ فلمی گانوں کو وقعت دی جاتی ہے۔

---

(۱) ذکر آزاد: ۲۵۶

تعلیمِ بالغان وتربیتِ بزرگان کی مختلف شکلیں

موجودہ دور میں مسلمان مرد جوان وبزرگان کی تعلیم وتربیت اور دینی مسائل حل کرنے اور ان تک دین کا پیغام پہنچانے کے لئے علاقے اور احوال کے فرق سے مندرجہ ذیل تدبیریں اختیار کر سکتے ہیں:

ہفتہ واری درسِ قرآن ودرسِ حدیث

ا۔مساجد ومراکز میں بالغان وبزرگان کے لئے ہفتہ وار درس قرآن اور درس حدیث کا انتظام کیا جائے،شرعی مسائل کا درس بھی رکھا جائے،جس میں ضروری مسائل بیان کئے جائیں۔

لڑکوں کے لئے سنڈے کلاس

اسکول اور کالج پڑھنے والے لڑکوں کے لئے خصوصی ہفتہ واری کلاس تین گھنٹوں کی کلاس رکھی جائے،جس میں اہم نصاب کو ترتیب دیا جائے،عصری طلبہ کو ارتداد والحاد سے بچانے کا یہ ایک بہتر راستہ ہے۔

ماہانہ موسمی پروگرام

ہرماہ کے شروع میں اس مہینہ کے احکام وفضائل کے متعلق نکاتی پروگرام رکھا جائے،رمضان المبارک،عیدین،شب قدر کی مناسبت سے خواتین کے لئے دن کے وقت پروگرام رکھے جائیں اور ان مذہبی تقریبات کی روح ان پر پیش کی جائے۔

بالغان و بزرگان کے لئے سیرتی پروگرام

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی سیرت و سوانح سے عملی و عشقی پہلو اور علمی نکات کو درساً یا کوئز کی شکل میں رکھے جائیں، سیرت کے خصوصی جلسے ان کے متعلقہ پیشہ کے لئے نبوی تعلیمات کی روشنی میں رکھنے کی بہت ضرورت ہے ۔مثلاً تجارت اور سیرت، تعلیم اور سیرت، معیشت اور سیرت، ملازمت اور سیرت ۔وغیرہ۔

لڑکوں کے لئے گرمائی کلاس

گرما کی تعطیلات میں بالغان و بزرگان کے لئے خصوصی گرمائی کلاس اور مذاکرات رکھے جائیں اور ان کلاسز کو ناظرۂ قرآن اور دعاؤں کے یاد کرنے تک محدود نہ کیا جائے؛ بلکہ عقائد، عبادات، معاشرت اور اخلاق چاروں شعبوں کی تعلیم دی جائے ۔(۱)

معاملات کا پروگرام

مختلف موقعوں پر الگ الگ شعبے کے لوگوں کو جوڑ کر ان کے شعبہ کا دین سمجھانے کی کوشش ،مثلاء ڈاکٹروں کو اسلامی ہدایات ،تاجروں کو اسلامی ہدایات، وکلاء کو اسلامی ہدایات، قصابوں کو اسلامی ہدایات، مزدوروں کو اسلامی ہدایات ۔وغیرہ۔

(۱) از قلم: فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

بالغان و بزرگان کی تعلیم کے مضامین

ا۔توحید،رسالت وآخرت:اس سلسلہ میں عبداللہ صدیقی صاحب کے وہ رسائل جوآپ نےمولانا مصطفی مفتاحی کی نگرانی میں مرتب کئے ہیں،یہ ۵۵/ رسائل مکتبہ رحیمیہ دیوبندے سےطبع ہیں،،بہت مفیداورمؤثر ہیں۔

۲۔اسلام پراعتراضات کے مدلل جوابات:اس موضوع پرحضرت نانوتوی ؒ کی ”منکرین اسلام کے دنداں شکن جوابات“حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی”اشرف الجواب“ مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی”اسلام پر اعتراضات کے جوابات“مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی”اسلام پر بےجااعتراضات کے جوابات “،اس طرح دیگروہ کتابیں جواس موضوع میں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

۳۔الغزوالفکری ۔مولانا اسماعیل ریحان صاحب دامت برکاتہم کی لکھی ہوئی دوکتابیں اس نام کی بہت مفیدرہیں گی۔

۴۔والدین کےحقوق :والدین کی اطاعت واقعات کی روشنی میں،مولانا عبدالمک مجاہدصاحب کی کتاب،اوراطاعتِ والدین کےحدودپرمفتی ابوبکرجابرقاسمی صاحب اورمفتی احمداللہ نثارقاسمی صاحب کی مرتب کردہ کتاب۔

۵۔تعلیم بزرگان میں”حقوق الاولاد“مرتّب کی مرتّب کردہ کتاب۔

۶۔نوجواب تباہی کے دہانے پر،بےداغ جوانی ،اسلام کا نظامِ عصمت وعفت ۔حیاءوپاکدامنی وغیرہ کتب بہت مفیدرہیں گی۔

۶۔سیرت پرڈاکٹرحمیداللہ حیدرآبادی ؒ کی کتاب ،اورمولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب کی کتاب بہت بہترین ہے۔جس میں برادران وطن کوبھی مخاطب بنا کرسیرت مرتب کی گئی ہے،اسی طرح اسوۂ رسولِ اکرم بھی بہترین کتاب ہے۔

۷۔تاریخ پر پروفسرمحسن عثمانی صاحب کی ’’مشاہیرعلماءاورسائنسدان‘‘وغیرہ کتابیں مفید رہیں گی۔

۸۔تجوید،ناظرہ،دینی مسائل۔

۹۔سنڈے کلاس کے لئےمختلف مواقع کی مناسبت سے جوانوں سے متعلق ضروری عناوین پرلیکچرکی شکل میں محاضرہ پیش کیاجائے ،جس کےعناوین یہ رہیں تو بہترہے:

۱۔ڈرائیونگ کےاسلامی آداب۔

۲۔دوستی کےاصول وآداب۔

۳۔فون کاجائز وغلط استعمال ،واقعات اورخطرناک نتائج پرمولاناعبدالحی صاحب کی ’’فون موبیا‘‘ کےنام سے بہترین کتاب ہے۔

۴۔گمراہ فرقوں کاتعارف : مجلس تحفظ ختم نبوت کےمرتب کردہ رسائل اور محاضرات دارالعلوم دیوبند سےاستفادہ بہت مفید رہیں گے۔

۵۔بیرون ممالک میں روزی کی تلاش ،فوائد ونقصانات ،مفکراسلامؒ کی یورپ سے کچھ صاف صاف باتیں،اس طرح کی دیگرکتب۔

۶۔تجارت کی اہمیت :اس عنوان پرمسنون اصولِ تجارت (مفتی ابوبکرجابرقاسمی ،مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی)اورتجارت کی اہمت (مفتی احمداللہ نثارقاسمی)کی کتاب فائدہ مندرہے گی۔

۷۔صحبتِ اہل اللہ کی اہمت وضرورت :اس عنوان پرحکیم اخترصاحبؒ کی کتاب اورحصرت تھانویؒ کےرسائل ،جیسےقصدالسبیل ،مولاناعبدالقوی صاحب دامت برکاتہم کےمختصروجامع رسائل۔

۹۔نشہ،گانجہ وغیرہ کےنقصانات۔

۱۰۔سودی نظام کی تباہ کاریاں۔
۱۱۔حرام کمائی کی نحوست۔
۱۲۔لومیریج کے نقصانات۔
۱۲۔دیر سے شادی کے نقصانات۔
۱۳۔فضول خرچی کے نقصانات۔
۱۴۔اہلِ علم کی صحبت کی اہمیت۔
۱۵۔صلہ رحمی کی اہمیت وطریقۂ کار۔
۱۶۔دین اسلام کا جامع تصوّر۔
۱۷۔قرض،بے احتیاطی اور نقصانات۔
۱۸۔برادرانِ وطن سے تعلقات کے حدود۔
۱۹۔عصری شعبوں میں مسلمانوں کیسے ترقی کریں۔
۲۰۔امر بالمعروف نہی عن المنکر کی مثبت شکلیں۔
۲۱۔رفاہی کام کے طریقے اور مقاصد۔
۲۲۔علمائے دیوبند کے کارنامے۔
۲۳۔تقلید کی اہمیت وضرورت۔
۲۴۔صحابہ کرام کا مقام۔
۲۵۔فقہائے کرام کے کارنامے۔
۲۶۔مسلم حکمرانوں کے کارنامے۔

یورپ میں بچوں کی دینی تعلیم کی نوعیت کیسی ہو؟

۱۔ یورپی معاشرت کی بنیاد مادہ پرستی اور دہریت پر ہے،اس لیے ضروری ہے کہ بچوں کو ابتدا ہی سے اللہ تعالیٰ کے وجود،اس کی قدرت،توحید باری تعالیٰ،کائنات

کے نظام کے بارے میں قرآنی عقائد : رسالت، ختم نبوت، قیامت اور قرآن وسنت کی اہمیت کے سلسلہ میں ضروری باتیں ذہن نشین کرائی جائیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلی ذمہ داری ماں باپ کی ہے اور پھر دینی مکاتب کے اساتذہ کی کہ وہ بچوں کی ذہنی نشوونما کے ساتھ ساتھ ان کی اعتقادی تعلیم کے تسلسل کو برقرار رکھنے کی شعوری اور مربوط کوشش کریں۔

۲۔ اعتقادات و ایمانیات کے بعد عبادات یعنی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے ضروری مسائل کی تعلیم ضروری ہے، لیکن ان مسائل کی تعلیم کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ان عبادات کی اہمیت وافادیت کو ذہین نشین کرانا اور ان بچوں کی ذہنی سطح اور نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں ان عبادات کا شعوری طور پر قائل کرنا ضروری ہے تا کہ وہ بوجھ سمجھ کر نہیں بلکہ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے عبادت کی طرف مائل ہوں۔

۳۔ اخلاقیات ومعاملات میں بچوں کو اسلامی احکام کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ یورپی معاشرت کی مادہ پرستانہ اخلاقیات کے نقصانات سے آگاہ کرنا اور ان کے ذہنوں میں اسلامی اخلاق اور یورپی اخلاق کے فرق کو واضح کر کے اسلامی اخلاق کی افادیت اور برتری کو شعوری طور پر ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔

۴۔ روزمرہ کے معمولات اور استعمال میں آنے والی اشیا کے حوالہ سے حلال و حرام کا فرق ذہن نشین کرانا ضروری ہے۔

۵۔ حجاب وحیا کے شرعی مسائل سے واقفیت کرانے کے ساتھ مرد وعورت کے اختلاط کے نقصانات اور اس سے پیدا ہونے والی معاشرتی خرابیوں سے بھی بچوں کو آگاہ کیا جائے۔

۶۔ اس معاشرہ میں رہنے والے نوجوانوں کو عیسائیت، یہودیت، ہندوازم اور سکھ مذہب کے بنیادی عقائد اور مسلمانوں کے ساتھ اعتقادی اور معاشرتی فرق و

اختلاف سے بھی آگاہ ہونا چاہیے۔

۷۔اسلام کے حوالہ سے ابھرنے والے اعتقادی فتنوں مثلاً تجدد پسندی، قادیانیت اور انکار حدیث کے دینی نقصانات سے بچوں کا واقف ہونا ضروری ہے۔(۱)

(۱)ماہنامہ الشریعہ،گوجرانوالہ،تاریخ اشاعت ،دسمبر ۱۹۹۳ء

مکاتب نسوان کا قیام وطریقۂ کار

غیر مکلف بچوں کو تعلیم دینے کی جتنی اہمیت وکوشش کی جارہی ہے، اس سے زیادہ بالغ مردوں کے لئے اور بالغ خواتین کے لئے تعلیم کا نظام ضروری ہے، کیونکہ انہیں مکلف ہوئے سالوں گذر گئے، شریعت چھوڑ کر جی رہی ہیں، تعلیم یافتہ عالمات وفاضلات بھی اپنے علم کی تبلیغ نہ کرنے کی وجہ سے پوری جہالت کی زندگی میں جی رہی ہیں قیامِ مکاتب میں بنیادی کا دونوں کی ذہن سازی خواتین کو سیکھنے اور معلمات کو سکھانے کی ترغیب دینا۔

(۱) علم سیکھنے اور سکھانے میں شرم روکاٹ نہ بنے

انصار کی عورتیں ان مخصوص مسائل کے دریافت کرنے میں کسی قسم کی شرم سے کام نہ لیتی تھیں، جن کا تعلق صرف عورتوں سے ہے، سیدہ ام المؤمنین ام عبداللہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "انصار عورتیں اچھی عورتیں ہیں کہ شرم انہیں دین میں سمجھ پیدا کرنے سے نہیں روکتی

"وقالت عائشة نعم النساء نساء الانصار لم يمنعهن الحياء ان يتفقهن في الدين"۔(۱)

"کیونکہ علم سیکھنا دنیا کا عظیم کام ہے، ویسے لڑکیاں اور عورتیں دنیاوی تعلیم حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکل سکتے ہوئے کوئی حیاء محسوس نہیں کرتیں مگر دینی تعلیم حاصل کرنے میں شرم وحیاء کو عار بنالیتی ہیں، جائداد کے مسائل میں جسمانی امراض میں وکیل اور ڈاکٹر سے رجوع ہوتے وقت شرم نہیں ہوتی، مگر حساس نوعیت کا دینی مسئلہ بھی کسی معتبر ومتقی عالم دین سے رجوع کرنے میں عار لگتی ہے، ایسا رویہ علم سیکھنے یا جاننے کے معاملے میں قطعاً شرعی نہیں ہے۔ حیاء وہ ہے جسے شریعت حیاء کہے، صحابیات سے زیادہ موجودہ دور کی خواتین میں حیاء نہیں ہوسکتی" سیدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام سلیم (نامی ایک عورت) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا (اس لیے پوچھتی ہوں کہ) کیا احتلام سے عورت پر بھی غسل ضروری ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں جب عورت پانی دیکھ لے تو (یہ سن کر) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا (شرم کی وجہ سے) اپنا چہرہ چھپا لیا اور کہا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب العلم، حدیث: ۱۳۰

عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں''، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں پھر کیوں اس کا بچہ اس کی صورت کی مشابہ ہوتا ہے (یعنی یہی اس کے احتلام کا ثبوت ہے)۔

''عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ:أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ:يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ اللهَ لاَ يَسْتَحِي مِنَ الحَقِّ، هَلْ عَلَى المَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا احْتَلَمَتْ؟ قَالَ : نَعَمْ، إِذَا رَأَتِ المَاءَ فَضَحِكَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ:أَتَحْتَلِمُ المَرْأَةُ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :فَبِمَ شَبَهُ الوَلَدِ''(۱)

اگر مذکورہ سوال بے حیائی کی علامت ہے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کبھی یہ سوال نہ کرتیں، حیاء انسان کو برے کاموں سے روکتی ہے نہ کہ نیک کاموں سے،علم کا حصول برائی نہیں بلکہ نیکی ہے،حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے تو مذکورہ حدیث میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت خاص بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ حق بات کے بیان میں نہیں شرماتا پھر وہ مسئلہ دریافت کیا جو بظاہر شرم سے تعلق رکھتا ہے۔اگر صحابیات خواتین کے مخصوص مسائل دریافت کرنے میں شرم کرتے تو آج خواتین کا دین امت کو نہ ملتا، جہالت کی زندگی سے علم کے ساتھ ایک دن کا جینا بہتر ہے،موجودہ زمانہ میں اس قسم کے حساس اور شرم وحیاء سے تعلق رکھنے والے معاملات کے متعلق سوالات کے لیے عورت خاص پردہ کا اہتمام کر کے بالواسطہ اپنا مسئلہ کسی عالم دین سے شدریافت کرے۔

(۲) تعلیم علم کی زکاۃ ہے

عورتیں دین کا علم تو حاصل کر لیتی ہیں لیکن دین کا علم منتقل کرنے میں حیاء کرنے لگتی ہیں جبکہ حق کو دوسروں تک پہنچانے میں حیاء نہیں کرنی چاہئے،علم نہ سکھانے کی

---

(۱) صحیح بخاری،کتاب الأدب،باب التبسم والضحک،حدیث:۶۰۹۱

وجہ سے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا نقصان صرف سارے سماج کو اٹھانا پڑتا ہے، بہت سے مسائل جن کا سیکھنا سکھانا عورتوں کے ذریعہ سے ہی زیادہ مفید ومؤثر اور فتنہ سے خالی ہوتا ہے، اپنے علم کی حفاظت کے ساتھ دوسروں کے عمل کا بھی ذریعہ ہے، آپ اپنے پڑھنے کے مقصد کو پہچانیں، عالمات وفاضلات بننے کا مقصد کیا ہے؟ ذاتی مکان، اچھے کپڑے، بھاری زیورات، دنیا کے حقیر مقاصد کی خاطر آپ نے قرآن وحدیث اپنے سینہ میں نہیں بسایا، حقیر مقاصد والی مائیں تاریخی شخصیات کی ماں کہلانے کا شرف حاصل نہیں کرسکتی ہیں، بلند مقاصد کے لئے جینے والی مائیں بلند عزائم والی نسل جنم دیتی ہیں۔ عالمات وفاضلات کے ذریعہ ملک وعالم کی تبدیلی ہو، پڑھانے کا شوق ہونا چاہئے۔

درحقیقت تعلیم دینا اپنی روحانی اولاد پیدا کرنا ہے، نسبی اولاد پیدا ہونا اپنے بس میں نہیں، روحانی اولاد پیدا کرنا اپنے بس میں ہے، انسان اپنی نسبی اولاد پیدا ہونے پر جیسے دلچسپی وخوشی کا اظہار کرتا ہے اسی طرح روحانی اولاد پر دلچسپی وخوشی کا اظہار ہو، ابوالوفاء افغانیؒ اپنی ایک ایک تصنیف کو ایسی خوشی سے دیکھتے جیسے انسان اپنی اولاد کو دیکھتا ہے، ہر تصنیف پر ایسے خوش ہوتے جیسے اولاد کی پیدائش پر خوش ہوتے، حضرت تھانوی، علی میاں ندویؒ، حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ شیخ یونس جونپوریؒ وغیرہ کی روحانی اولاد جسمانی اولاد سے زیادہ کام کرگئی ہیں۔ گھر میں مکتب چلانے والی بانجھ نہیں مرے گی، اللہ نسبی اولاد کا علم سلوٹوں میں حل کردیں گے اور اپنی روحانی اولاد کے ذریعہ قلبی راحت پہنچائیں گے۔

(۳) وقت کیسے نکالیں؟

تعلیم خدمتِ دین ہے، اور خدمتِ دین پر اللہ وقت میں برکت ڈال دیتے ہیں، نظام العمل بنایا جائے، ماضی میں جتنی مفسرات، محدثات، فقیہات گذری ہیں ان

کے بھی گھریلوں ذمہ داریاں تھیں،اسی کے ساتھ سوؤں طلبہ وطالبات کو درس دیا کرتی تھیں،عصری علوم یافتہ خواتین آفس جاتی ہیں،جاب کرتی ہیں ،انہیں جیسے وقت دنیا کمانے کمپنی چلانے ،لئے مل جاتا ہے قرآن کی تعلیم دینے کے لئے بھی وقت مل جائے گا۔کپڑے دھونے ،برتن دھونے ،کھانا وغیرہ بنانے ضروری صاف صفائی کے کاموں کے لئے خادمہ رکھ لی جائے اورخود خدمتِ دین میں مصروف رہیں۔گھر میں ساس، دیورانی،نندوغیرہ کے ذریعہ کام کی ترتیب بنائی جائے،اہلِ خاندان کو اعتماد میں لے کر ان کی ذہن سازی ہو،کہ فلاں کو تعلیم کی خدمت میں مصروف کرنے پر ہمیں بھی برابر اجر ملے گا۔

غور کریں تو کتنا وقت ضائع ہوجاتا ہے،غیبت وفضولیات،سیریل وگپ شپ میں لگنے والے وقت سے زیادہ وقت نہیں لگے گا،دوڈھائی گھنٹے فونوں میں برباد ہورہے تھے،اب قرآن کی خدمت ملی ہے۔شیخ الحدیث زکریاؒ کے اہلِ خانہ گھریلو کام کے ساتھ حافظہ بنے،شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید صاحب پالنپوریؒ کی گھروالی اور بہو،بھی گھر کے کام کے ساتھ حافظہ بنی ہیں۔

(۴) صاحب صفات معلمہ بننے کی فکر ہو

کوئی صاحب الکل فی الکل نہیں ہے،بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہے،تعلیم میں الفاظ کے ساتھ معلمہ کے احساسات وجذبات بھی منتقل ہوتے ہیں،پڑھانے والی بہترین نمونہ بننے کے قابل ہو،شریعت کے کسی حکم کی غلط ترجمانی کرنے کا ذریعہ نہ بنے،معلمہ کی معاشرت،تدیّن،حسن معاملات،شوہر کی خدمت،اولاد کی تربیت،حقوق کی ادائیگی آنے والی خواتین میں خوبیاں منتقل کرنے کے ذریعہ بنے،نیک بندیاں حقوق کی کوتاہی کے ساتھ نیک نہیں بنی ہیں،صفات کے بغیر علم منتقل نہیں ہوتا،بلکہ علم کی شکل میں جہل منتقل ہوتا ہے۔

(۵) بنات کے ادارے اپنی فارغات کو ضائع ہونے نہ دیں!

جس ادارے سے لڑکیاں فارغ ہوئی ہیں، وہاں کے ذمہ دار اپنی فارغات کو ضائع ہونے نہ دیں، شروع سے ذہن سازی، رشتہ کے انتخاب میں معاونت، عالمہ کا نکاح عالم سے کرنے کی جانبین سے ترغیب، غلط فہمیوں کا ازالہ کہ عالمہ زیادہ تر خلع وطلاق لے لیتی ہیں، زمینی حقائق کو سامنے رکھ کر ذہن سازی، ادارے کی طرف سے مکتب لگا کر دینا، امتحان، تنخواہ، انعامات، جلسہ وغیرہ کے ذریعہ ہمت افزائی کرنا۔

(٦) مکتب اپنے استاذ اور شہر کے محقق اور متقی عالم کی نگرانی میں ہو

مکتب شروع کرنے سے قبل شہر کے اکابر کی سرپرستی، اکابر کی طرف سے ہمت افزائی ورہبری دونوں ضروری ہے، محلّہ کے امام صاحب کو اعتماد میں لیا جائے، ان کے ذریعہ مسجد میں جمعہ میں بیان اور انفرادی ترغیب کا کام لیا جائے۔ اہلِ علم کی سرپرستی کو ضروری سمجھیں، دوسروں کو سیدھے راستہ پر لانے کی فکر میں خود غلط راستہ پر نہ پڑھ جائیں۔

دعوت وتبلیغ کے ساتھی کے ذریعہ یا نوجوانوں کے ذریعہ محلّہ میں گشت کر کے ہر خاتون کی تعلیم کے لئے تشکیل کی جائے، دعوت وتبلیغ کے میں لگے اہلِ علم مغلوبیت وجمود سے کام لینے کے بجائے وسعتِ ظرفی ودین کے جامع تصور کے ساتھ پیش پیش رہیں۔

(۷) محفوظ راستہ اور محفوظ جگہ تعلیم دی جائے

نامحرم مرد کے آنے جانے کا امکان نہ ہو۔ راستہ محفوظ ہو۔ دو راستے ہوں، باپردہ ومحفوظ راستہ وجگہ کا انتخاب۔ مکان کی تشکیل کی جائے، مکتب کے لئے مکان کے انتخاب

کو نعمتِ الٰہی سمجھے، مکتب کے لئے مکان فارغ کر دینا گویا حضرت ابوایوب کا نبی کریم ﷺ کی مہمان نوازی کے لئے فارغ ہوجانے اور حضرت مصطفی ﷺ کے دین کی اونٹی مکان پر آ گئی ہے، کل وقتی نہ سہی جزوقتی فارغ کرلیں، احسان مندانہ روّیہ ہو، احسان جتلانے والا معاملہ نہ رہے۔ کرایہ کے بجائے رضا کارانہ طور پر اپنے بس کی خدمت پر آمادہ کیا جائے۔

اگر گھر میں انتظام نہ ہو سکے تو جس جگہ مقامی طور پر ان کی تعلیم ممکن وہاں انتظام کیا جائے، بشرطیکہ پردہ کے پورے اہتمام کے ساتھ آمدورفت ہو، ایسی قابل اعتماد طریقہ جو بدنامی سے بالکل محفوظ ہو، اوران کی عصمت و پاکدامنی، عزت وآبرو پر کوئی داغ دھبہ نہ آنے پائے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ’’اسلم طریقہ لڑکیوں کے لیے یہی ہے جو زمانہ دراز سے چلا آتا ہے کہ دو چار لڑکیاں اپنے اپنے تعلقات کے مواقع میں آئیں اور پڑھیں۔

(۸) بالغات وعمر رسیدہ کو تعلیم کا طریقہ

بالغات کی تعلیم نابالغات کی طرح نہیں ہوگی، جس وقت آجائے، جتنی دیر کے لئے آجائے، جس حالت میں آجائے قدر کریں، ذہن سازی سے نظام پر آہستہ آہستہ لائیں، تعلیم پر جمانے کے لئے ان کے احوال اور دکھڑا سن کر مفید مشورہ دینے کا اہتمام کریں، مطلوب بن کر نہیں طالب بن کر پڑھائیں، استاذ بن کر نہیں دوست وسہیلی بن کر پڑھائیں۔

قاری صدیق صاحبؒ فرتے تھے: طلبہ کا اپنے او پر احسان سمجھیں، یہ تمھارے علم کے پھیلانے کا ذریعہ بن گئے، یہ نہ ملتے تو تم اپنا علم کیسے پھیلاتے، اور جب کبھی سبق کی مشکل جگہ سمجھ میں آجائے تو یہ سمجھو کہ کسی مخلص طالبِ علم کی برکت سے اللہ نے مشکل عبارت حل فرمادی ہے۔

غلام صوفی صاحبؒ جب کسی کو بیعت کرتے تو فرماتے ''ایسا محنت کرو کہ غلام محمد کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ بن جاؤ'' آج کی طرح بیعت کرنے والوں کو جنت کی سرٹیفکیٹ نہیں تقسیم کرتے تھے۔

حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ''مجھے سلوک کے لئے آنے والوں کے صدقہ مغفرت کی امید ہے''

(۹) عورت کی تعلیم گھر میں عورت کے ذریعہ ہو تو بہتر ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''ضرورت اس کی ہے کہ عورتوں میں بھی علم دین کے جاننے والیاں ہوں تو ان کے ذریعہ سے عورتوں کی اصلاح بآسانی ہو جائے گی؛ کیونکہ مردوں کے عالم ہونے سے عورتوں کی پوری اصلاح نہیں ہوتی۔(۱)

باصلاحیت دیندار تعلیم یافتہ خواتین کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں سے معاشرے کو مستفید کریں، ہر تعلیم یافتہ خاتون اپنے علم کے مطابق بستی اور محلہ کی لڑکیوں کو فیضیاب کرے، تعلیم کی دلدادہ طالبات بھی عزم وہمت سے کام لیں اور موجود ذرائع ووسائل میں آن لائن ایجوکیشن سسٹم سے بھی فائدہ اٹھائیں۔

لہٰذا عورتوں کی تعلیم کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ خواتین کے متعلقین اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کے گھروں میں رہتے ہوئے تعلیم کا نظم بنائے، مثلاً گھر میں رہنے والی بڑی خواتین ہی انہیں پڑھائیں، اگر معلمہ نہ ہو تو دینی تعلیم گھر کے کسی مرد سے حاصل کی جائے اگر ایسا محرم نہ ہو جو دینی احکام سے واقف ہو تو وہ کسی محرم عالم سے احکام سیکھ کر اور کتابیں پڑھ کر عورتوں کو سکھائے، مرد عالم اپنی محرم عورتوں کو دینی تعلیم دے اور جس لڑکی میں ذہانت وصلاحیت زیادہ دیکھے اسے اعلیٰ تعلیم دے، ورنہ ضروری مسائل سے واقف کرادے۔

(۱۰) معلم مندرجہ ذیل امور کا لحاظ لازماً رکھے

اگر کہیں عالمہ نہ ملے تو مرد تعلیم دینے کی صورت میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھے:

مرد پردہ لٹکا کر یا دور بیٹھ کر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے سے پڑھائیں اور یہ دوسرا طریقہ بہتر اور فتنوں سے محفوظ ہے۔

مردسریلی آواز میں نہ پڑھائے۔

عشقیہ اشعار نہ کہے بلکہ علمی ضرورت کے علاوہ کوئی شعر نہ لکھے۔

طالبہ کا رول نمبر پکار کر حاضری لگائے نہ کہ نام لے کر۔

غیر ضروری اور غیر درسی باتوں سے اجتناب کرے۔

پڑھانے کے بعد وہاں بغیر ضرورت کے نہ ٹھہرے۔

افضل یہ ہے کہ شادی شدہ ہوں اور متقی باعتبار عالم ہو۔(۱)

آن لائن دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کی ہدایات

(۱) خواتین کی تعلیم گاہیں صرف اور صرف خواتین کے لیے مخصوص ہوں مخلوط تعلیم نہ ہو اور مردوں کا ان تعلیم گاہوں میں آنا جانا اور عمل دخل ہرگز نہ ہو، مدرسہ کا جائے وقوع فتنہ فساد اور اس کے امکان سے بھی محفوظ ہو۔

(۲) ان تعلیم گاہوں تک خواتین کی آمد ورفت کا شرعی پردہ کے ساتھ ایسا محفوظ انتظام ہو کہ کسی مرحلہ میں بھی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

(۳) نیک کردار، پاک دامن عورتوں کو تعلیم کے لیے مقرر کیا جائے، اگر ایسی معلمات نہ مل سکیں تو بدرجۂ مجبوری نیک صالح اور قابل اعتماد مردوں کو مقرر کیا جائے

---

(۱) دارالعلوم،شمارہ 7 :، جلد 92 :رجب 1429ھ مطابق جولائی 2008ء

جو پس پردہ خواتین کو تعلیم دیں۔

(۴) مدرسہ کے حالات کی کڑی نگرانی اور مفاسد وفتن کی روک تھام کا اہتمام بہت ہی اعلیٰ درجہ کا ہو۔

(۵) اگر کوئی مدرسہ شرعی مسافت پر ہو تو وہاں جانے کے لیے عورت کے ساتھ اس کا محرم بھی ہو۔

(٦) مدرسہ والوں کے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقائد کے موافق ہوں تاکہ ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے سے عقائد خراب نہ ہوں۔مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ اگر کسی جگہ تعلیم دی جاتی ہو تو وہاں لڑکیوں کو تعلیم دلانا جائز اور مباح ہوگا۔واضح رہے کہ لڑکیوں کو تعلیم دلانے میں والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ کوشش کریں کہ کم سے کم عمر میں ہماری لڑکی زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کرلے؛ کیوں کہ بڑی لڑکیوں کو دور دراز بھیجنے میں مفاسد ہیں اس لیے بالکل شروع ہی سے ان کی تعلیم کی طرف توجہ دی جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔(۱)

(۱۱) محرم کو معاون بنائیں

مکتب کے انتظامی امور میں محرم سے ہی کام لیا جائے،حضرت مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ’’براہِ راست مستقل نامحرم سے رابطہ فتنوں کا دروازہ کھول دیتا ہے‘‘،حضرت مفتی سعید صاحب پالنپوریؒ فرماتے تھے ’’جب میرے گھر کوئی خاتون مسئلہ پوچھنے آتی تو میں اپنی گھر والی کو ساتھ بٹھالیتا تاکہ ذہنی طور پر بھی کسی فتنہ کا اندیشہ نہ رہے‘‘۔

---

(۱) دارالافتاء،دارالعلوم دیوبند،جواب نمبر 51536 :

(۱۲) خواتین کی غیر حاضری پر سختی نہ کی جائے

خواتین کا پابندی سے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا قدرے مشکل ہوتا ہے، کیوں کہ انہیں شادی بیاہ، شوہر اور گھر کی ذمے داری کے ساتھ ساتھ بچوں کی ذمے بھی نبھانا پڑتا، کبھی مرتبہ تعلیم استقرار حمل اور زچگی کی وجہ سے بھی متاثر ہو سکتی ہے، مگر یہ ارادہ کر لے کہ مجھے موت تک تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا ہے تو ان شاء اللہ رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی۔

(۱۳) بچوں کی جیسی تجوید کو معیار نہ بنائیں

بڑی عمر والی بہت حسّاس ہوتی ہیں، جلد شرمند ہو جاتی ہیں، زبان نہیں پلٹتی ،گاڑی تجوید سے گاڑی سڑک سے اتر جائے گی، حروف حلقی کی تجوید میں حلق بھی خراب اور دماغ بھی خراب ہو جائے گا، بچپن اور پچپن کی تجوید میں فرق ہوتا ہے، عزتِ نفس کے ساتھ پچاس فیصد تجوید بھی آجائے کافی ہے۔

(۱۴) ذہن سازی کا کام

مسنون دعائیں، صبح وشام کے اذکار یاد کروا دیں، البتہ کلمات رٹانے سے زیادہ ذہن سازی کا کام ہو، دو چار تختی بھی نہیں پڑھی مگر صلہ رحمی کا جذبہ پیدا ہو گیا، چالیس احادیث یاد نہیں ہوئے مگر اسلامی لباس اور پردہ کی عظمت پیدا ہو گئی۔ شوہر کی خدمت اولاد کی تربیت کے طریقہ معلوم ہو گئے تو مکتب کامیاب ہو گیا۔

(۱۵) کیفیت کو ملحوظ رکھیں کمیت کو نہیں

کوئی کام شروع سے ہی ملکی و عالمی نہیں ہوتا، ہمیں کام اپنے محلّے کے پیمانہ پر کرنا ہے، کم تعداد سے مایوس نہ ہوں، نہ آنے والوں کی وجہ سے آنے والیوں کی ناقدری نہ ہو، آنے والیوں کی قدر اور ان پر محنت دوسروں کو لانے کا ذریعہ بنے

گی،ڈاکٹر کے پاس علاج کے لئے ایک پیشن آتا ہے، پوری بھیڑ نہیں آتی ہے،اچھے علاج پر ایک بیمار دوسرے بیمار کو لاتا ہے،اچھی وکالات پر مقدموں کی بھرمار لگ جاتی ہے، اچھے نائی کے پاس بھی جب مجمع لگ جاتا ہے تو علم کی خوشبو کا کیا کہنا۔

تعلیمِ نسوان و تربیتِ بنات کی مختلف شکلیں

خواتین یا بنات کو مدارس بھیجنے سے پہلے محلہ کے مکتبِ بنات و مکتبِ نسواں کو جو خالص بچیوں، لڑکیوں اور عورتوں کے لئے قائم کیا گیا ہو، موجودہ دور میں مسلمان خواتین کی تعلیم و تربیت اور دینی مسائل حل کرنے اور ان تک دین کا پیغام پہنچانے کے لئے علاقے اور احوال کے فرق سے مختلف تدبیریں اختیار کی جاسکتی ہیں۔

ہفتہ واری درسِ قرآن ودرسِ حدیث

۱۔ان مراکز میں عورتوں کے لئے ہفتہ وار درس قرآن اور درس حدیث کاانتظام کیا جائے، شرعی مسائل کا درس بھی رکھا جائے، جس میں ضروری مسائل بیان کئے جائیں، اب تو ماشاءاللہ لڑکیوں کے مدرسوں میں بھی افتاء کے شعبے قائم ہیں، ان کی فارغات کی بھی خدمات حاصل کی جائیں؛ تاکہ عورتیں بے تکلف اپنے مسائل ان کے سامنے رکھ سکیں، موجودہ حالات میں اتوار کادن اس کے لئے زیادہ مناسب ہوگا۔

خواتین کے لئے سنڈے کلاس

اسکول اور کالج پڑھنے والی بچیوں کے لئے خصوصی ہفتہ واری کلاس تین گھنٹوں کی کلاس رکھی جائے، جس میں اہم نصاب کو ترتیب دیا جائے، عصری طالبات کو ارتداد سے بچانے کا یہ ایک بہتر راستہ ہے۔

ماہانہ موسمی پروگرام

ہرماہ کے شروع میں اس مہینہ کے احکام وفضائل کے متعلق نکاتی پروگرام رکھا جائے، فہم محرم کورس، فہم صفر کورس، الخ، رمضان المبارک، عیدین، شب قدر کی مناسبت سے خواتین کے لئے دن کے وقت پروگرام رکھے جائیں اور ان مذہبی تقریبات کی روح ان پر پیش کی جائے۔

خواتین کے لئے سیرتی پروگرام

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی سیرت وسوانح سے عملی وعشقی پہلواور علمی نکات کو درساً یا کوئز کی شکل میں رکھے جائیں، سیرت کے خصوصی جلسے خواتین کے لئے رکھنے کی بہت ضرورت ہے۔

خواتین کے لئے کاؤنسلنگ سینٹر

خواتین اپنے مسائل مہیلا منڈل لے جانے کے بجائے کاؤنسلنگ سینٹر میں خاندانی تنازعات حل کرنے کے لئے قائم کئے جائیں، جس میں تجربہ کار تعلیم یافتہ خواتین کو بھی شامل کیا جائے، بالخصوص تعلیم یافتہ خواتین اور وکلاء سے خدمت لی جائے۔

لڑکیوں اور خواتین کے لئے گرمائی کلاسس

گرمائی تعطیلات میں خواتین کے لئے خصوصی گرمائی کلاسس اور مذاکرات رکھے جائیں اور ان کلاسز کو ناظرۂ قرآن اور دعاؤں کے یاد کرنے تک محدود نہ کیا جائے؛ بلکہ عقائد، عبادات، معاشرت اور اخلاق چاروں شعبوں کی تعلیم دی جائے۔[۱]

ٹیوشن سینٹر کے ذریعہ تعلیم

ڈگری پڑھنے والی لڑکیوں اور عصری تعلیم یافتہ کو جوڑ کر ان کے ذریعہ بچوں کو اسکول کا ہوم ورک پڑھائیں، حساب پڑھائیں، انگریزی تکلم سکھائیں، اسی کے ساتھ تھوڑی دیر عقائد کی درستگی، دینی ذہن سازی کا کام کردیں۔

ٹیلرنگ سینٹر کے ذریعہ تعلیم

غریب علاقے میں لڑکیوں اور خواتین کو ٹیلرنگ اور پکوان، مہندی ڈالنا سکھانے کے ذریعہ آدھا گھنٹہ دینی تعلیم کا اجتماعی نظام بنادیں، جس میں عقائد کی درستگی، قرآن کے حلقے، نماز کی عملی مشق، بنیادی دینی علم دے کر مکتب کے لئے آمادہ کریں۔

---

(۱) از قلم: فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

شادی کورس کا نظام

بالغ لڑکیوں بالخصوص شادی ہونے والی لڑکیوں کا سروے کرکے دوماہی، سہ ماہی کورس چلائیں، نکاح کے بعد کی زندگی کے تمام احکام بالترتیب بتائیں جس کے لئے یہ کتابیں مناسب ہوتی ہیں:

۱۔مسنون نکاح
۲۔مشترکہ خاندان شریعت اور سماج کی روشنی میں
۳۔گھر بنے جنت
۴۔گھریلو جھگڑوں سے نجات
۵۔گھر جنت کیسے بنے

میڈیکل کیمپ کے ذریعہ

ماہانہ یا پندرہ روزہ میڈیکل کیمپ کے ذریعہ آنے والی بیمار خواتین کو علاج سے قبل ایک گھنٹہ دینی ذہن سازی کا نظام بنایا جائے، انہیں مکتب کی تعلیم کے لئے آمادہ کیا جائے۔

بیوہ خواتین کے وظیفہ کے ذریعہ

ویلفیئر سوسائٹی کے ذریعہ ماہانہ بیوہ خواتین کو وظیفہ تقسیم کرنے سے قبل عقائدہ کی درستگی، ذہن سازی کی سنجیدہ گفتگو سے مکتب کے لئے آمادہ کیا جائے۔

مکتب کے معاونین کی ذمہ داریاں

تعلیم وتربیت کے لیے سامان

یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ ہر کاریگر کے لیے اوزار اور ایک سپاہی کے لیے ہتھیار کی ضرورت ہوتی ہے، بسولہ، آری کے بغیر بڑھی، قینچی اور سوئی دھاگہ کے بغیر درزی، قلم و دوات کے بغیر منشی کیا کرسکتا ہے؟

مگر اکثر مکاتب میں دیکھا گیا ہے کہ لڑکے ہیں مگر ان کے بیٹھنے کے لیے جگہ نہیں، گرمی سردی کا بچاؤ نہیں، نہ چٹائی کا نظم ہے، نہ تپائی کا نظم اکثر جگہ قابل اور لائق معلم نہیں، نہ طرز تعلیم درست ہے اور نہ کوئی تعلیم کا انصاب مقرر ہے اور سرپرستوں کو ان باتوں کی طرف بالکل توجہ نہیں ہے، اگر ذمہ دار حضرات صحیح تعلیم کا شوق رکھتے ہوں تو حسب ذیل اشیا بہم پہنچائیں:

ہر جماعت کے لیے ایک لائق استاذ۔
ہر جماعت کے لیے مستقل کلاس۔
ہر درس گاہ میں بہترین گرین بورڈ۔
نصاب کی کتابیں اور کاپی قلم وغیرہ پڑھنے لکھنے کا ضروری سامان۔
بہترین چٹائی اور مناسب تپائی۔

غرض کہ حتی الوسع جس چیز کی ضرورت ہو یا جو مفید ہو اس کے بہم پہنچانے کا نظم کیا جائے؛ لیکن اساتذہ کرام یہ خیال نہ کر بیٹھیں کہ جب تک تمام سامان جمع نہ ہوں تعلیم ہی شروع نہ کرائیں، پہلے لوگوں کے پاس سامان تعلیم اس قدر نہ تھا، پھر بھی انکے حالات سن کر حیرت ہوتی ہے۔

ہدایات برائے معاونین

معاون ؛ یعنی مددگار خواہ مالی ہو یا تعلیمی معاونین مکاتب کے اساتذہ کے

مددگار ہیں لہٰذا تعلیم میں ترقی اور مکاتب کے نظام کو مضبوط سے مضبوط بنانے کی فکریں اور محبت کے ساتھ اساتذہ کی رہبری فرمائیں، حاکمانہ رویہ اختیار نہ کریں؛ ورنہ اساتذہ آپ سے فائدہ حاصل نہیں کرسکیں گے۔

مکتب کا تعلیمی معیار بہترین ہو اور تعلیمی ترقی ہو اس کی خوب فکر کریں۔

آپ کے ماتحت جتنے بھی مکاتب ہوں ان تمام مکاتب کے مدرسین کو تعلیمی اعتبار سے خوب مدد کریں۔

جس جگہ تعلیم میں زیادہ کمزوری نظر آتی ہو وہاں پر مسلسل ۲-۳ر دن جاکر تعلیمی معیار کو بلند کرنے کی فکر کریں اور ادنیٰ مکتب کو اعلیٰ اور اعلیٰ کو مثالی بنانے کی خوب فکر کریں۔

آپ جس مکتب میں جائیں وہاں کے اساتذہ سے خیر خواہی کے ساتھ تعلیمی ترقی میں معاونت کریں اور ان کا ادب واحترام کریں۔

مشورے سے جو کام طے ہو اس کی مکمل طور پر پابندی کی جائے، اگر ترمیم یا تبدیلی کی ضرورت ہو تو تحریری شکل میں اطلاع دیں اور مشورے کے مطابق جو طے ہو جائے اس پر عمل کریں۔

مدرس کو مانوس کریں، نہ کے مایوس (بغیر انسیت کے وحشت ہوتی ہے جو بعد میں نفرت میں تبدیل ہو جاتی ہے)۔

مدرس کو ہم سے افضل اور مقبول سمجھیں، نہ کہ چھوٹا اور حقیر۔

کلاس کی کمزوریوں کو اپنی کمزوری سمجھیں، نہ کہ صرف مدرس کی۔

ہمارے مکاتب نصاب پر ترتیب کے ساتھ آئیں اس کی فکر اور کوشش کریں۔

ہماری ذات سے کسی مکتب کو فائدہ پہنچ جائے تو دل سے شکر کریں اور اس کی نسبت مدرس کی طرف کریں؛ تاکہ مدرس کا حوصلہ بڑھے۔

ہماری کوششوں کے باوجود فائدہ نہ پہنچا تو توبہ واستغفار کریں اور اپنی کوشش کو ہرگز نہ چھوڑیں
اپنے بڑوں کو اپنا محسن سمجھ کر اطاعت کریں؛ اگرچہ دل نہ چاہے۔
ہمارے تمام مکاتب مثالی بنیں اس کے لیے جو بھی مفید مشورہ آپ کے ذہن میں آئے فوراً مطلع کریں۔
ہمیشہ یہ سوچیں کہ میں مکتب کا مخلص خادم ہوں، اس مبارک سلسلہ کو ترقی دینا میرا کام اور میرا فرض منصبی ہے اور میری اہم ذمہ داری ہے۔
کسی بھی مدرس، معاون، ذمے دار کی برائی نہ کریں اور نہ حقیر سمجھیں، اس میں ہمارا بہت بڑا نقصان ہے۔
بہتری اور صلاح کی راہیں تلاش کریں۔
اس سلسلے میں اساتذہ کی رائیں ضرور معلوم کرلیں۔
والدین کی انفرادی واجتماعی میٹنگ کا پروگرام بنائیں۔
جس بستی میں جائیں تو وہاں کے مقامی لوگوں کی ضرور ملاقات کریں اور اپنی ہم دردی بتلا کر ان کو فکر مند بنائیں۔
ہماری سب سے بڑی ذمے داری یہ ہے کہ مدرس کی ذہن سازی کریں، پھر کام دیں، اس کے بعد کام وصول کریں۔
تعلیمی ترقی کا جو مشورہ اور راستہ نگران سے بتایا جائے مدرس کو اس پر چلانے کی فکر کریں۔
مہینے میں ایک بار اساتذہ کو جمع کریں او تعلیمی مذاکرہ اور ترقی کا مشورہ کریں ۔
اپنے مدرس کو تجربہ کار بنائیں، یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔
جب آدمی ذمہ داری لے تو اسے وہ کماحقہ ادا کرے، اپنے عملے کے ساتھ نوکروں

کی طرح برتاؤ نہیں ہونا چاہیے۔

مثالی مکتب بنانے کے لیے سب سے پہلے آپ تین مکتب نتخاب کرلیں، پھر ان پر چند ماہ خصوصی محنت کریں، بقیہ پر عمومی محنت کریں، جب وہ مثالی بن جائیں تو دوسرے مکاتب کا انتخاب کریں، اس طرح ان شاء اللہ! تمام مکاتب مثالی بنیں گے۔

مکتب پڑھانے کے لئے والدین کی ذمہ داریاں

تعلیم اور تربیت کی اہمیت کو جانیں

تعلیم اور تربیت یہ وہ دو چیزیں ہیں جو انسانی روح کی غذا ہیں، ماں کی گود پہلی درس گاہ ہے، باپ پہلا معلم ہے، ایک ماں اچھی تعلیم وتربیت سے ایک اچھی نسل تیار کرتی ہے، بچوں کی تعلیم وتربیت کا آغاز ان کی پیدائش کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے۔ بچوں کی تعلیم وتربیت میں ماں باپ کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے۔

معاشرے کے دو اہم ترین عناصر والدین اور اساتذہ ہیں کہ دونوں پر ہی بچے کی تعلیم وتربیت منحصر ہوتی ہے یہ سمجھنا کہ تربیت والدین کی ذمہ داری ہے اور تعلیم اساتذہ کی، صحیح نہیں ہے، استاد پر اگرچہ تعلیم کی ذمہ داری زیادہ ہے لیکن وہ تربیت کے فرض سے سبکدوش نہیں ہیں، والدین پر تربیت کی ذمہ داری زیادہ ہے لیکن وہ بچے کی تعلیم سے خود کو الگ نہیں کر سکتے ، قابل غور یہ بھی ہے کہ اساتذہ اور والدین کوئی الگ الگ شعبہ نہیں، حقیقت میں یہ دونوں ایک دوسرے کے کام کو آگے بڑھاتے ہیں اور انہیں جلا بھی بخشتے ہیں۔ دنیا کے ہر معاشرے اور ہر قوم میں تعلیم اور تربیت کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے۔

ماہرین نفسیات کا ماننا ہے کہ بچہ اپنے ماحول کا اثر بہت جلدی قبول کر لیتا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے۔ ماہرین نفسیات یہ مانتے ہیں کہ ایک بچے کا دماغ کورا کاغذ اور خالی سلیٹ کے مانند ہوتا ہے۔ ابتدائی عمر سے ہی والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ایسا ماحول فراہم کریں جو اس کا بہترین معلم بنے۔

آنے والے زمانہ میں بڑا فتنہ پرور زمانہ ہے تعلیمی ایجوکشن پالیسی کے نام پر رامائن پڑھا جائے گا دھوتی پہنایا جائیگا مندر میں رکھا جائے گا، ایک مسلمان کے گھر پیدا ہو کر بھی وہ مورتی پوجا کرنے والا/ روالی بن جائیگی، وندے ماترم پڑھا جائے گا، جس میں یہ کہا جاتا ہے کہ ''دھرتی میرا خدا ہے'' ان کفریہ کلمات سے کفر سیکھے گا چھ چھ گھنٹہ

تو کفر سیکھے گا بتائیں مسلمان کہاں باقی رہیں گے، ولی بننااور دیندار بننا یہ تو بڑی بات ہے۔

استاد کے احترام کا جذبہ

خلیفہ ہارون رشید کے دو صاجزادے امام نسائی کے پاس زیرِتعلیم تھے۔ ایک بار استاد کے جانے کا وقت آیا تو دونوں شاگرد انہیں جوتے پیش کرنے کے لئے دوڑے، دونوں ہی استاد کے آگے جوتے پیش کرنا چاہتے تھے، یوں دونوں بھائیوں میں کافی دیر تک تکرار جاری رہی اور بالآخر دونوں نے ایک ایک جوتا استاد کے آگے پیش کیا۔ خلیفہ ہارون رشید کو اِس واقعے کی خبر پہنچی تو بصد احترام امام نسائی کو دربار میں بلایا۔ مامون رشید نے امام نسائی سے سوال پوچھا کہ ''استادِ محترم، آپ کے خیال میں فی الوقت سب سے زیادہ عزت و احترام کے لائق کون ہے؟'' مامون رشید کے سوال پر امام نسائی قدرے چونکے۔ پھر محتاط انداز میں جواب دیا ''میں سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ احترام کے لائق خلیفہ وقت ہیں۔'' خلیفۂ ہارون کے چہرے پر ایک گہری مسکراہٹ اتری اور کہا کہ ''ہرگز نہیں استادِ محترم، سب سے زیادہ عزت کے لائق وہ استاد ہے جس کے جوتے اٹھانے کے لئے خلیفۂ وقت کے بیٹے آپس میں جھگڑیں۔''

مامون رشید اور استاذ کی عظمت و احترام

ابو محمد یزیدی مامون رشید کے استاذ تھے، یزیدی خود بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اسے پڑھانے گیا، شہزادہ حرم خانہ میں تھا، میں نے اسے بلوا بھیجا، وہ نہ آیا، پھر دوسرا آدمی بھیجا۔ تب بھی نہ آیا، میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ کو علم سے رغبت نہیں اور لہو ولعب میں میں وقت ضائع کرتا رہتا ہے۔

یزیدیؒ کہتے ہیں کہ جب مامون محل سے باہر نکلا تو میں نے اس کی پٹائی کی وہ

روتا جاتا تھا اور اپنے آنسوں پونچھتا جاتا تھا، اتنے میں جعفر بن یحیی برمکی (وزیر) بھی آگیا، میں اٹھ کر باہر چلا گیا اور ڈرتا رہا کہ مامون کہیں جعفر س میری شکای نہ کردے ،جب جعفر چلا گیا، تو میں اس کے پاس گیا، اور اس سے کہا میں تو ڈرتا تھا کہ کہیں تم میری شکایت جعفر سے ہی نہ کردو۔

مامون نے کہا جفرتو ایک طرف میں اپنے باپ سے بھی کبھی اس کا تذکرہ نہ کروں گا، کیونکہ میں استاذ کی تنبیہ اور مار پیٹ کو باپ کی شفقت سے افضل سمجھتا ہوں (۱)

فکر متحد رکھیں

گاڑی چار پہیوں پر چلتی ہیں ایسے ہی تعلیم چار پہیوں پر چلتی ہے بچہ، استاذ، ماں، باپ، جب تک ان چاروں کی فکر ایک نہیں ہوتی اس وقت تک اس بچہ آگے نہیں بڑھ سکتا ہے، بچہ فکر مند ہے استاذ بے فکر ہے، استاذ فکر مند ہے بچہ بے فکر ہے تو گاڑی آگے نہیں بڑھتی ہیں والد کی دلچسپی نہیں ہے تو تعلیم قابو میں نہیں ہوسکتی، چاروں کی فکر کے بغیر بچے کی تعلیم ادھوری نامکمل ہوتی رہتی ہے۔

پابندی کا اہتمام

دوکان نہیں کھولا بڑی فکر ہے دعوت میں شریک نہیں ہوا، ولیمہ، چالیس واں، جیسی بے شمار رسمیں، دادی کے انتقال پر دس دن کی چھٹی، تو آپ بتائیں کہ دس کی چھٹی میں کیا ثواب پہنچائیں، تقاریب کی اہمیت ہے مکتبِ قرآن کی اہمیت نہیں، دولت سے کلمہ والی موت نہیں ملتی، ویسی بھی ایسی دعوتوں سے احتیاط کرنا چاہیے۔

شادی، منگنی اور دیگر رسومات میں موقع بموقع لے جاکر تعلیم کا نقصان نہ کریں۔

---

(۱) اسلاف کی طالبعلمانہ زندگی

مکتب تعلیم گاہ اور گھر تربیت گاہ

مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: بچے مکتب میں نماز، دعائیں، آداب وسنن سیکھتے ہیں، مکتب ومدرسہ میں وہ آداب بجا لیتے ہیں، مگر گھر پر ایسا نظام ہونا ضروری جو ان کی تربیت میں معاون بن سکے، ورنہ جو بچے مکتب کے حوالے کر کے بے نیاز ہو جاتے ہیں غلط کر رہے ہیں، بچوں کو گھر میں ماحول دینداری کا دیں تا کہ مکتب سیکھا محفوظ رہے۔(۱)

بچوں کے تعلیمی جائزے کے لئے استاذ سے ملاقات

دنیا کے ٹاپ فیشن ہاؤسز کی بنیاد رکھنے والے مشہور فرینچ ڈیزائنر کرسچن ڈی اور نے کہا تھا، "حقیقی شائستگی کا راز عمدہ تربیت ہے۔بیش قیمت ملبوسات، حیران زیبائش اشیاء، اور خیرہ کن حسن کی عمدہ تربیت کے مقابل کوئی حیثیت نہیں ہے" اس لئے اپنے بچے کی تعلیم وتربیت کے متعلق:

(۱) والدین باقاعدہ کچھ وقت نکال کر بچے سے مکتب میں گزارے ہوئے وقت اور کام کے بارے میں پوچھیں۔

(۲) اس کے دوستوں کے ساتھ ہونے والی گفتگو کے موضوعات کو جاننے کی کوشش کریں۔

(۳) مکتب اور والدین کے درمیان روابط کی ڈائری کو چیک کرتے رہیں تا کہ اساتذہ کے تبصرے یا ہدایت سے بروقت وقف ہو سکیں۔

(۴) والدین کا وقتاً فوقتاً بچوں کے مکتب میں جانا بھی ضروری ہے تا کہ والدین اور اساتذہ کے درمیان ایک خوشگوار رابطہ بنا رہے، بچے کی تعلیم، حاضری، اخلاق کا جائزہ

---

(۱) محمود المواعظ: ۵/ ۳۵۵

لینا اپنی ذمہ داری ہے۔اولاد کی کپڑے،کھانے اور گھر کی خاطر ملک چھوڑ کر چلے جاتے ہیں کمانے کے لئے ،اولاد کی حقیقی تعلیم وتربیت کے لئے مکتب یا مدرسہ آیا نہیں جاسکتا؟ جو والدین مکتب یا مدرسہ واسکول کے(Parents meeting) میں شریک نہیں ہوتے انہیں اپنے بچے کے مستقبل سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی ہے، کیونکہ بچے کا مستقبل اس کے حال سے بنتا ہے،اورحال بنانے والوں سے مزاجی مناسبت واحوال جانے بغیر کیا خاک حال بنے گا۔

(۵) بچوں کو وقت پر مکتب پہنچائیں اور وقت پر لالیں۔

(۶) مکتب کی تعلیم کو ٹیوشن کو ترجیح دیں، دینی تعلیم کی عظمت اپنے عمل سے ظاہر کریں۔

(۷) بچوں کی تعلیم وتربیت میں مکتب کے استاذ کی مدد کریں، جس کے لئے مکتب کے اصولوں کی پابندی کریں۔

(۸) بچوں کو غلط دوستیوں سے،موبائل اورانٹرنیٹ سے حتی الامکان بچا کر رکھیں۔

(۹) بچہ جتنا دیندار ہوگا اتنا ہی والدین کا فرمابردار ہوگا،اسلئے بچہ کو دیندار بنانے کی کوشش کریں وہ خود بخود آپ کا بھی فرمابردار ہوجائے گا۔

(۱۰) بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے روزانہ وقت دیں، تمثیلی واقعہ ہے، ٹیچر نے لکھوایا بچوں سے کہ ”لکھو! کون کیا بننا چاہتا ہے،سب نے اپنی تمنا لکھی ،ایک بچے نے لکھا کہ ”میں اسمارٹ فون کی اسکرین بننا چاہتا ہوں،میرے والدین جتنا اسمارٹ فون کو ٹائم دیتے ہیں مجھے نہیں دیتے ،کاش میں انسان بننے کے بجائے فون بن جاتا“ یہ واقعہ اگرچہ تمثیلی ہوسکتا ہے،مگر ہر گھر کی حقیقت وترجمانی کر رہا ہے۔

(۱۱) بچوں کو پیار دیں ،گھر میں پیار نہیں ملے گا تو گلی میں پیار تلاش کریں گے،

اپنوں کا پیار نہیں ملے گا تو کوئی پرایا انہیں اپنے پیار کی جال میں پھنسا کر تم سے بیگانہ کر دے گا، انہیں اپنا پیار ابنا لوں اس سے پہلے کہ یہ کسی اور کے پیارے ہو جائیں۔

جو ماں باپ اپنے آپ کو بدلنا نہیں چاہتے وہ کبھی اپنی اولاد کو بدل نہیں سکتے، اپنی زندگی کو اپنی اولاد کے لئے نمونہ نہیں بنا سکتے، وہ کبھی اولاد کو دوسروں کے لئے قابل نمونہ نہیں بنا سکتے۔

یہ بہت چھوٹے کام ہیں مگر بہت اہم ہیں ہم بہت مگر افسوس کہ کم توجہ دیتے ہیں ۔

معلمین کا ادب واحترام

ابو محمد یزیدؒ کا بیان ہے کہ میں مامون کا معلم تھا، ایک دن میں پہنچا تو وہ گھر کے اندر تھا، میں نے ایک خادم کو بلانے کیلئے بھیجا، جب وہ نہیں آیا تو دوسرے خادم کو بھیجا، پھر بھی نہیں آیا، تو میں نے کہا کہ : یہ لڑکا لغو کاموں میں رہا کرتا ہے، درباریوں نے بھی کہا کہ : ہاں، آپ کے جانے کے بعد خادموں کو بہت پریشان کرتا ہے، آپ اس کو سزا دے کر سیدھا کریں، جب ماموں آیا تو میں نے اس کو سات کوڑے ریسد کئے، وہ روتا ہوا آنکھوں کو ملتا رہا، اتنے میں جعفر بن یحیٰ آ گئے، اور انہوں اپنے رومال سے اس کے آنسو پونچھے، کپڑے درست کئے، اور اپنی مجلس میں بلا کر بٹھایا اور بہلا پھسلا کر ہنسایا، میں ڈرا کہ میری شکایت کرے گا، مگر جعفر بن یحیٰ نے مجھ سے کہا : ابو محمد! میں اس واقعہ کو جاننا نہیں چاہتا تھا، چہ جائیکہ ہارون رشید کو اس کی خبر دوں میں خود ادب کا محتاج ہوں۔(۱)

خود پرست حضرات وہ خواہ کسی بھی طبقہ سے وابستہ رہے ہوں، مکتب پڑھانے والوں کا تہہ دل سے اکرام واحترام کرتے تھے، تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ محفوظ ہے کہ

(۱) تاریخ الخلفاء: المامون عبداللہ بن عباس ۱/۲۳۱، مکتبہ نزار مصطفی ابن الباز

ہارون رشید نے دیکھا کہ اس کے شہزادے استاذ محترم کے وضو کیلئے پانی ڈال رہے ہیں ،تو برہم ہوگیا اور اپنے اتالیق سے کہنے لگا : تم نے میرے بچوں کو کیا ادب سکھایا ہے؟ معلم دین کی قدر دانی وعزت افزائی کا یہ حق ہے کہ وہ اُن کو حکم دیں کہ ایک ہاتھ سے آپ کے اعضاء وضو کو ملے ۔(۱)

مکتب کے استاذ کو معمولی نہ سمجھیں

☆ مکاتب کے مدرسین و معلمین کو حقیر اور کمتر نہ سمجھا جائے، بسا اوقات مکتب میں پڑھانے والا استاذ اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے، یہ تصور ہرگز نہیں کرنا چاہیے؛ دین کی کوئی خدمت حقیر اور کمتر نہیں ہوتی، اکابر کی نظر میں مکتب کی خدمت کی کیا مقام تھا، عارف باللہ حضرت مولانا قاری صدیق صاحبؒ باندوی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ جن سے حضرت کا گہرا تعلق تھا اور حضرت کے دل میں ان کا مقام تھا، ان سے منسلک ایک صاحب نے کسی کے مکاشفہ کا تذکرہ کیا کہ یہ بزرگ اس وقت فلاں مقام پر فائز ہیں تو حضرت نے ہنس کر فرمایا : لوگ ان سب چکروں میں پڑے رہتے ہیں، علماء شریعت کا جو مقام ہے وہ کسی کا نہیں، اس کے بعد فرمایا : الف لام زبر''اَل'' حامیم زبر'' حمٓ'' کا جو مقام ہے وہ کسی کا نہیں ہے، یعنی الف ب پڑھانے والے کا جو مقام ہے وہ کسی کا نہیں ۔(۲)

اسی طرح ایک موقع پر فرمایا کہ : ''بہت سے قاعدہ پڑھانے والے کل قیامت کے روز امام بنے ہوں گے اور آگے آگے چل رہے ہوں اور بخاری شریف، حدیث شریف پڑھانے والے کل پریشان ہوں گے اور ناظرہ پڑھانے والوں کا دامن پکڑ رہے ہوں گے، اصل چیز تو اخلاص ہے، سچ کہتا ہوں کہ اخلاص کی بنا پر قاعدۂ بغدادی

(۱) تربیۃ الاولاد فی الاسلام :۱/۲۹۰

(۲) تذکرۃ الصدیق :۱۸

پڑھانے والا بخاری پڑھانے والوں سے بھی بڑھ سکتا ہے۔(۱)

معلمین کیلئے حق الخدمت کا دینا ضروری سمجھیں

ابتداء میں بیشتر تابعین تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو ناپسند کرتے تھے، لیکن جب مسلم حکومت پر زوال آ گیا اور علم دن کے متعلق ناقدری کا ثبوت دینے لگے اور علوم قرآنیہ کے حاملین اپنی معاشی ضروریات کی وجہ سے تدریسی یکسوئی چھوڑنے لگے تو اکابر امت نے اپنی دقیقہ رسی سے بجا طور پر یہ محسوس کیا کہ اگر یہ ہی بے اعتنائی اور لاپرواہی کا تسلسل رہا تو ڈر ہے کہ قرآن کی تعلیم دینے والے اشخاص کا ہی قط ہو جائے، نتیجۃً نئی نسل علوم دینیہ سے بے بہرہ رہ جائیگی، اور مدارس وجامعات ویران ہو جائیں گے، اور مادہ پرست اغیار کی تہذیب وثقافت کا غلبہ ہو جائیگا، اس لئے تعلیم دین پر اجرت کو جائز قرار دیا گیا، ابن وھب کا بیان ہے کہ میں امام مالکؒ کی مجلس میں موجود تھا، ان کے پاس مکتب کے ایک معلم نے آ کر کہا کہ :ابوعبداللہ! میں بچوں کا معلم ہوں، میں تعلیم پر اجرت کی شرط لگانا پسند نہیں کرتا، اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ مجھے کچھ دیتے نہیں، تعلیم کے علاوہ میرا کوئی مشغلہ نہیں، اس لئے بال بچوں کی ضروریات پوری کرنے میں سخت پریشانی ہوتی ہے، اس کی باتیں سن کر امام مالکؒ نے کہا کہ : جاؤ تعلیم پر اجرت کی شرط لگاؤ اور پہلے سے معاملہ طے کرو، معلم کے جانے کے بعد بعض لوگوں نے امام مالکؒ سے کہا کہ :ابوعبداللہ! آپ اس شخص کو حکم دیتے ہیں کہ تعلیم پر اجرت کی شرط لگائے، امام مالکؒ نے کہا کہ :ہاں، اگر ایسا نہ ہو تو کون ہمارے بچوں کی اصلاح کرے گا اور کون ان کو اخلاق اور ادب سکھائے گا، "لولا المعلمون ، ای شی کنا نکون نحن "اگر متعلمین نہ ہوں گے تو ہم کس کام کے ہوں گے؟۔(۲)

(۱) تذکرۃ الصدیق : ۲/۲۹

(۲) جامع بیان العلم وفضلہ : ذکر الرخصۃ فی العلم: ۱/۷۵، دار الکتب العلمیہ بیروت

تاریخ مکاتب کا جائزہ لینے کے بعد قاضی اطہر مبارک پوریؒ فرماتے ہیں کہ : بعد میں جب مکاتب کا عام رواج ہوگیا، تو شہروں، دیہاتوں، صحراؤں اور قبیلوں میں شخصی اور انفرادی مکاتب کھل گئے، اور ہر طبقہ نے اپنے ذوق وضرورت کے مطابق بچوں کی تعلیم اور معلموں کے رزق واجرت کا انتظام کیا۔(۱)

اورنگزیب کے استاد

مغل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کو ملا احمد جیون سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ شہنشاہ بننے کے بعد ایک روز استاد کی یاد ستائی تو انہوں نے ملاقات کا پیغام بھیجا۔ دونوں نے عید کی نماز ایک ساتھ ادا کی، وقتِ رخصت اورنگزیب نے محترم استاد کو ایک چونی (چار آنے) بصد احترام پیش کئے۔ اورنگزیب مملکتی مسائل میں ایسا الجھے کہ ملا جیون سے ملاقات کا کوئی موقع ہی نہ ملا۔ تقریباً دس سال بعد اُن سے اچانک ملاقات ہوئی تو وہ یہ دیکھ ششدرہ رہ گیا کہ ملا جیون اب علاقے کے متمول زمیندار تھے۔

استاد نے شاگرد کی حیرت بھانپتے ہوئے بتایا، ''بادشاہ سلامت میرے حالات میں یہ تبدیلی آپ کی دی ہوئی اس ایک چونی کی بدولت ممکن ہوئی۔'' اِس بات پر اورنگزیب مسکرائے اور کہا کہ، ''استادِ محترم آپ جانتے ہیں میں نے شاہی خزانے سے آج تک ایک پائی نہیں لی مگر اُس روز آپ کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہ تھا، وہ چونی میں نے شاہی خزانے سے اُٹھائی تھی اور اُس رات میں نے ہی بھیس بدل کر آپ کے گھر کی مرمت کی تھی تاکہ خزانے کا پیسہ واپس لوٹا سکوں۔''

---

(۱) خیر القرون کی درسگاہیں ۳۵۶ :

خلاصۂ کلام

اللہ رب العزت کی قسم جو شخص قرآن کریم کو لازم پکڑ لے تو قرآن کریم کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی بھی طاقت کھڑی نہیں ہو سکتی، ہم قرآن کریم کو سیکھیں، ان مکاتب کی اہمیت کو سمجھیں، اس میں سکھائی جانے والی تعلیم کو یوں ہی بے کار نہ کریں، ہم ٹیوشن کے نام پر ماہانہ ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہیں لیکن مکتب میں چند روپیہ دینے میں ہم بخل سے کام لیتے ہیں۔ ہمارے بچوں کی اسکول سے غیر حاضری نہ ہو اس کا تو ہمیں بہت فکر ہوتا ہے، لیکن میرا بچہ مکتب میں جاتا ہے یا نہیں؟ جا کر کیا کرتا ہے؟ وہ کیا پڑھ رہا ہے؟ اس کی رپورٹ کیا ہے؟ ہمیں کبھی بھی اس کی تحقیق کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی!!! کبھی استاد سے مل کر ہم نہیں پوچھتے کہ ہمارا بچہ کیا کر رہا ہے؟ اگر دین کی سمجھ اور اہمیت ہمارے دلوں میں ہوتی تو سوتیلا پن ہم ان مکاتب کے ساتھ روا نہ رکھتے، دینی شعور اور بیداری پیدا کرنے ہی کے لیے ان مکاتب کا قیام عمل میں آیا ہے، آپ یہ یہ سمجھیں کہ یہ مکاتب صرف قرآن کریم کو پڑھا دینے کی ٹیوشن ہیں؛ بلکہ درحقیقت یہ مکاتب ایک چھوٹے بچے کے دماغ میں اسلام کو جاگزیں کرنے، اور اس کے دل دماغ کو اسلامی بنانے کی وہ تحریک ہے جو ہر زمانہ میں بارآور اور کامیاب رہی ہے، افسوس اس کا ہے کہ آج کل ہم نے مکاتب کی اہمیت کو بھلا کر اپنے بچوں کی دینی تربیت کی طرف سے بالکل بے پروائی اختیار کر رکھی ہے۔(۱)

حاصل یہ کہ وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے عزم کریں کہ جن مساجد میں مکاتب کی تعلیم کا نظم نہ ہو تو فی الفور وہاں ابتداء کر دیں، اور جہاں پہلے سے مکاتب کا نظام ہو وہاں اس کو مستحکم بنائیں، تعلیمی معیار میں تبدیلی لائیں، اکابرِ امت کی رہنمائی اور مفکرین کے

(۱) مکاتب کی اہمیت اور احساسِ ذمہ داری ۱۵:

مشوروں کے ساتھ اس کا نظام قائم کریں، اس کے علاوہ نونہالانِ امت کے ایمان کے بقاء کا کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں، اور اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں! ہمیں ہی اس فریضہ کا بوجھ اٹھانا ہے، ہم ہی اس کے ذمہ دار ہیں، بس ہمیں آگے بڑھانا ہے اس لیے کہ کام تو بس کام سے ہوگا۔

جس قوم نے اس کی اہمیت کو سمجھا اور اس نے اپنے مکتب کو ہر اعتبار سے مزین کیا، عصری تقاضوں کے مطابق نصاب وضع کر کے اسے جدید ٹکنالوجی سے مسلح کیا، بچوں کی صالح تربیت کے لئے باصلاحیت معلمین ومعلمات کی خدمات حاصل کیں تو پھر کیا تھا کچھ ہی دنوں کی محنت کے بعد ان مکاتب میں علم کا سیلاب آگیا۔

مرتب کی کتابیں

۱۔رمضان المبارک معروفات ومنکرات
۲۔اصلاحی واقعات دو جلدیں
۳۔اصلاح الرسوم (تسہیل، تعلیق وتخریج)
۴۔عصری خطبات مجلد (زیرِطبع)
۵۔جماعت اولی کی اہمیت وجماعت ثانیہ کی حیثیت
۶۔نیا سال مغرب اور اسلام کا نقطۂ نظر
۷۔کرسمس کی حقیقت عقل ونقل کی روشنی میں
۸۔ویلنٹائن ڈے تاریخ کے آئینہ میں
۹۔اپریل فول کی تاریخی حیثیت
۱۰۔خیر البیان (مدارس کے طلبہ کے لئے)
۱۱۔ہندوستانی مسلمان آزادیٔ وطن سے تعمیرِ وطن تک (زیرِطبع)
۱۲۔نفع المفتی والسائل (عربی، تحقیق وتخریج، زیرِطبع)
۱۳۔اللمعة اذا جتمع العيد والجمعة
۱۴۔کھیل کود کی تاریخی وشرعی حیثیت
۱۵۔احکام اعتکاف
۱۶۔خواتین رمضان کیسے گذاریں؟
۱۷۔یوم جمہوریہ حقیقت کے آئینہ میں
۱۸۔پتنگ بازی حقائق ونقصانات
۱۹۔وجودِ باری وتوحید باری عقل کی روشنی میں
۲۰۔ضیافت فضائل ومسائل

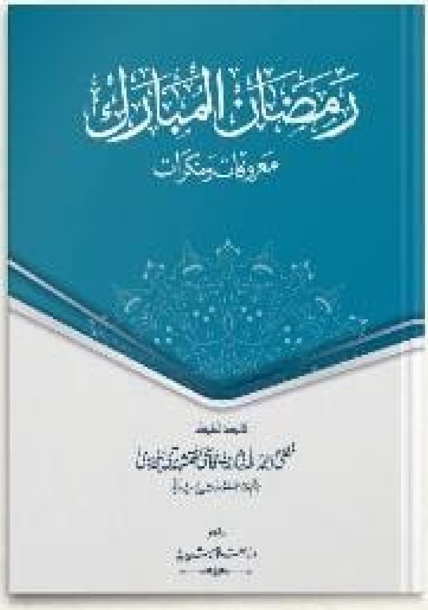
۲۱۔عظمتِ اہلِ بیت اور مسئلہ زکوۃ
۲۲۔ارطغرل غازی سیریل حقائق اور غلط فہمیاں
۲۳۔یتیمی اور یتیموں کے کارنامے
۲۴۔لون (قرض) کے جدید مسائل (زیرِطبع)
۲۵۔ظالموں کا انجام سچے واقعات کی روشنی میں
۲۶۔کرکٹ کی تاریخی وشرعی حیثیت
۲۷۔فروع الایمان (تسہیل،تخریج وتضمیم)
۲۸۔قربانی ِمنکرات ومسالک کے اختلافات کا حل
۲۹۔عصمت دری اسباب وسد باب
۳۰۔سنتِ فجر فضائل ومسائل
۳۱۔خطباتِ قاسمیہ
۳۲۔برادرانِ وطن سے تعلقات۔حدود وحقوق
۳۳۔کمیشن اور بروکری کے احکام
۳۴۔کرایہ کے جدید مسائل
۳۵۔ٹوپی کی شرعی حیثیت
۳۶۔اسلام میں تجارت کی اہمیت
۳۷۔جبر تبدیلیٔ مذہب کی حقیقت
۳۸۔اسلام میں تقسیمِ میراث کی اہمیت اور ہمارا سماج
۳۹۔مروّجہ مضاربت کے احکام
۴۰۔اولاد کے حقوق شریعت وسماج کی روشنی میں
۴۴۔لوجہاد حقیقت یا فسانہ

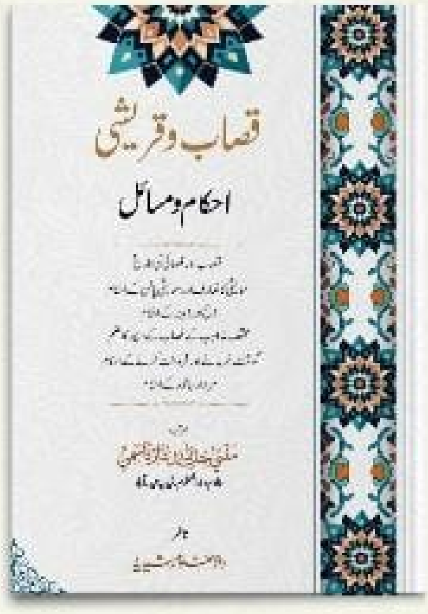
۴۵۔صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت وضرورت
۴۶۔تیسیر المبتدی بترتیب جدید فارسی (حصہ اوّل، دوم، سوم)
۴۷۔نفقۂ مطلّقہ عقل ونقل کی روشنی میں
۴۸۔تعلیم بالغان و بزرگان۔اہمیت وضرورت
۴۹۔خواتین کے علمی کارنامے۔حافظہ وعالمہ بنانے کی ضرورت
۵۰۔مکاتب کی اہمیت وضرورت
۵۱۔منظم ومؤثر مکاتب کے اصول وآداب
۵۲۔مسنون امامت۔اصول وآداب
۵۳۔مسنون مساجد۔خادمانِ مساجد کی ذمہ داریاں
۵۴۔قتل کا گناہ اور سماج کی صورتِ حال
۵۵۔زمینات ومکانات
۵۶۔ملٹی لیول مارکیٹنگ۔اقسام واحکام
۵۷۔ذکرِ حبیب ﷺ کی برکات
۵۸۔ووٹر آئی ڈی۔ووٹنگ۔الیکشن
۵۹۔اسلاموفوبیا وفلمی دنیا اور فلم ہمارے ۱۲، کا پوسٹ مارٹم
۶۰۔بھارتی مذاہب کی تاریخِ زوال
۶۱۔ذاتی مکان یا کرایہ کا مکان احکام وآداب
۶۲۔تعلیمِ نسوان ومکاتبِ بالغات کی اہمیت
۶۳۔سادات واہلِ بیت کی عظمت ومسئلہ زکوۃ
۶۴۔عظمتِ حفظِ قرآن ومقامِ حفّاظ
۶۵۔قربانی وگاؤکشی۔حقائق اور غلط فہمیاں

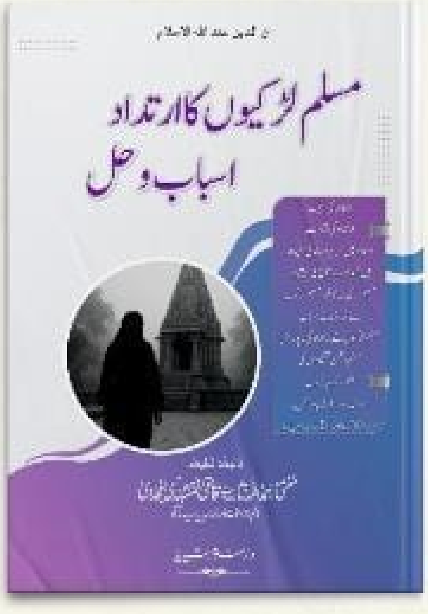
۶۶۔قصاب اور قریشی۔احکام ومسائل
۶۷۔میلادالنبی کی حقیقت دلائل کی روشنی میں
۶۸۔حفظِ قرآن کی اہمیت اور حفاظ کا مقام
۶۹۔سونے کی تجارت کے جدید احکام
۷۰۔سرکاری اسکیموں کے احکام
۷۱۔دینی خدمات پر اُجرت عقل ونقل کی روشنی میں
۷۲۔عظماء فی طفولھم۔بڑوں کے بچپن کے تاریخی وسبق آموز واقعات
۷۳۔مروّجہ رہن کی حرمت اور متبادل جائز شکلیں

مصنف کی دیگر کتابیں









DARUL ULOOM RASHEEDIA

Door Number 12-2-823/A/28A1 Masjid E Qutub Shahi
2nd Floor, opp MS college Santosh Nagar Colony,
(Pillar No17) Mehdipatnum Hyderabad-500028 (T.S)
WWW.darululoomrasheediya.com